

باسمہ تعالیٰ

بیسلسلہ: نماز کے فضائل و احکام

نماز و وتر

یعنی
وتر کی نماز

کے
فضائل و احکام

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیسلسلہ: نماز کے فضائل و احکام

وتر کی نماز

کے

فضائل و احکام

وتر کی نماز کی فضیلت و اہمیت
وتر کی نماز کی رکعات کی تعداد و طریقہ اور اس کا ثبوت
وتر کی نماز میں دعائے قنوت کا ثبوت اور اس کا طریقہ
اور وتر اور قنوت کے اہم مسائل
مستنداً خذ و مراجع کے ساتھ

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

وترکی نماز کے فضائل و احکام

نام کتاب:

مفتی محمد رضوان

مؤلف:

شوال ۱۴۳۲ھ ستمبر ۲۰۱۱ء

طباعت اول:

۲۷۲

صفحات:

ملنے کے پتے

کتاب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر ۱۷، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270

ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون: 042-37353255

کتاب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلا تھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798

دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861

مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37228196

مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون: 0992-340112

ادارہ اشاعت النیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4514929

ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35032020

مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون: 048-3226559

مکتبہ سرحد: خیبر بازار، پشاور۔ فون: 091-2212535

ملت: پبلیکیشنز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون: 051-2254111

ادارہ تالیفات اشرفیہ: چوک فوارہ، ملتان۔ فون: 061-4540513

مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8715856

کتاب خانہ شمس: نزد ایری گیشن مسجد، سرپاب روڈ، کوئٹہ۔ فون: 0333-7827929

مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35123130

تاج مہنی، لیاقت روڈ، گوانڈی، راولپنڈی۔ فون: 051-5774634

مکتبہ القرآن: گورنمنڈر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701

مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4212716

مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2601919

اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔ فون: 048-3712628

اسلامی کتاب گھر: خیابان سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 051-4830451

مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37232536

الحلیل پبلیکیشن ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5553248

قرآن محل، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 0321 0312-5123698

فہرست

صفحہ نمبر ۴	مضامین ۴	شمار نمبر ۴
۵	تمہید (از مؤلف)	۱
۶	وتر کی نماز کی فضیلت و اہمیت	۲
۳۱	وتر کی نماز کا وقت اور وتر کے بعد نوافل کی تحقیق	۳
//	سوال	۴
//	جواب	۵
۳۲	وتر کی نماز کا ادا وقت	۶
۴۰	نماز وتر کا افضل وقت اور وتروں کے بعد نوافل پڑھنے کی بحث	۷
۷۲	نماز وتر کی تین رکعات کا ثبوت	۸
//	سوال	۹
//	جواب	۱۰
۷۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات	۱۱
۹۴	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات	۱۲
۱۰۲	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات	۱۳
۱۰۷	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایات	۱۴
۱۱۰	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات	۱۵

۱۱۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایات	۱۶
۱۲۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات	۱۷
۱۳۰	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات	۱۸
۱۳۵	حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت	۱۹
۱۳۶	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات	۲۰
۱۳۹	بعض جلیل القدر تابعین و محدثین کی روایات و آثار	۲۱
۱۶۷	خلاصہ	۲۲
۱۷۵	قنوت وتر و فجر کا ثبوت اور اس کا موقع و محل	۲۳
//	سوال	۲۴
//	جواب	۲۵
۲۰۹	دعائے قنوت کے الفاظ کی تحقیق	۲۶
//	سوال	۲۷
//	جواب	۲۸
۲۲۶	وتر کی نماز اور قنوت سے متعلق مسائل کا خلاصہ	۲۹
۲۶۱	قنوت نازلہ کے چند مسائل	۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

وتر کی نماز شریعت کی نظر میں بہت مہتم بالشان عبادت ہے، شریعت مطہرہ نے اس کی اہمیت و فضیلت کو نہایت اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے، جس کے پیش نظر بعض فقہائے کرام بشمول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، وتر کی نماز کو واجب قرار دیتے ہیں، جبکہ بہت سے فقہائے کرام اس کو سنت قرار دیتے ہیں، مگر اس کے تاکید و درجہ کی سنت ہونے کا وہ بھی انکار نہیں کرتے۔

لیکن دوسری طرف وتر کی نماز کو ادا کرنے کے طریقہ کار کے بارے میں احادیث و روایات میں کچھ اختلاف نظر آتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سے علماء اور عوام کو فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آتی ہے، اسی کے ساتھ بعض لوگ وتر کی نماز کے بارے میں بعض مسائل میں الگ موقف اختیار کرتے ہیں، اور فقہ حنفی پر طرح طرح کے اعتراضات و شبہات پیش کرتے ہیں۔

اسی قسم کی وجوہات کے پیش نظر ضرورت پیش آئی کہ وتر کی نماز سے متعلق پیش آمدہ اہم سوالات کے جوابات کو کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے، اور وتر کی نماز سے متعلق بعض مسائل کا مستند مراجع و مآخذ کی روشنی میں حل پیش کیا جائے۔

اس ضرورت کے تحت بندہ نے اپنے ایک مفصل سلسلے ”نماز کے فضائل و احکام“ کے ضمن میں وتر کی نماز سے متعلق بعض سوالات کے تفصیلی جوابات اور مسائل تحریر کئے، جب یہ مضامین کچھ ضخیم ہو گئے، تو ان کو ایک ساتھ شائع کرنے کا تقاضا ہوا، اس کے ساتھ بندہ نے آخر میں وتر اور قنوت سے متعلق اہم مسائل کو بطور خلاصہ بھی جمع کر دیا، تاکہ جو حضرات تفصیل اور دلائل کے بجائے اجمالی طور پر مسائل کو ملاحظہ فرمانا چاہیں، انہیں بھی سہولت حاصل رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں، اور بندہ اور بندہ کے احباب سمیت سب مسلمانوں کے لئے اس کو مفید بنائیں۔ آمین۔ فقط۔ محمد رضوان۔

یکم/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ 05/مئی/2011ء بروز جمعرات، ادارہ غفران، راولپنڈی

وتر کی نماز کی فضیلت و اہمیت

شریعت کی نظر میں وتر کی نماز انتہائی فضیلت و اہمیت کی حامل ہے، مگر وتر کی نماز عشاء کی نماز کے تابع ہے، اس لئے شریعت نے اس کو مستقل طور پر الگ نماز شمار نہیں کیا، اور اسی وجہ سے جب تک عشاء کے فرض نہ پڑھے ہوں، اس وقت تک وتر کی نماز پڑھنا درست نہیں۔ ۱۔

اب رہا یہ کہ وتر کی نماز سنت ہے، یا واجب؟ تو اس بارے میں احادیث و روایات سے دونوں قسم کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہ کرام و تابعین عظام سے موافقت کے ساتھ وتر کی نماز پڑھنا ثابت ہے۔

اس لیے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے پہلے اگرچہ وتر کی نماز کے سنت ہونے کا قول کیا تھا، لیکن بعد میں احتیاطاً واجب ہونے کے قول کو اختیار کیا، اور اس کے واجب ہونے کو ترجیح دی۔
البتہ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ سمیت دیگر فقہائے کرام وتر کی نماز کے سنت ہونے کے قائل ہیں، لیکن وتر کی نماز کی تاکید و اہمیت کا انہوں نے بھی انکار نہیں کیا۔ ۲۔

۱۔ وأما بيان أوقات الصلوات الواجبة وما هو شبهه بها فمنها وقت الوتر وهو على قول أبي حنيفة وقت صلاة العشاء إلا أنه شرع مرتبطاً عليها كوقت قضاء الفائتة هو وقت أداء الوقتية لكنه شرع مرتبطاً عليه فلا يجوز أدائه قبل صلاة العشاء مع أنه وقت لفور شرطه وهو الترتيب (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۱۰۳، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

۲۔ الوتر واجب أم سنة واختلفت الروايات فيه عن أبي حنيفة روى أنه فرض وبه أخذ زفر ثم رجع وقال بأنه سنة وبه أخذ أبو يوسف ومحمد والشافعي ثم رجع وقال بأنه واجب وحاصل ذلك ما روى عن النبي عليه السلام أنه قال ثلاث كتبت على ولم تكتب عليكم الوتر والضحى والأضحية وروى عنه عليه السلام أيضاً أنه قال إن الله تعالى زادكم صلاة ألا وهي الوتر فصلوها ما بين العشاء إلى طلوع الفجر والأمر للفرضية والوجوب فوق التعارض بين الحديثين فلا تثبت الفرضية والوجوب بالا احتمال هذا عندهم وأبو حنيفة يقول يمكن الجمع بينهما لأن الفرض غير الواجب في عرف الشرع فالفرض ما ثبت وجوبه بدليل مقطوع به والواجب ما ثبت وجوبه بدليل فيه شبهة نحو ﴿بقية حاشيا﴾ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں ﴿

وتر کی نماز کی فضیلت و اہمیت سے متعلق چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن صباہی سے مروی ہے کہ:

رَعِمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّ الْوُتْرَ وَاجِبٌ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ أَبُو
مُحَمَّدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ
خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى الْحَدِيثُ (سنن ابی داود) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خبر الواحد والقياس والوتر من هذا القبيل لأنه ثبت بخبر الواحد (تحفة الفقهاء للسميرقندی، ج ۱ ص ۲۰۱، کتاب الصلاة، باب صلاة الوتر)

وقال محمد بن الحسن قد جاء في الوتر احاديث مختلفة فاحذنا بأوثقها فرأينا ان يوتر بالارض ولا يوتر على بعيره لان الفقهاء شددوا في الوتر ما لم يشددوا في غيرها من الصلوات سوى الصلوات الخمس، فقال بعضهم سنة لا ينبغي تركها وقال بعضهم واجبة، ورووا في ذلك حديثا ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال ان الله قد زادكم صلاة يعنى الوتر فاذا شددت الفقهاء في امر فخذ بأوثقها اذا اختلفت فيه الاحاديث وقد اختلفت في الوتر بعينها فروى أن ابن عمر رضى الله عنهما كان ينزل بالارض فيوتر عليها ويروى ذلك عن النبي صلى الله عليه واله وسلم فأخذنا بأوثقها واشبهها بالحق وبما جاء به الآثار من التشديد في الوتر (الحجة على أهل المدينة، لمحمد بن الحسن الشيباني، باب الوتر في السفر)

المعتمد عند الأصوليين أن مواظبته -عليه الصلاة والسلام- لا سيما مع مواظبة أصحابه والتابعين دليل على الوجوب، ويكفي لأبى حنيفة في أصل وجوب الوتر (مرواة ج ۳ ص ۹۵۵، كتاب الصلاة، باب الوتر)

ملاحظ رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کے درمیان وُتروں کے فرض اور سنت ہونے کا اختلاف عملاً لفظی ہے، کیونکہ دیگر ائمہ کے نزدیک سنت اور فرض کے درمیان مامور بہ کا کوئی اور مرتبہ نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان دونوں کے درمیان واجب کا مرتبہ ہے، اور دیگر فقہاء بھی وتر کو سنت نمازوں میں زیادہ مؤکد قرار دیتے ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اس کی فرضیت کے قائل نہیں، گویا اس بات پر اتفاق ہے کہ وتر کا مرتبہ عام سنت مؤکدہ سے اوپر اور فرض سے نیچے ہے، لیکن چونکہ دیگر فقہاء کے نزدیک فرض اور سنت کے درمیان کوئی متوسط درجہ نہیں تھا، اس لئے انہوں نے اس کے لئے سنت کا لفظ استعمال کیا، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ درمیان میں واجب کا درجہ موجود ہے، اس لئے انہوں نے اسے واجب قرار دیا، لہذا دونوں میں کوئی خاص فرق نہ ہوا، البتہ بعض جزوی مسائل میں اختلاف ہے (ملاحظہ ہو: درس ترمذی، ج ۳ ص ۲۱۱، ۲۱۲)

۱۔ حدیث نمبر ۴۲۵، کتاب الصلاة، باب في المحافظة على وقت الصلوات، المكتبة العصرية، صيدا - بيروت.

ترجمہ: حضرت ابو محمد (انصاری صحابی) رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ وتر واجب ہیں، تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو محمد (انصاری) نے درست بات نہیں کی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہیں الخ (ترجمہ ختم)

ابو محمد انصاری صحابی تھے، جن کے بارے میں بعض روایات میں صحابی ہونے کی صراحت پائی جاتی ہے۔ ۱

اور بعض صحیح روایات میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ أَبَا مُحَمَّدٍ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ عَنِ الْوُتْرِ، فَقَالَ الْوُتْرُ وَاجِبٌ كَوُجُوبِ الصَّلَاةِ، فَاتَى عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ (صحیح ابن

حبان، حدیث نمبر ۲۴۱) ۲

ترجمہ: ایک آدمی نے ابو محمد سے جو کہ انصار صحابہ میں سے تھے، وتر کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ وتر دوسری نمازوں کی طرح واجب ہیں، وہ

۱۔ عن ابن محیریز القرشی ثم الجمعی، أن المخدجی، رجل من كنانة أخبره، أن أبا محمد، رجل من الأنصار، كان يسكن الشام وكانت له صحبة أخبره أن الوتر واجب، وأن المخدجی راح إلى عباد بن الصامت فأخبره بذلك، فقال عباد بن الصامت: كذب أبو محمد، سمعت رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم يقول: خمس صلوات كتبهن الله عز وجل على العباد من جاء بهن لم ينقص منهن شيئا استخفافا بحقهن جاء وله عند الله عهد أن يدخله الجنة، ومن انتقص منهن شيئا استخفافا بحقهن جاء وليس له عند الله عهد إن شاء عذبه وإن شاء أدخله الجنة (المسند للشاشی، حدیث نمبر ۱۲۱)

۲۔ ذکر خبر ثامن يدل على أن الوتر غير فرض، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ له، تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزي، حدیث نمبر ۹۰۰؛ مسند ابن الجعد، حدیث نمبر ۱۲۸۰؛ شرح مشكل الآثار، حدیث نمبر ۳۱۶۹۔

قال شعيب الأرنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة صحیح ابن حبان)

آدمی عبادہ بن صامت کے پاس آیا، اور ان سے اس بات کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ابو محمد نے درست بات نہیں کی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض فرمائی ہیں (ترجمہ ختم) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو محمد نے وتر کی نماز کو دوسری فرض نمازوں کی طرح فرض کہا تھا، جس کا حضرت عبادہ نے انکار فرمایا۔ ۱

۱۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ قَالَ: اخْتَلَفَ عَمِّي وَاسِعُ بْنُ حَبَّانٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُثْبَةَ بْنِ كُذَيْمٍ فِي الْوُتْرِ، فَقَالَ عَمِّي: سُنَّةٌ لَا يَنْبَغِي تَرْكُهَا، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَرِيضَةٌ كَفَرِيضَةِ الصَّلَاةِ، فَلَقِيتُ ابْنَ مُحَيْرِيزٍ الْجَمْعِيَّ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي الْمُخَدَجِيُّ أَنَّهُ اخْتَلَفَ فِيهَا هُوَ وَرَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ أَبُو مُحَمَّدٍ، وَعِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ إِذْ ذَاكَ بِطَبْرِيقَةٍ، فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: أَبَا الْوَلِيدِ، إِنِّي اخْتَلَفْتُ أَنَا وَأَبُو مُحَمَّدٍ فِي الْوُتْرِ، فَقُلْتُ: سُنَّةٌ لَا يَنْبَغِي تَرْكُهَا، وَقَالَ: فَرِيضَةٌ كَفَرِيضَةِ الصَّلَاةِ، وَكَانَ عِبَادَةُ رَجُلًا فِيهِ حِدَّةٌ، فَقَالَ: "كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ، لَيْسَ كَمَا قَالَ، وَلَكِنْ كَمَا قُلْتُ، أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيهِ إِلَى فِي، لَا أَقُولُ "قَالَ فَلَانٌ وَقُلَانٌ": خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى عِبَادِهِ، مَنْ لَقِيَهُ وَلَمْ يُضِيعْهُنَّ اسْتَخَفَّافًا بِحَقِّهِنَّ لَقِيَهُ " . . . ، وَسَقَطَ مَا بَقِيَ مِنَ الْكَلَامِ فِي ذَلِكَ مِمَّا هُوَ مَذْكُورٌ فِي حَدِيثِي مَالِكٍ وَاللَّيْثِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْبَدِيِّ ذَكَرَنَاهُ فِي هَذَا الْبَابِ إِلَى مَا فِيهِ مِنْ قَوْلِهِ . . . "وَلَا عَهْدَ لَهُ، إِنْ شَاءَ عَذْبَةُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرُ لَهُ".

"قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَالْمُخَدَجِيُّ الْمَذْكُورُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ اسْمُهُ رَفِيعٌ فِيمَا ذَكَرَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَأَبُو مُحَمَّدٍ الْمَذْكُورُ فِيهِ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ، فَكَانَ فِيمَا رُوِيَ فِي هَذَا مِنْ أَحَادِيثِ يَحْيَى وَعَبْدِ رَبِّهِ ابْنِ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ رُجُوعُ هَذَا الْحَدِيثِ إِلَى ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنِ الْمُخَدَجِيِّ، عَنْ عِبَادَةَ. وَقَدْ خَالَفَهُمْ فِي ذَلِكَ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَجَلَانَ قَرَوِيًّا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ عِبَادَةَ بِغَيْرِ إِدْخَالٍ مِنْهُمَا الْمُخَدَجِيُّ بَيْنَ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ وَبَيْنَ عِبَادَةَ.

وَكَمَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَزِيرٍ الْأَنْبَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَامَةُ بْنُ رُوْحٍ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَيْرِيزٍ، حَدَّثَهُ: أَنَّ رَجُلًا تَمَارَى هُوَ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو مُحَمَّدٍ فِي الْوُتْرِ، فَقَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: "هُوَ بِمَنْزِلَةِ الصَّلَاةِ"، وَقَالَ الرَّجُلُ الْآخَرُ: "مِنْ السُّنَّةِ، لَا يَنْبَغِي تَرْكُهَا، وَلَيْسَ بِمَنْزِلَةِ الْفَرِيضَةِ". قَالَ: فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عِبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيَّ، وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قُلْنَا كِلَانَا، قَالَ: وَكَانَ رَجُلًا فِيهِ حِدَّةٌ، فَقَالَ: "كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ، مَرَارًا، قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَى عِبَادِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ، مَنْ جَاءَهُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ يُضِيعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اسْتَخَفَّافًا بِحَقِّهِنَّ لَقِيَهُ وَلَهُ عَلَيْهِ عَهْدٌ بِدُخُولِهِ بِهِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَضَاعَ مِنْهُنَّ شَيْئًا لَقِيَهُ وَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدَهُ، إِنْ شَاءَ عَذْبَةُ، وَإِنْ شَاءَ أَذْخَلَهُ الْجَنَّةَ" (شرح مشكل الآثار، باب بيان مشكل ما رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَارِكِ الصَّلَاةِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، لَا عَلَى الْجُحُودِ بِهَا، هَلْ يَكُونُ بِذَلِكَ مُرْتَدًّا عَنِ الْإِسْلَامِ أَمْ لَا)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ کی طرف سے وتروں کو دوسری فرض نمازوں کی طرح فرض یا واجب کی بات پہنچنے کا انکار فرمایا تھا۔

جس سے ظاہر ہوا کہ وتر کی نماز کا درجہ فرض نمازوں سے کم ہے، اور اس حدیث کے معنی درست ہیں، جیسا کہ آگے آنے والی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ واما الحنفية فلا يرد عليهم اصلا، لانه لا معارضة عندهم في قول ابي محمد: ان الوتر واجب، وقول عبادة: المكتوبة خمس، لان الواجب عندهم دون المكتوبة والفرض، كما تقدم عن مجاهد اذ قال: الوتر واجب ولم يكتب، وتقدم عن امام الائمة ابي حنيفة صاحب المذهب "انا اعرف الفرق بين الواجب والفرض، كفرق ما بين السماء والارض" ثم المشهور عند فضلاء الدرس وشراح الحديث ان حديث الباب حجة على الحنفية، ولا يمكن الاستدلال به على خلاف الحنفية للوجوه الثلاثة المذكورة.

نعم، هو حجة للحنفية بلا مبرية في ذلك، فان المسألة اختلفت فيها الصحابييان ابو محمد وعبادة، وذكر عبادة رضي الله عنه مستدله، ولا حجة في مستدله، لهذه الوجوه الثلاثة المذكورة، ولم يذكر ابو محمد مستدله في ذلك فهو اذا قول صحابي، لم يدرك بالقياس، فيكون في حكم المرفوع، كما ثبت في الاصول لان انواع الاحكام من الفرض والوجوب وغير ذلك مما لا مدخل للقياس فيه، فيكون قول ابي محمد: انه واجب مرفوعا حكما، فهو حجة للحنفية بالاتردد فتأمل، فلا تجده في غير هذا المختصر (اوجز المسالك ج ۳ ص ۲۲۶، دار القلم، دمشق)

وفيه استدلال عبادة على عدم وجوب الوتر، وجهه ان الله تعالى جعل العهد لمن جاء بهن، فيفيد دخوله الجنة، وان لم يأت بغيرهن، ومنه الوتر، والجواب عنه ان مثل ذلك وارد في احاديث كثيرة كقوله صلى الله عليه وسلم "من قال لا اله الا الله دخل الجنة" وهذا وعد لمن قال ذلك، وان لم يجى بغيرها فهل يستدل به على عدم فرضية الفرائض من الصلاة والزكاة والصوم والحج وغيرها؟

ويقال فهم عبادة من قوله الوتر واجب، وجوبه كوجوب الصلاة الخمس، فانكره وخطأه في ذلك، ولم يرد ابو محمد هذا الوجوب، بل اراد اللزوم دون لزوم الخمس، ويرد ههنا ايضا من الاشكال على معنى الوجوب مثل ماورد في حديث ايوب سابقا، والجواب الجواب فتذكر.

او يقال ان الوتر ليس بخارج من الصلوات الخمس، بل هو تابع لصلاة العشاء (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۳، باب وجوب الوتر وبيان وقته)

والجواب عن الكل ان الوتر ليس بخارج عن الخمس بل هو داخل في العشاء تابع لها (ايضا ج ۶ ص ۲۳، باب وجوب الوتر وبيان وقته)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ، أَوْتَرُوا، فَإِنَّ

اللَّهُ وَتَرٌ، يُحِبُّ الْوِتْرَ (سنن ابی داؤد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل قرآن! وتر پڑھو، بے

شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں، اور وتر (طاق) کو پسند فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ:

الْوِتْرُ لَيْسَ بِحُجْمٍ كَصَلَاتِكُمُ الْمَكْتُوبَةِ، وَلَكِنْ سَنُّ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ وَتَرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ، فَأَوْتَرُوا يَا

أَهْلَ الْقُرْآنِ (ترمذی) ۲

ترجمہ: وتر تہاری فرض نماز کی طرح لازم نہیں ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے (ان کو) سنت قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہیں، اور طاق کو

پسند کرتے ہیں، تو تم اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو (ترجمہ ختم) ۳

اس سے معلوم ہوا کہ وتر فرض نماز کی طرح لازم نہیں، اور وتر کی نماز کا درجہ فرض نماز سے کم

ہے۔

اور حدیث میں جو سنت کا لفظ استعمال ہوا ہے، وہ اصطلاحی واجب کے مقابلہ میں نہیں ہے،

۱۔ حدیث نمبر ۱۴۱۶، کتاب الصلاة، باب استحباب الوتر، المكتبة العصرية، صیدا - بیروت،

واللفظ له، سنن نسائی، حدیث نمبر ۱۶۷۵، مسند احمد، حدیث نمبر ۸۷۷۔

فی حاشیة مسند احمد: اسنادہ قوی۔

۲۔ حدیث نمبر ۴۵۳، ابواب الوتر، باب ما جاء أن الوتر ليس بحتم، شركة مكتبة ومطبعة

مصطفى البابي الحلبي - مصر، واللفظ له، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۲۶۲۔

قال الترمذی: وفي الباب عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ: حَدِيثٌ عَلَى حَدِيثِ حَسَنٍ (حوالہ

بالا)

حدیث قوی، عبد اللہ بن صندل، وسويد بن سعيد قد توبعا (حاشیة مسند احمد)

۳۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْوِتْرِ وَاجِبٌ هُوَ؟ قَالَ: أَمَّا الْفَرِيضَةُ فَلَا، وَلَكِنَّهَا سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللہ علیہ وسلم، وَأَصْحَابُهُ حَتَّى مَضَوْا عَلَى ذَلِكَ (مسند البزار، حدیث نمبر ۶۸۲)

بلکہ فرض کے مقابلہ میں ہونے کا بھی امکان ہے، کیونکہ واجب کی اصطلاح فقہائے کرام کی ہے، اور احادیث میں کئی فرائض کے لئے واجب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ۱

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوِثْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِثْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِثْرُ حَقٌّ، فَمَنْ

١ قوله: (كصلاكم المكتوبة) لا نقول: إن الوتر كالمكتوبة فإن منكر الخمسة كافر ومنكر الوتر ليس بكافر، وكذلك في الخمسة والوتر فرق اعتقاداً.

بقوله: (ولكن سن رسول الله إلخ) لا يستدل بهذا على سنية الوتر لأن السنة المصطلحة بين الفقهاء محدث، وأما السنة المستعملة في عبارات الشريعة تكون بمعنى الطريقة المسلوكة، وربما نجد لفظ السنة في حق الفرائض أيضاً ونظائرها كثيرة لا تحصى (العرف الشدى للكشميرى، ج ١ ص ٢٢٢، تحت حديث رقم ٣٥٣)

قال الشيخ ابو الطيب في شرح الترمذى: ليس فيه نفى الحتم المطلق، بل نفى الحتم الخاص، وهو حتم كحتم المكتوبة، فيفيد انه واجب ولو كان سنة لما افاد هذا التشبيه على هذا الوجه فائدة معتدة بها (هـ: ٣٩٩) والاثر اخرجه الترمذى بلفظ "الوتر ليس بحتم كصلاحتكم المكتوبة، ولكن سنة سنّها رسول الله صلى الله عليه وسلم اهـ، واستدل به الخصم على نفى وجوبه وكونه سنة، والجواب عنه: ان معنى قول "سن" شرع، وسيأتى فى باب الزكاة: "سن فيما سقت السماء والعيون او كان عشرين العشر" وقد فسروه بشرح اتفاقا، ولا دليل على انه اراد به الاستئنان المقابل للوجوب، كيف؟ وقد كان الوتر فى حقه صلى الله عليه وسلم واجبا عند الخصم، واما قوله "ان الله وتر يحب الوتر" فالمحبة لا تقتضى ان يكون واجبا، لان المحبوب هو المناسب والواجب مناسب الى مناسب، فلا تكون المحبة قرينة على الندب والسنة الاصطلاحية فافهم .

ووجه تأويلنا في قول علي رضي الله عنه ما في قوله صلى الله عليه وسلم "فاتروا يا اهل القرآن" من الامر، وهو للوجوب في الاصل ، قال العيني في "العمدة" فان قلت : قال الخطابي : تخصيصه اهل القرآن بالامر فيه يدل على أن الوتر ليس واجب، ولو كان واجبا لكان عاما، وأهل القرآن في عرف الناس هم القراء والحفاظ دون العوام .

قلت :أهل القرآن بحسب اللغة يتناول كل من معه شيء من القرآن ، فيدخل فيه الحفاظ وغيرهم ”ومعناه فافوتروا ايها المسلمون! فان اهل القرآن لقب لاهل الاسلام ، كما ان اهل التوراة والانجيل لقب للنصارى واليهود“ على ان القرآن كان في زمنه صلى الله عليه وسلم مقفرا بين الصحابة(راى فلم يكن الحفاظ الا قليل) قد ثبت انه صلى الله عليه وسلم امر بالوتر فى خطبته على رؤوس الاشهاد،فان كان وجوبه خاصا بالحفاظ دون غيرهم لم يخاطب الصحابة كلهم بقوله ” ان الله زادكم صلاة هى الوتر“ وبهذا التاويل الفاسد لا يبطل مقتضى الامر الدال على الوجوب اهر(اعلاء السنن ج٦ ص ١٣، ١٢، باب وجوب الوتر وبيان وقته)

لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ وتر حق ہے، پس جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر حق ہے، پس جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر حق ہے، پس جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ وتر کو حق فرمایا، اور اس کے چھوڑنے والے کے لئے یہ وعید بیان فرمائی، کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ اس قسم کی تاکید اور وعید سے وتر کی نماز کی تاکید و اہمیت ظاہر ہوئی۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے واجب ہونا مراد لیا ہے، جس کا درجہ ان کے نزدیک فرض

۱۔ حدیث نمبر ۱۲۱۹، کتاب الصلاة، باب فیمن لم یوتر، المكتبة العصرية، صیدا - بیروت، واللفظ له، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۳۰۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۹۳۴، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۱۱۴۷۔

قال الحاکم:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْمُنِيبِ الْعَتَكِيُّ مَرْوِيُّ ثِقَةً يُجْمَعُ حَدِيثُهُ وَلَمْ يَخْرُجْ أَهْلُ
وَقَالَ الدَّهْلَبِيُّ فِي التَّلْخِصِ: قَالَ الْبُخَارِيُّ عَنْهُ مَنَاقِبٌ.

وَفِي حَاشِيَةِ مَصْنُفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ:

قلت: كلمة البخاري في تاريخه ۵ (۲۳۵) ونقلها ابن عدي في الكامل ۲: ۲۳۶، لكنه ختم ترجمته بقوله "وهو عندي لا بأس به"، وفي التلخيص الحبير ۲: ۲۱، قال ابو حاتم: صالح، ووثقه يحيى بن معين، بل عتب ابو حاتم على البخاري، كيف ادخله في كتابه "الضعفاء" "الجرح" ۵ (۱۵۲۹) ويمكن حمل قول البخاري "عنده مناكير" على معنى له افراد، وفي التقریب (۴۳۱۲) صدوق يخطئ، قلت: فحديث حسن والله اعلم (تحقيق محمد عوامة، ج ۴ ص ۵۰۶)

وَفِي حَاشِيَةِ مَسْنَدِ أَحْمَدَ:

حسن لغيره، وهذا إسناده حسن في المتابعات والشواهد من أجل عبيد الله ابن عبد الله العتكي المروزي، فهو حسن الحديث في المتابعات والشواهد، والحسن بن يحيى -وهو المروزي- قال الحسيني: فيه نظر. لكنه قد توبع.

وأخرجه أبو داود (۱۲۱۹)، والحاكم ۳۰۶/۱، وابن نصر المروزي في "الوتر (۵)" من طرق عن الفضل بن موسى السيناني، بهذا الإسناد.

سے کم اور سنت سے زیادہ ہے۔ ۱

جبکہ بعض روایات میں وتر کے واجب ہونے کے الفاظ بھی ہیں۔ ۲

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا

۱۔ وکیف لا یكون واجبا والشارع يقول الوتر حق، أى: واجب ثابت، والدلیل علی هذا المعنى. قوله: (فمن لم یوتر فلیس منا؟) وهذا وعید شدید، ولا یقال مثل هذا إلا فی حق تارک فرض أو واجب، ولا سیما وقد تأکد ذلك بالتکرار ثلاث مرات، ومثل هذا الكلام بهذه التأكيدات لم یأت فی حق السنن، فسقط بذلك ما قاله الخطابی وسقط أيضا قوله: الأصل عدم الوجوب حتی یقوم دلیله، فهذا القائل وقف علی دلیله ولكن اتبع هواه لغيره، فالحق أحق أن یتبع.

والجواب عن خبر عبادة أنه إنما کذب الرجل فی قوله کوجوب الصلاة، ولم یقل أحد: أن الوتر واجب کوجوب الصلاة (عمدة القاری، ج ۷ ص ۱۲۰، کتاب الصلاة، باب لیجعل آخر صلاته وترا، وراجع للتفصیل: اعلاء السنن ج ۶ ص ۴، باب وجوب الوتر و بیان وقته)

۲۔ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: الْوُتْرُ حَقٌّ أَوْ وَاجِبٌ مَنْ شَاءَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَمَنْ شَاءَ أَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَمَنْ شَاءَ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ وَمَنْ شَاءَ أَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ فَمَنْ غَلِبَ فَلْيَوْمٍ إِيْمَاءَ رَوَى يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند الطيالسی، حدیث نمبر ۵۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَشِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَكَّامٌ، عَنْ عَنَبَسَةَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْوُتْرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُهُ يُرَوَّى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ بِهِذَا الْإِسْنَادِ (مسند البزار، حدیث نمبر ۱۶۳۷)

أخبرنا علی بن یحیی بن جعفر الإمام بأصبهان حدثنا أبو بکر محمد بن جعفر بن حفص المغازلی حدثنا أبو جعفر محمد بن العباس بن أيوب الأخرم حدثنا يعقوب بن إبراهيم يعنى الدورقي حدثنا أحمد بن نصر بن مالك الخزازي المقتول حدثنا عبد العزيز بن أبي رزمة قال حدثنا عبيد الله العتكي عن ابن بريدة عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر واجب فمن لم يوتر فليس منا (تاريخ بغداد، ج ۵ ص ۳۸۳، حرف النون من آباء الأحمدين)

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: الْوُتْرُ حَقٌّ، أَوْ وَاجِبٌ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حدیث نمبر ۶۹۳۰، کتاب الصلاة، مَنْ قَالَ: الْوُتْرُ وَاجِبٌ)

(مسند احمد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی وتر کی اہمیت و تاکید معلوم ہوئی۔
اور حضرت ابو تمیم جیشانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ عَمْرَوَ بْنَ الْعَاصِ، خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: إِنَّ أَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً، وَهِيَ الْوُتْرُ، فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ، قَالَ أَبُو تَمِيمٍ: فَأَخَذَ بِيَدِي أَبُو ذَرٍّ فَسَارَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَى أَبِي بَصْرَةَ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا قَالَ عَمْرُو؟ قَالَ أَبُو بَصْرَةَ: أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۳۸۵۱، مؤسسة الرسالة، بيروت) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۹۷۱، مؤسسة الرسالة، بيروت، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۹۳۲۔
فی حاشیہ مسند احمد:

حسن لغیره، وهذا إسناد ضعيف لضعف الخليل بن مرة، وفي الإسناد انقطاع، معاوية بن قرة لم يسمع من أبي هريرة. وأخرجه إسحاق بن راهويه (۹۷)، وابن أبي شيبة ۲۹۷/۲ عن وكيع، بهذا الإسناد. وأخرجه الطبراني في "الأوسط" (۳۰۲) "من طريق عبد الله بن أبي رومان الإسكندراني، عن عيسى بن واقد، عن محمد بن عمرو الليثي، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، بلفظ: "من لم يوتر فلا صلاة له". وإسناده ضعيف جداً، مسلسل بالضعفاء والمجاهيل. وفي الباب عن بريدة، سيأتي ۳۵۷/۵ وإسناده حسن.

۲۔ فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير علي بن إسحاق -وهو المروزي- فقد روى له الترمذي، وهو ثقة. سعيد بن يزيد: هو الحميري القتباني، وابن هبيرة: اسمه عبد الله، وأبو تميم الجيشاني: اسمه عبد الله بن مالك. وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (۳۴۹۲)، "والطبراني (۲۱۶۸) من طريقين عن ابن المبارك، بهذا الإسناد. ورواية الطبراني مختصرة لم يذكر فيها عمرو بن العاص وأبا ذر.

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا، اور فرمایا کہ حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کو زیادہ کیا ہے، اور وہ وتر کی نماز ہے، تو تم اس کو پڑھو، عشاء کی نماز سے لے کر فجر کی نماز کے درمیان تک، ابوتیمیم کہتے ہیں کہ میرا ابوذر نے ہاتھ پکڑا، اور مسجد میں ابوبصرہ کی طرف لے کر گئے، اور ان سے کہا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے، جو عمرو بن العاص نے (جمعہ کے خطبہ میں بیان) فرمائی، تو حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ بے شک میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (ترجمہ ختم)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۱۔

اور حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ زَادَكُمْ

۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هُبَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا تَيْمِيمٍ الْجَبَشِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمْرًا بْنَ الْعَاصِ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ الْوُتْرِ"، أَلَا وَإِنَّهُ أَبُو بَصْرَةَ الْغَفَارِيُّ، قَالَ أَبُو تَيْمِيمٍ: فَكُنْتُ أَنَا وَأَبُو ذَرٍّ قَاعِدَيْنِ، قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِي أَبُو ذَرٍّ فَانْطَلَقْنَا إِلَى أَبِي بَصْرَةَ فَوَجَدْنَاهُ عِنْدَ الْبَابِ الَّذِي يَلِي دَارَ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: يَا أَبَا بَصْرَةَ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً، فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ الْوُتْرِ؟" قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۷۲۹)

حدیث صحیح، و هذا إسناد حسن، ابن لهيعة إنما رواه عنه يحيى بن إسحاق - وهو السليحيني - وقد سمع منه قبل احتراق كعبه، وبقية رجال الإسناد ثقات رجال الصحيح. وأخرجه الحارث في "مسندہ" (۲۷۷) (زوائد) عن يحيى بن إسحاق، بهذا الإسناد. وأخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار" ۱/ ۳۳۰، ۳۳۱، وفي "شرح مشكل الآثار" (۴۹۱) "من طريق أبي عبد الرحمن المقرئ، والدولابي في "الكنى والأسماء" ۱/ ۱۶۵ "من طريق سعيد بن أبي مريم، والطبراني (۲۱۷) من طريق أسد بن موسى، ثلاثهم عن ابن لهيعة، به. وسقط اسم ابن هُبَيْرَةَ من مطبوع "شرح معاني الآثار" (حاشية مسند احمد)

صَلَاةٌ، وَهِيَ الْوُتْرُ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے تمہارے لئے ایک نماز کو زیادہ کیا ہے، اور وہ وتر ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً، فَحَافِظُوا عَلَيْهَا، وَهِيَ الْوُتْرُ فَكَانَ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، رَأَى أَنَّ يَعَادَ الْوُتْرُ، وَلَوْ بَعْدَ شَهْرٍ (مسند احمد) ۲

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کو زیادہ کیا ہے، تو تم اس کی حفاظت کرو، اور وہ وتر کی نماز ہے، اور حضرت عمرو بن شعیب (اس حدیث کے راوی) کی رائے یہ تھی کہ وتر کا اعادہ کیا جائے گا (یعنی اس کو پڑھا جائے گا) اگرچہ ایک مہینہ کے بعد ہی ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ وَزَادَكُمْ الْوُتْرَ (مسند الامام الاعظم، رواية الحارثي، حديث نمبر ۱۶۹۹، ج ۲ ص ۹۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر (نماز کو) فرض کیا ہے، اور تمہارے لئے وتر کو زیادہ کیا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۶۹۴۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، مُصَنَّف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر ۶۹۲۹، باب مَنْ قَالَ: الْوُتْرُ وَاجِبٌ.

فی حاشیة مسند احمد: حدیث حسن وهو مکرر (۶۹۹۳) سنداً ومقتناً.

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۱۹، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ له، مسند الطيالسي، حدیث نمبر ۲۳۷۷.

فی حاشیة مسند احمد: حدیث حسن لغيره.

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، وَهِيَ الْوُتْرُ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ (مستدرک حاکم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے (فرض نماز کے ساتھ) ایک نماز زیادہ فرمائی ہے، جو کہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، اور وہ وتر کی نماز ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر فجر کی نماز کے درمیان تک مقرر کیا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةً بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَوْمَى إِلَيْهَا أَنْ تَنْحَى وَقَالَ: هَذِهِ صَلَاةٌ زِدْتُمُوهَا (شرح معانی الآثار) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے، اور حضرت

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۳۸، کتاب الوتر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، و اللفظ لہ، مسند احمد، حدیث نمبر ۸، مسند خارجہ بن حذافہ العدوی، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۲۵۶۔
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، رُوَاهُ مَذْنُونٌ وَمُضَرِّيُونَ، وَلَمْ يَتْرَكَا إِلَّا لِمَا قَدْ مَثَّ ذِكْرُهُ مِنْ تَقَرُّدِ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ
وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.
فی حاشیة مسند احمد:

صحیح لغيره، وهذا إسناد ضعيف، عبد الله بن راشد أبو الضحاک الزّوفی وعبد الله بن أبي مَرْة - ويقال: ابن مَرْة - الزّوفی فی عداد المجہولین، وقال البخاری فی "التاریخ الكبير: ۲۰۳/۳" لا يعرف لإسناده سماع بعضهم من بعض. ومحمد بن إسحاق - وهو ابن يسار المدني - وإن كان مدلساً وقد عنعنه، إلا أنه صرح بالحديث فی الرواية الآتية برقم (۱۱)

۲۔ حدیث نمبر ۲۳۹۵، کتاب الصلاة، باب الوتر هل یصلی فی السفر علی الراحلة أم لا ؟
وهذا سند حسن، رجاله ثقات، وان تکلم فی بعضهم الخ (اعلاء السنن ج ۶ ص ۲۶، ابواب الوتر، باب وجوب الوتر، و بیان وقته)

عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے لیٹی ہوئی ہوتی تھیں، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے، تو ان کو (وتر کی نماز پڑھنے کے لئے) اٹھنے کا اشارہ فرماتے، اور فرماتے کہ یہ نماز تمہارے لئے زیادہ کی گئی ہے (ترجمہ ختم) رات کو وتر کے لئے اٹھانے کا یہ واقعہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقُبْلَةِ رَاقِدَةً عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَرْقُدُ عَلَيْهِ، حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَتَقَطَّهَا فَأَوْتَرَتْ (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (تہجد کی) نماز پڑھتے رہتے تھے، اور وہ آپ کے اور قبلے کے درمیان اس بستر پر لیٹی ہوئی ہوتی تھیں، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے، یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تھے، تو ان کو اٹھاتے تھے، پھر وہ وتر کی نماز پڑھتی تھیں (ترجمہ ختم) اور تہجد کی نماز کے بجائے وتر کی نماز کے لئے اٹھانے سے وتروں کی نماز کی اہمیت بھی معلوم ہوئی۔ ۲

بعض حضرات کے بقول وتر کی نماز کے زیادہ ہونے کی حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ کئی صحابہ کرام سے مروی ہونے کی وجہ سے تو اتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

اور وتر کی نماز کو فرض نماز کے ساتھ زیادہ قرار دینے اور اس کو پڑھنے اور اس کی حفاظت کا حکم

۱۔ حدیث نمبر ۷۱۱، کتاب الصلاة، باب من قال المرأة لا تقطع الصلاة، المكتبة العصرية، صیدا - بیروت، واللفظ له، بخاری، باب إيقاظ النبي صلى الله عليه وسلم أهله بالوتر، حدیث نمبر ۹۹۷، سنن نسائی، حدیث نمبر ۷۵۹۔

۲۔ وبالجملة فإيقاظ النبي صلى الله عليه وسلم إياها مع قوله "هذه صلاة قد زدتموها" يدل على وجوب الوتر ظاهراً (اعلاء السنن ج ۶ ص ۲۷، ابواب الوتر، باب وجوب الوتر، وبيان وقته)

دینے سے وتر کی نماز کی خاص اہمیت اور فرائض سے اس کا گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ۱۔
جس سے بالآخر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وتروں کی اہمیت کو سنتوں سے زیادہ سمجھ کر واجب

۱۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ زَادَكُمْ صَلَاةً، وَهِيَ الْوُتْرُ (مسند الشاميين للطبرانی، حدیث نمبر ۲۸۳۸)

عَنْ أَبِي بَصْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً فَحَافِظُوا عَلَيْهَا، وَجَعَلَ وَقْتُهَا فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ وَهِيَ الْوُتْرُ (المعجم الكبير للطبرانی، حدیث نمبر ۲۱۶۸)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوُتْرُ فَحَافِظُوا عَلَيْهَا (مسند الامام الاعظم، رواة ابی عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی، ج ۲ ص ۸۴۵، حدیث نمبر ۱۱۲۵)

حدیث: (إن الله زادكم صلاة هي خير لكم من حمر النعم وهي الوتر) أوردته في الأزهار من حديث خارجه بن حذافة وأبي بصرة الغفاري ومعاذ بن جبل وابن عمرو وابن عباس وعقبة بن عامر الجهني . وعمرو بن العاص وابن عمر ثمانية أنفس. (قلت) وفيه أيضا عن أبي سعيد الخدري بلفظ أن الله عز وجل زادكم صلاة وهي الوتر أخرجه الطبراني في مسند الشاميين بسند قال الحافظ ابن حجر أنه حسن (نظم المتأثر من الحديث المتواتر للشيخ محمد جعفر الكتاني، ص ۱۰۴، حدیث نمبر ۸۶)
قلت: ذكرناه اعتضادا، فان الضعيف اذا كان لما رواه شاهد او شواهد صلح للاعتضاد.

فهي لاء تسعة او ثمانية من الصحابة يروون لفظ الزيادة في الوتر، ولم يثبت مثل ذلك في ركعتي الفجر الا فيما رواه البيهقي عن الحاكم براوية ابی سعيد رضی اللہ عنہ فقط۔ فلم نقل بوجوبهما لكون الحديث شاذًا غريبًا فيما يعم به البلوى وان كان سنده صحيحًا، على ان لفظ الزيادة المروى في الوتر لم نجد له معارضًا، بل وجدنا في الروايات ما يؤيده، معني، كقوله صلى الله عليه وسلم "الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا" وقوله "الوتر حق واجب" وقوله "وترو صلاة الليل" بصيغة الامر ونحوها، بخلافه في سنة الفجر فقد وجدنا فيهما ما يعارضه، منه ما أخرجه الشيخان واللفظ للبخاري عن عائشة قال: "لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم على شيء من النوافل اشد تعاهدًا منه على ركعتي الفجر" (۱: ۱۵۶) فعدتها من النوافل وهي ينافي زيادتها على الفرائض وكونها من جنس المزداد فيه، ومنه ما أخرجه الحاكم عن ام حبيبة مرفوعًا "من صلى نتي عشرة سجدة تطوعا بنى الله له بيتا في الجنة" وصححه هو والذهبي (۱: ۳۱۲) وذكر منها ركعتي الفجر في طريق اخرى عن ام حبيبة نفسها مرفوعًا (۱: ۳۱۱) وصححه هو والذهبي على شرط مسلم ايضا، واخرج الترمذی والنسائي واللفظ للترمذی وقال: حسن صحيح بلفظ "من صلى في كل يوم نتي عشرة ركعة تطوعا من غير الفريضة بنى الله له بيتا في الجنة"، اربعا قبل الظهر، وركعتين قبل صلاة الغداة" وفيه دلالة على كونها تطوعا، فهذا هو الصارف للفظ الزيادة المروى في حديث ابی سعيد عن الحقيقة، ولا جله لم نقل بوجوب ركعتي الفجر، ولم يوجد مثل هذا الصارف في باب الوتر، فحملنا لفظ الزيادة فيه على الحقيقة وقلنا بوجوبه فافهم (اعلاء السنن ج ۶ ص ۸، ابواب الوتر، باب وجوب الوتر، وبيان وقته)

قراردیا ہے، لیکن کیونکہ اس کا حکم پانچ نمازوں کی طرح کا قطعی نہیں ہے، اس لئے اس کو فرائض سے کم درجہ میں رکھا ہے، جو کہ واجب ہے۔ ۱۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

مَا أَحَبُّ إِلَيَّ تَرَكْتُ الْوُتْرَ، وَلَوْ أَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۲

ترجمہ: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں وتر چھوڑوں، اگرچہ مجھے (اس کے عوض)

سرخ اونٹ ہی کیوں نہ حاصل ہو جائیں (ترجمہ ختم)

سرخ اونٹ عرب میں قیمتی شمار ہوتے تھے، اور اُس زمانے میں اونٹ بہت ضروری اور کارآمد چیز تھی، سواری اور بار برداری کے اہم کام اونٹ کے ذریعہ سے انجام دیئے جاتے تھے، اس لئے سرخ اونٹوں کا ذکر فرمایا، جس سے وتر کی نماز کی اہمیت و تاکید معلوم ہوئی۔

اور حضرت ابنِ مخرق عبدی سے روایت ہے کہ:

۱۔ إِنْ أَلَّهِ تَعَالَى زَادَكُمْ صَلَاةَ الْوُتْرِ فَصَلُّوْهَا مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ وَالِاسْتِدْلَالَ بِهِ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّهُ أَمْرٌ بِهَا مُطْلَقٌ لِلْجُوبِ، وَالثَّانِي أَنَّهُ سَمَّاها زِيَادَةً وَزِيَادَةُ عَلَى الشَّيْءِ لَا تَتَصَوَّرُ إِلَّا مِنْ جَنْسِهِ فَأَمَّا إِذَا كَانَ غَيْرَهُ فَإِنَّهُ يَكُونُ قِرَانًا لَا زِيَادَةَ وَلِأَنَّ الزِّيَادَةَ إِنَّمَا تَتَصَوَّرُ عَلَى الْمَقْدَرِ وَهُوَ الْفَرَضُ، فَأَمَّا النِّفْلُ فَلَيْسَ بِمَقْدَرٍ فَلَا تَتَحَقَّقُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ، وَلَا يُقَالُ: إِنَّهَا زِيَادَةُ عَلَى الْفَرَضِ لَكِنْ فِي الْفِعْلِ لَا فِي الْوُجُوبِ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَهَا قَبْلَ ذَلِكَ أَلَا تَرَى أَنَّهُ قَالَ: أَلَا وَهِيَ الْوُتْرُ؟ ذَكَرَهَا مَعْرِفَةُ بِحَرْفِ التَّعْرِيفِ، وَمِثْلُ هَذَا التَّعْرِيفِ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِالْعَهْدِ وَلِذَا لَمْ يَسْتَفْسِرُوهَا. وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِعْلُهَا مَعْهُودًا لَاسْتَفْسَرُوا فَدَلَّ أَنَّ ذَلِكَ فِي الْوُجُوبِ لَا فِي الْفِعْلِ، وَلَا يُقَالُ: إِنَّهَا زِيَادَةُ عَلَى السَّنَنِ؛ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَوْدِي قَبْلَ ذَلِكَ بِطَرِيقِ السَّنَةِ (بَدَائِعُ الصَّنَائِعِ، ج ۱ ص ۲۷۱، كِتَابُ الصَّلَاةِ، فَصْلُ فِي أَنْوَاعِ الصَّلَاةِ الْوَاجِبَةِ وَمِنْهَا صَلَاةُ الْوُتْرِ)

قلت: لا نسلم أن قوله: (أمدكم بصلوة)، يدل على أنها غير لازمة، بل يدل على أنها لازمة، وذلك لأنه، صلى الله عليه وسلم، نسب ذلك إلى الله تعالى، فلا يكون ذلك إلا واجبا. وتعيين العبارة ليس بشرط في الوجوب قوله: ومعناه الزيادة في النوافل غير صحيح، لأن الزيادة عن الله تعالى لا تكون نفلا، وإنما يكون ذلك إذا كان من النبي، صلى الله عليه وسلم، بشرط عدم المواظبة (عمدة القاري، ج ۷ ص ۱۲، ۱۳، كِتَابُ الْوُتْرِ، بَابُ لِيَجْعَلَ آخِرَ صَلَاتِهِ وَتَرَا)

۲۔ ج ۴ ص ۵۰۵، حدیث نمبر ۶۹۳۳، مَنْ قَالَ: الْوُتْرُ وَاجِبٌ.

والانقطاع الذي بين النخعي وعمر أو ابنه عبدالله لا يضر، فإنه ملحق بمرواسيله (حاشية مصنف ابن أبي شيبة، لمروامة)

قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: أَرَأَيْتَ الْوُتْرَ أَسَنَّةٌ هُوَ؟ قَالَ: مَا سُنَّةٌ "أُوتِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُوتِرَ الْمُسْلِمُونَ" قَالَ: لَا أَسَنَّةٌ هُوَ؟ قَالَ: مَهْ، أَوْ تَعْقِلُ أُوتِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُوتِرَ الْمُسْلِمُونَ (مسند احمد، حديث نمبر ۴۸۳۳، مؤسسة الرسالة، بيروت) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ کیا وتر سنت ہیں؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سنت کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے وتر پڑھے، اس نے پھر کہا کہ کیا وتر سنت ہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ یہ سوال نہ کریں، کیا آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے وتر پڑھے (ترجمہ ختم) اور حضرت نافع سے اس طرح روایت ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْوُتْرِ أَوْ اجِبَ هُوَ؟ فَقَالَ: أُوتِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ (مسند احمد) ۲

۱۔ فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير مسلم، وهو ابن مخراق العبدي القرّی، فمن رجال مسلم. معاذ. هو ابن معاذ العبّري، وابن عون. هو عبد الله أبو عون البصري. وأخرجه ابن أبي شيبة ۲/۵۹۵ و ۱۳/۲۳۶، عن معاذ، بهذا الإسناد. ورواه مالك في "الموطأ" ۱/۲۴ "بلاغاً، وأورده المروزي في "مختصر قيام الليل" ص ۱۸ معلقاً عن مسلم القرّی، به. وسياقي برقم (۵۲۱۶)، وانظر (۴۴۹۲) قال السندی: قوله: قال: ما سنة؟ أي: ما معنى كونه سنة أو غير سنة؟، وأي وجه لهذا السؤال؟، ثم أجابه بأن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فعله، وهو غير مخصوص به حيث إن المسلمين فعلوه أيضاً، وفي مثله ينبغي الاقتداء به، وينبغي للناس أن يسألوا عن هذا المعنى، ثم يعملوا به، ولا ينبغي لهم أن يسألوا عن كونه سنة، أي: غير واجب، ليتوسلوا بذلك إلى تركه. قوله: قال: لا، أي: ما أسألك عن هذا المعنى، بل أسألك عن كونه سنة أم لا. قوله: مه، أي: اسكت عن هذا السؤال، أو: ما هذا السؤال؟! أتعقل؟ أي: هذا الجواب الذي ذكرت لك.

۲۔ حديث نمبر ۵۲۱۶، مؤسسة الرسالة، بيروت.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فی حاشیہ مسند احمد:

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، کہ کیا وتر واجب ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے وتر پڑھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وتروں کے متعلق سنت ہونے کا سوال کرنے والے کو تو تنبیہ فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے اس پر عمل ہونے کا جواب دیا۔ اور واجب ہونے کا سوال کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے اس پر متواتر عمل ہونے کا جواب دیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز انتہائی اہمیت و تاکید کی حامل ہے، اور وتر کی نماز کا درجہ عام سنتوں سے زیادہ ہے۔ ۱۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنِ الْوُتْرِ أَوْ نَسِيَهُ، فَلْيُؤْتِرْ

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

إسناده صحيح على شرط الشيخين . وكيع : هو ابن الجراح الرؤاسي، وسفيان : هو الثوري، وعمر بن محمد : هو ابن زيد بن عبد الله بن عمر بن الخطاب، ونافع : هو مولی ابن عمر . وأخرجه ابن عدی فی "الكامل ۵/ ۱۶۸۰۰" من طريق الوليد بن مسلم، عن عمر بن محمد، به . وقد سلف برقم (۴۸۳۴) ولكن السؤال هناك : أسنة هو؟ .

۱۔ قلت : نحن أيضا نقول : إنه ليس بفرض ، ولكنه واجب للدلائل التي ذكرناها، ومن لم يفرق بين الفرض والواجب فقد صادم اللغة، والمعنى اللغوي مراعى فى المعنى الشرعى، وقد مر فى حديث أبى قتادة التصريح بالوجوب، وفى (موطأ مالك) : أنه بلغه أن ابن عمر سئل عن الوتر أواجب هو؟ فقال عبد الله : قد أوتر النبي صلى الله عليه وسلم والمسلمون، وفيه دلالة ظاهرة على وجوبه، إذ كلامه يدل على أنه صار سبيلا للمسلمين، فمن تركه فقد دخل فى قوله تعالى : (ويتبع غير سبيل المؤمنين) (النساء: ۵۱) (عمدة القارى للعینی، ج ۷ ص ۱۶، كتاب الوتر، باب الوتر فى السفر)

قلت : وإنما لم يصرح بوجوبه كيلا يظن تحتمه كتحتام الفرائض الخمس وفيه انكار ابن عمر على قول القائل اسنة هو، فدل على وجوبه عنده، ولكنه لم يصرح به لما قلنا (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۶، ابواب الوتر، باب وجوب الوتر، وبين وقته)

إِذَا ذَكَرَهُ أَوْ اسْتَيْقَظَ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وتر سے سوتا رہ جائے، یا بھول جائے، تو اسے چاہئے کہ وتر اس وقت پڑھ لے، جب اسے یاد آئے، یا بیدار ہو (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۲۶۳، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ، ترمذی، حدیث نمبر ۴۶۵، وحدیث نمبر ۴۶۶، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۱۲۷، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۶۳۷۔
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ " وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.
فی حاشیہ مسند احمد:

حدیث صحیح، عبد الرحمن بن زید بن أسلم - وإن يكن ضعيفاً - متابع، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين. وكيع: هو ابن الجراح.

وأخرجه الترمذی (۴۶۵) والمرزى في "قيام الليل" ص ۱۴۲ (مختصراً) من طريق وكيع، بهذا الإسناد. زاد المروزي: قال وكيع: يعني من ليلته. وأخرجه ابن ماجه (۱۱۸۸) من طريق أبي مصعب أحمد بن أبي بكر، وسويد بن سعيد، عن عبد الرحمن بن زید بن أسلم، به. وأخرجه المروزي في "قيام الليل" ص ۱۴۲ من طريق عبد الله بن نافع، عن عبد الرحمن بن زید، به، بلفظ: قيل له (يعني للنبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ): أحمدا يصبح، ولم يُوتر، يغلبه النوم؟ قال: فليوتر وإن أصبح.

وقد تابع عبد الرحمن بن زید محمد بن مطرف فيما أخرجه أبو داود (۱۴۳۱) والدارقطنی فی "السنن ۲/۲۲" والحاكم فی "المستدرک ۱/۳۰۲" والبيهقي في "السنن ۲/۴۸۰" كلهم من طريق محمد بن مطرف المدني، عن زید بن أسلم، به. وهذا إسناد صحيح على شرطهما. قال الحاكم: صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي.

وأخرجه الترمذی (۴۶۶) من طريق عبد الله بن زید بن أسلم، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بلفظ: "من نام عن وتره فليصل إذا أصبح"، وهذا مرسل. قال الترمذی: وهذا أصح من الحديث الأول. ثم قال: سمعت أبا داود السجزي يقول: سألت أحمد بن حنبل عن عبد الرحمن بن زید بن أسلم؟ فقال: أخوه عبد الله لا بأس به. وسمعت محمداً (يعني البخاري) يذكر عن علي بن عبد الله (يعني المدني) أنه ضعف عبد الرحمن بن زید بن أسلم، وقال: عبد الله بن زید بن أسلم قال السندی: قوله: "فليوتر إذا ذكره"، أي: ولو بعد الصبح، فيدل الحديث على تأكيد الوتر، وأنه يقتضى كالفرض، فيمكن أن يستدل به من يؤجبه. ونقل الحافظ في "الفتح ۲/۴۸۰" عن ابن قدامة قوله: لا ينبغي لأحد أن يتعمد ترك الوتر حتى يصبح. قلنا: وذلك لقوله عليه الصلاة والسلام: "الوتر بليل"، وقد سلف برقم (۱۱۰۱) وقوله: "أوتروا قبل الصبح"، وسلف برقم (۱۱۰۷)

اس طرح کا حکم احادیث میں فرض نماز کے بارے میں بھی آیا ہے۔ ۱
جس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کو فرض نماز سے مشابہت حاصل ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
نے اس سے واجب ہونا مراد لیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ وَلَمْ يُؤْتِرْ
فَلْيُؤْتِرْ (مسند درک حاکم) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی صبح کرے،
اور اس نے وتر نہ پڑھے ہوں، تو اسے چاہئے کہ وتر پڑھ لے (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے بخاری کی شرط پر ہے۔ ۳

۱۔ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: ذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوْمَهُمْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: إِنَّهُ
لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْقِيَظَةِ، فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا
فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا (سنن نسائی، حدیث نمبر ۶۱۵)
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً، أَوْ نَامَ
عَنْهَا، فَكَفَّرَ تَهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا (مسلم، حدیث نمبر ۶۸۴)
۲۔ حدیث نمبر ۱۱۳۶، کتاب الوتر، دار الکتب العلمیة، واللفظ لہ، سنن البیہقی، حدیث نمبر
۴۱۹۵۔

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُعْرَ جَاهٌ
وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

۳۔ اس پر بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایت میں محمد بن قیس مسلم کے رجال میں سے نہیں ہیں، اور ان کے بارے
میں تقریب میں کہا گیا ہے کہ ”صدوق بہم“ اور ان کے والد قیس بن سلیمان مدنی کو بعض نے ”لیس بقوی“ اور بعض نے ”لہ
غرائب“ اور بعض نے ”صدوق کثیر الخطا“ فرمایا ہے۔
مگر اولاً تو امام بخاری نے ان دونوں شخصیات کی سند سے کئی احادیث کی تخریج فرمائی ہے، لہذا یہ حدیث بخاری کی شرط پر
ہے، اگرچہ مسلم کی شرط پر نہ ہو۔

چنانچہ علامہ ابن رجب فرماتے ہیں کہ:

وخرج - أيضا - من رواية محمد بن فليح، عن أبيه، عن هلال بن علي، عن عبد الرحمن
بن أبي عمرة، عن أبي هريرة، عن النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - : (إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ
وَلَمْ يُؤْتِرْ فَلْيُؤْتِرْ) وقال: صحيح على شرطهما. والبخاري يخرج بهذا الإسناد
﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابو نہیک فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ كَانَ يَخْطُبُ النَّاسَ أَنْ لَا وَتَرٍ لِمَنْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ
فَانْطَلَقَ رِجَالٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى عَائِشَةَ، فَأَخْبَرُوهَا، فَقَالَتْ: كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ، فَيُوتِرُ (مسند احمد) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کثیرا۔ (فتح الباری لابن رجب، ج ۹ ص ۵۳، ابواب الوتر، باب ساعات الوتر)

اسی سند کے ساتھ ایک حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے جو تخریج کی ہے، وہ درج ذیل ہے:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَرَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: "مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، أَقْرَبُ وَإِنْ شِئْتُمْ: (النَّبِيُّ
أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ) (الأحزاب: ۶) فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَا لَا فَلَئِيْرُهُ عَصَبَتُهُ مَنْ
كَانُوا، فَلِنْ تَرَكَ دِينَنَا، أَوْ ضَيَّاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاةُ" (بخاری، حدیث نمبر ۴۷۹۱،

کتاب تفسیر القرآن، باب النبی اولى بالمؤمنين من انفسهم)

علاوہ ازیں یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق ہے، اور متعدد احادیث اس مضمون کی موجود

ہیں، جن کے ہوتے ہوئے اس حدیث کے صحیح ہونے میں ایک مصحف کے لئے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

ربا بعض کا یہ تاویل کرنا کہ یہ معذورین پر محمول ہے، اور غیر معذور کے لئے یہ حکم نہیں۔

یہ بات درست نہیں، کیونکہ جب معذور کے لئے بھی قضا کا حکم ہے، تو غیر معذور کے لئے بدرجہ اولیٰ حکم ہے، اور اس پر قضا

کے ساتھ توبہ بھی واجب ہے، جیسا کہ فرض نماز کا معاملہ ہے۔ محمد رضوان۔

۱۔ حدیث نمبر ۲۶۰۵۸، مؤسسة الرسالة، بیروت۔

قال الهيثمي:

رواه أحمد والطبرانی في الأوسط وإسناده حسن (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۶، باب

فيمن فاتته الوتر)

وفي حاشية مسند احمد:

إسناده حسن من أجل أبي نهيك - وهو عثمان بن نهيك - إن ثبت سماعه من عائشة،

فقد روى عنه جمعٌ، وذكره أبو حبان في "الثقات"، وقال الحافظ في "التقريب": ثقة.

وباقی رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين. رَوَّح: هو ابنُ عبادة، وابنُ جُرَيْج: هو عبدُ

الملك بن عبد العزيز، وقد صرح بالتحديث فانتفت شبهة تلبيسه، وزياد: هو ابنُ

سعد الخراساني. وأخرجه الطبرانی في "الأوسط (۲۱۵۳)" والبيهقي في "السنن"

۴/۲ من طريق أبي عاصم النبيل، عن ابن جريج، بهذا الإسناد. وذكره الهيثمي في

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء لوگوں کو خطبہ میں یہ بات فرما رہے تھے کہ جس شخص کو صبح ہو جائے، تو اس کے لئے وتر کا حکم نہیں ہے، تو مومنین میں سے بعض لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے، اور انہیں اس بات کی خبر دی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح ہونے کے بعد بھی وتر پڑھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

یہ حدیث اور کئی محدثین نے بھی روایت کی ہے۔ ۱۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

"مجمع الزوائد ۲/۲۴۶" وقال: إسناده حسن. وسلف من حديث أبي سعيد الخدري برقم (۱۱۲۶۳) أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "من نام عن الوتر، أو نسيه، فليوتر إذا ذكره، أو استيقظ." وهو صحيح. وقد ذكر الإمام مالك في "الموطأ" ۲/۲۷، ۲۷، ۲۸ آثراً عن عدد من الصحابة أنهم أوتروا بعد الفجر، ثم قال: وإنما يؤتروا بعد الفجر من نام عن الوتر، ولا ينبغي لأحد أن يتعمد ذلك، حتى يضع وتره بعد الفجر. قال السندی: قولها: يصبح فيوتر، أي: فيالصبح لا يسقط الوتر، بل ينبغي أن يقضى بعده، والله تعالى أعلم.

۱۔ فی سنن البيهقي:

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادٍ أَنَّ أَبَا نَهْيِكَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ خَطَبَ، فَقَالَ: "مَنْ أَدْرَكَهُ الصُّبْحُ فَلَا وَتَرَ لَهُ" فَقَذَرَ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: "كَذَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ فَيُوتِرُ" قِيلَ لِأَبِي عَاصِمٍ: مَنْ ذُوْنُ زِيَادٍ؟ قَالَ: ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ (سنن البيهقي، حديث نمبر ۴۱۹۶)

وفی صلاة الوتر لمحمد بن نصر المروزی:

ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي زِيَادٌ، أَنَّ أَبَا نَهْيِكَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ كَانَ يَخْطُبُ النَّاسَ فَيَقُولُ: لَا وَتَرَ لِمَنْ أَدْرَكَهُ الصُّبْحُ. قَالَ: فَانْطَلَقَ رَجَالٌ إِلَى عَائِشَةَ، فَأَخْبَرُوهَا فَقَالَتْ: كَذَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ فَيُوتِرُ (صلاة الوتر لمحمد بن نصر المروزی، حديث نمبر ۸۱)

وفی مصنف لعبد الرزاق:

عبد الرزاق عن ابن جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرْتُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: لَا وَتَرَ لِمَنْ أَدْرَكَهُ الصُّبْحُ، فَقَذَرَ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ، فَقَالَتْ: كَذَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ فَيُوتِرُ (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۴۶۰۳)

اور جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

هُوَ وَاجِبٌ، وَلَمْ يُكْتَبْ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: وتر واجب ہیں، اور فرض نہیں کئے گئے (ترجمہ ختم)

اور ایک اور تابعی حضرت طاؤس کے بارے میں مروی ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ يُوجِبُ الْوِتْرَ، وَيَقُولُ: مَنْ فَاتَهُ الْوِتْرُ حَتَّى يُصْبِحَ، فَلْيُوتِرْ

حِينَ يَذْكُرُ (مصنف عبد الرزاق) ۲

ترجمہ: حضرت طاؤس وتر کو واجب قرار دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جس سے

وتر فوت ہو جائیں، اور صبح ہو جائے، تو اس کو چاہئے کہ وتر پڑھے، جب بھی یاد

آجائے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی اور بھی روایات ہیں، جن میں صبح صادق ہونے کے بعد وتر کی نماز کو پڑھنے کا ذکر

ہے، حالانکہ صحیح احادیث کی رُو سے وتر کی نماز کا ادا وقت عشاء کی نماز سے لے کر صبح صادق

کے درمیان تک ہے۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۲۹۳۱، کتاب الصلاة، باب مَنْ قَالَ: الْوِتْرُ وَاجِبٌ، مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر ۳۵۸۳۔

۲۔ حدیث نمبر ۴۵۸۵، کتاب الصلاة، باب وجوب الوتر، هل شيء من التطوع واجب، المكتب الاسلامی، بیروت۔

۳۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُنتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ فِي مَسْجِدِ عَمْرِو بْنِ شَرْحِبِيلٍ، فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَجَعَلُوا يَنْتَظِرُونَهُ فَبَاءَ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ أُوتِرُ، قَالَ: وَسُئِلَ عَبْدُ اللَّهِ، هَلْ بَعْدَ الْأَذَانِ وَتَرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَبَعْدَ الْإِقَامَةِ، وَحَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى (نسائی، حدیث نمبر ۱۶۸۵)

عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ: هَلْ بَعْدَ الْأَذَانِ وَتَرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَبَعْدَ الْإِقَامَةِ (المعجم الكبير للطبرانی، حدیث نمبر ۹۳۱۶)

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثنا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا أَبُو عَصَامٍ رَوَاهُ، حَدَّثَنَا نَهْشَلٌ، عَنْ الضَّحَّاكِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَاتَهُ الْوِتْرُ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَقْضِهِ مِنَ الْغَدِ (سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۶۳۹)

عن خالد بن أبي كريمة قال سمعت معاوية بن قرة يقول أتى رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رات میں وتر رہ جانے کی صورت میں بعد میں پڑھنے سے وتروں کی اہمیت معلوم ہوئی، جس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد اور حضرت طاؤس کی طرح واجب ہونا مراد لیا ہے، اسی وجہ سے وتر قضا ہو جانے کی صورت میں ان کی ادائیگی کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فقال إنى لم أوتر حتى أصبحت فقال النبى صلى الله عليه وسلم إنما الوتر بالليل فأعاد عليه فأمره أن يوتر (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۴۶۰۷)
عن أبى نضرة قال احتبس سعد بن أبى وقاص يوما عن الصلاة فقل له أبطأت على الناس فقال له أدر كنى الصبح قبل أن أوتر فأوترت (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۴۶۰۹)
عن الزبير بن عدى عن إبراهيم قال سألت عبيدة عن الرجل يستيقظ عند الإقامة ولم يوتر قال يوتر (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۴۶۱۱)
عن أيوب عن نافع أن رجلا سأل ابن عمر عن الوتر فقال بينا ابن عمر يطوف بالبيت ليلة فاجأه الصبح فأوتر (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۴۶۱۲)
وعن الأغر المزنى أن رجلا أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: يا نبى الله إني أصبحت ولم أوتر، فقال: "إنما الوتر بالليل"، فقال: يا نبى الله إني أصبحت ولم أوتر قال: "فأوتر. رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون وإن كان فى بعضهم كلام لا يضر (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۶، باب فىمن فاتته الوتر)

۱۔ اور بعض روایات میں جو صبح ہونے کے بعد وتر نہ ہونے کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبح کے بعد وتر ادا نہیں رہے، اور وتروں کو اتنا مؤثر نہیں کرنا چاہئے۔

اور بعض روایات سے جو اس کے خلاف مفہوم ہوتا ہے، اس کے بارے میں پہلے عرض کیا جا چکا کہ اختلاف و تعارض کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے احوط کو ترجیح دی اور اختیار کیا ہے۔

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى أَنَّهُ لَا وَتْرَ بَعْدَ الصُّبْحِ، وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَذَهَبَ آخَرُونَ إِلَى أَنَّهُ يَقْضِيهِ مَتَى كَانَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَأُظْهِرَ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ، وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ. وَرَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بَنِ اسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَامَ عَنْ وَتْرِهِ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ. وَرَوَى مَعْنَى هَذَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مُتَصِلًا، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ. وَذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ ضَعَّفَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ بَنِ اسْلَمَ، وَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ بَنِ اسْلَمَ فَقَدْ وَرَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أوترَ بَعْدَ مَا انْصَرَفَ النَّاسُ مِنَ الصُّبْحِ، ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: مَا أَبَالِي لَوْ أَقْبِمْتُ صَلَاةَ الصُّبْحِ، وَأَنَا أوترُ. وَخَرَجَ عِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ يَوْمًا إِلَى الصُّبْحِ، فَأَقَامَ الْمُؤَذِّنُ، فَأَسْكَنَهُ حَتَّى أوترَ، ثُمَّ صَلَّى لَهُمُ الصُّبْحَ. وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بَنِ رَبِيعَةَ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ يوترَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ (شرح السنة للبغوي، ج ۳ ص ۸۸، ۸۹، ابواب النوافل، باب مبادرة الصبح بالوتر)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کا درجہ اگرچہ فرض سے کم ہے، مگر سنت نمازوں سے زیادہ ہے، جس سے امام ابوحنیفہ اور حضرت مجاہد و طاؤس جیسے جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ نے احتیاطاً واجب ہونا مراد لیا ہے، جو مضبوط و مستحکم دلائل پر مبنی ہے۔

اور وتر کی اہمیت و تاکید دوسرے فقہاء کے نزدیک بھی مسلم ہے، کہ وہ اس کو عام سنت کے بجائے اہم اور تاکید کی سنت قرار دیتے ہیں، جس کا درجہ واجب کے قریب تر ہے۔

پس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا دوسرے فقہائے کرام سے اختلاف زیادہ شدید نہیں ہے۔ ۱۔

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محمد رضوان

یکم/ربیع الآخر/۱۴۳۲ھ 07/مارچ/2011ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

قلت: فیہ امر صریح بقضاء الوتر بعد طلوع الفجر، وقد ثبت كراهة الزيادة على ركعتي الفجر بعد طلوعها باحاديث صحيحة وحسان قد ذكرناها في الجزء الثاني من الكتاب، وقال الترمذی: هذا مما اجمع عليه اهل العلم كرهوا ان يصلي الرجل بعد طلوع الفجر الا ركعتي الفجر (۱: ۵۶) فالامر بقضاء الوتر في هذا الوقت يفيد كونه أكد من ركعتي الفجر، وهو ليس الا الوجوب لكون ركعتي الفجر من اكاد السنن، فالأكد منه ليس الا الواجب، ولو كان سنة، او نافلة لم يجز قضاؤه في هذا الوقت (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۳، باب وجوب الوتر وبيان وقته)

۱۔ قال شيخنا في تعليقاته: لم يجعله احد جائز الترك فسمه ماشئت اهـ، قال الرام: فاتفقوا على ان تاركه آثم او على عدم جواز تركه وكذا اتفقوا على عدم تكفير منكره فاذن الخلاف قريب من الخلاف الصوري نظير خلافهم مسألة بساطة الايمان وتركيبه او زيادته ونقصه من مسائل الاصول فليس من النصفة توسيع ساحة الخلاف على ان اصطلاح ابي حنيفة في الفرق بين الواجب والفرض مشهور متقرر في محله (معارف السنن ج ۳ ص ۱۷۱، ۱۷۲، ابواب الوتر، باب ما جاء في فضل الوتر)

اجتمعت عدة امور افادت الوجوب في نظر فقيه الامة وفقه الملة وهي (۱) المواظبة على عدم الترك اصلاً (۲) عدم جواز الترك والاجماع عليه (۳) تخصيصه بوقت (۴) قضاؤه اذا نسيه (۵) قول عدة من سلف الامة على الوجوب (۶) اهتمام ذكره بمثل هذه الكلمات وما الى ذلك من وجوه في الباب (معارف السنن ج ۳ ص ۱۷۳، ابواب الوتر، باب ما جاء في فضل الوتر)

وتر کی نماز کا وقت اور وتر کے بعد نوافل کی تحقیق

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
وتر کی نماز کا وقت کیا ہے، اور کس وقت اس کو پڑھنا افضل ہے؟
اور کیا وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا بھی سنت و مستحب ہے یا کہ نہیں؟

جواب

بسم الله الرحمن الرحيم

وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز ہی کا وقت ہے، پس عشاء کی نماز کے ادا وقت میں صبح صادق سے پہلے پہلے جب بھی وتر پڑھ لئے جائیں، تو وہ اپنے وقت میں پڑھنا کہلائیں گے۔
البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز عشاء کی نماز کے تابع ہے، اور وتر کی نماز عشاء کی نماز ادا کر لینے کے بعد ہی درست ہوتی ہے (سوائے بعض اعذار کی صورتوں کے) کیونکہ احادیث میں وتر کی نماز کو عشاء اور فجر کی نماز کے درمیان بتلایا گیا ہے۔ ۱
اور وتر کی نماز کو رات کی آخری نماز بنانا افضل ہے، لہذا جو شخص رات کے آخری حصہ میں بیدار رہ کر تہجد ادا کر کے بعد میں صبح صادق سے پہلے وتر پڑھ لے، یہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا۔

لیکن اگر کسی کو رات کو بیدار ہونے پر اطمینان نہ ہو، جس کی وجہ سے وتر پڑھے بغیر صبح صادق

۱۔ وأما بيان أوقات الصلوات الواجبة وما هو شبهه بها فمنها وقت الوتر وهو على قول أبي حنيفة وقت صلاة العشاء إلا أنه شرع مرتباً عليها كوقت قضاء الفائتة هو وقت أداء الوقتية لكنه شرع مرتباً عليه فلا يجوز أدائه قبل صلاة العشاء مع أنه وقت لفوت شرطه وهو الترتيب (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۱۰۳، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

ہو جانے اور اس کی وجہ سے وتر کی نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں سونے سے پہلے ہی کچھ حسبِ توفیق نوافل کے بعد وتر پڑھ لینے میں احتیاط ہے، پھر اگر رات کے آخری حصہ میں بھی توفیق ہو جائے، تو حسبِ استطاعت نوافل پڑھ لی جائیں۔

اور عامۃً الناس کے لئے یہی طریقہ زیادہ احتیاط کا باعث ہے، اور اسی پر حضرت ابو بکر صدیق اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا، اور اسی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحابہ کرام کو وصیت و تاکید فرمائی تھی۔

اور رات کو سونے سے پہلے تروں کے بعد نوافل پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن افضل و مستحب طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جتنے نوافل پڑھنا چاہیں، وتر سے پہلے پڑھ لیں، اور وتر آخر میں پڑھیں، اس کے بعد نوافل نہ پڑھیں، اور اگر پڑھ لیں، تو جائز ہے، گناہ نہیں۔ اور نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن اگر کھڑے ہونے میں کوئی عذر نہ ہو، تو احادیث کی رو سے بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ہے۔ اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں زیادہ ثواب سمجھنا دلائل کے لحاظ سے راجح نہیں ہے۔ آگے اس مسئلہ کی احادیث و روایات کی روشنی میں تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

وتر کی نماز کا ادا وقت

حضرت ابو تمیم جیشانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: إِنَّ أَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً، وَهِيَ الْوَتْرُ، فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ قَالَ أَبُو تَمِيمٍ: فَأَخَذَ بِيَدِي أَبُو ذَرٍّ فَسَارَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَى أَبِي بَصْرَةَ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا قَالَ

عَمَرُو؟ قَالَ أَبُو بَصْرَةَ: أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۳۸۵۱، مؤسسة الرسالة، بيروت) ۱

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا، اور فرمایا کہ حضرت ابوبصرہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کو زیادہ کیا ہے، اور وہ وتر کی نماز ہے، تو تم اس کو پڑھو، عشاء کی نماز سے لے کر فجر کی نماز کے درمیان تک، ابوتیمم کہتے ہیں کہ میرا ابو ذر نے ہاتھ پکڑا، اور مسجد میں ابوبصرہ کی طرف لے کر گئے، اور ان سے کہا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے، جو عمرو بن عاص نے بیان فرمائی؟ تو حضرت ابوبصرہ نے جواب میں فرمایا کہ بے شک میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (ترجمہ ختم)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲

۱ فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير علي بن إسحاق -وهو المروزي- فقد روى له الترمذی، وهو ثقة. سعيد بن يزيد: هو الحميري القتباني، وابن هبيرة: اسمه عبد الله، وأبو تميم الجشاني: اسمه عبد الله بن مالك. وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (۴/۲۹۲)، والطبرانی (۲/۶۸) من طريقين عن ابن المبارك، بهذا الإسناد. ورواية الطبرانی مختصرة لم يذكر فيها عمرو بن العاص وأبا ذر.

۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هُبَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا تَمِيمٍ الْجَشَانِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ الْوُتْرُ الْوُتْرُ "، أَلَا وَإِنَّهُ أَبُو بَصْرَةَ الْغَفَارِيُّ، قَالَ أَبُو تَمِيمٍ: فَكُنْتُ أَنَا وَأَبُو ذَرٍّ قَاعِدَيْنِ، قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِي أَبُو ذَرٍّ فَأَنْطَلَقْنَا إِلَى أَبِي بَصْرَةَ فَوَجَدْنَاهُ عِنْدَ الْبَابِ الَّذِي يَلِي دَارَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: يَا أَبَا بَصْرَةَ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً، فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ الْوُتْرُ الْوُتْرُ؟ " قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ (مسند احمد، حديث

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً فَحَافِظُوا عَلَيْهَا، وَجَعَلَ وَقْتُهَا فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ وَهِيَ الْوَتْرُ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے تمہارے لئے ایک نماز کو زیادہ کیا ہے، پس تم اس کی حفاظت کرو، اور اللہ عزوجل نے اس کا وقت عشاء سے فجر کے درمیان رکھا ہے، اور وہ وتر کی نماز ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، وَهِيَ الْوَتْرُ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ (مستدرک حاکم) ۲

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

نمبر (۲۷۲۲۹)

فی حاشیہ مسند احمد:

حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن، ابنُ لهيعة إنما رواه عنه يحيى بن إسحاق -وهو السليحي- وقد سمع منه قبل احتراق كتبه، وبقيّة رجال الإسناد ثقات رجال الصحيح. وأخرجه الحارث في "مسنده" (۲۲۷) "(زوائد) عن يحيى بن إسحاق، بهذا الإسناد. وأخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار ۱/ ۳۳۰-۳۳۰"، وفي "شرح مشكل الآثار" (۳۹۱) "من طريق أبي عبد الرحمن المقرئ، والدولابي في "الكنى والأسماء 1/65" من طريق سعيد بن أبي مريم، والطبراني (۲۱۶۷) من طريق أسد بن موسى، ثلاثهم عن ابن لهيعة، به. وسقط اسم ابن هُبيرة من مطبوع "شرح معاني الآثار" (حاشية مسند احمد)

۱ حدیث نمبر ۲۱۶۸، مکتبۃ ابن تیمیہ، القاہرہ.

۲ حدیث نمبر ۱۱۳۸، کتاب الوتر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، و اللفظ لہ، مسند احمد، حدیث نمبر ۸، مسند خارجہ بن حذافہ العدوی، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۶۵۶.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، زَوَائِدُ مَدِينُونَ وَمُضَرِّيُونَ، وَلَمْ يَتْرُكَا إِلَّا لِمَا بَقِيَ حَاشِيَا كِلَا صَفْحَةٍ بِمِلَاحِظَةٍ فَرَأَيْنَا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے ایک نماز زیادہ فرمائی ہے، جو کہ تمہارے لئے سرخ (یعنی انتہائی عمدہ و قیمتی) اونٹوں سے بہتر ہے، اور وہ وتر کی نماز ہے، اللہ تعالیٰ نے اس (کے وقت) کو تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر فجر کی نماز کے درمیان مقرر کیا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أُوتِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَأَوْسَطِهِ، وَآخِرِهِ، فَانْتَهَى وَتَرَهُ إِلَى السَّحَرِ (مسلم) ۱

ترجمہ: رات کے ہر حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں، رات کے اول حصہ میں بھی، اور درمیانی حصہ میں بھی، اور آخری حصہ میں بھی، اور آپ کے وتر کی انتہاء سحری کے وقت تک تھی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أُوتِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ أَوَّلِهِ، وَأَوْسَطِهِ، وَآخِرِهِ، فَانْتَهَى وَتَرَهُ إِلَى السَّحَرِ، فَمَاتَ وَهُوَ يُوتِرُ

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

قَدْ مَثُ ذِكْرُهُ مِنْ تَفَرُّدِ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

فی حاشیہ مسند احمد:

صحيح لغيره، وهذا إسناده ضعيف، عبد الله بن راشد أبو الضحاک الزُّوفی وعبد الله بن أبي مُرَّة -ويقال: ابن مُرَّة -الزُّوفی فی عداد المجہولین، وقال البخاری فی "التاريخ الكبير: ۲۰۳/۳ لا يعرف لإسناده سماع بعضهم من بعض. ومحمد بن إسحاق -وهو ابن يسار المدني - وإن كان مدلساً وقد عنعنه، إلا أنه صرح بالتحديث فی الرواية الآتية برقم (۱)

۱۔ حدیث نمبر ۷۴۵، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ لہ، ابو داؤد حدیث نمبر ۱۴۳۵، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۵۶۹۴۔

بِالسَّحْرِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۵۶۹۳، مؤسسة الرسالة، بیروت) ۱
ترجمہ: رات کے ہر حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں، رات
کے اول حصہ میں بھی، اور درمیانی حصہ میں بھی، اور آخری حصہ میں بھی، اور آپ
کے وتر کی انتہاء سحری کے وقت تک ہوتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
وصال اس حال میں ہوا کہ آپ سحری کے وقت وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ ۲

اور حضرت اسود بن ہلال فرماتے ہیں کہ:

أَشْهَدُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ لَقَدْ سَمِعْتُهُ يُنَادِي، بِهَا نِدَاءً: أَلْوَتَرُ مَا
بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، صَلَاةَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ الَّتِي تُسْمَوْنَ الْعَتَمَةَ، وَصَلَاةَ
الْفَجْرِ مَتَى أَوْتَرْتُ فَحَسَنَ (المعجم الكبير للطبرانی) ۳

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ میں
نے ان سے یہ سنا، اور وہ اونچی آواز سے فرما رہے تھے کہ وتر دو نمازوں کے

۱۔ فی حاشیہ مسند احمد:

حدیث صحیح، عاصم بن ابی النجود - وإن كان حسن الحديث - توبع . كما سلف في
الرواية (۲۴۹۷۴)، وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين . أبو الضحى : هو مسلم
بن ضبيح، ومسروق : هو ابن الأجدع . وأخرجه إسحاق بن راهويه في "مسنده"
(۱۴۳۹) عن وكيع، بهذا الإسناد . وسلف برقم (۲۴۱۸۸) .

۲۔ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ :
أَوْتَرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَآخِرِهِ، وَأَوْسَطِهِ، فَانْتَهَى، وَتَرَاهُ إِلَى
السَّحْرِ " (مسند احمد، حدیث نمبر ۶۵۳)

فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده قوى، شعبة من القدماء الذين رووا عن أبي إسحاق .
وأخرجه ابن ماجه (۱۸۶) من طريق وكيع، بهذا الإسناد . وأخرجه الطيالسي ۱۱۵ ،
وعبد بن حميد ۷۲ من طريقين عن شعبة، به . وقد تقدم برقم ۵۸۰ .

۳۔ حدیث نمبر ۹۴۱۲، مكتبة ابن تيمية، القاهرة .

قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الكبير، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۵)

درمیان ہے، عشاء کی اس نماز کے درمیان جس کو تم عتمة کہتے ہو، اور فجر کی نماز کے درمیان، جب بھی آپ وتر پڑھ لیں، تو اچھا ہے (ترجمہ ختم)
اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُتْرِ، فَقَالَ: أَوْتِرُوا قَبْلَ الصُّبْحِ (مسلم) ۱

ترجمہ: صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بارے میں سوال کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو (ترجمہ ختم)
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوُتْرِ (مسند

احمد، حدیث نمبر ۴۹۵۲، مؤسسة الرسالة، بیروت) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھنے میں جلدی کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ، وَالْوُتْرُ، فَأَوْتِرُوا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ (ترمذی) ۳

ترجمہ: جب فجر طلوع ہو جائے، تو رات کی ہر نماز (عشاء اور تہجد) چلی گئی، اور وتر بھی، تو تم فجر طلوع ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۷۵۴، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل مشئ مشئ، والوتر ركعة من آخر الليل، دار احياء التراث العربی، بیروت.

۲۔ فی حاشیة مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط الشيخين. عبيد الله: هو ابن عمر العمرى، ونافع: هو مولى ابن عمر.

۳۔ حدیث نمبر ۴۶۹، ابواب الوتر، باب ما جاء في مبادرة الصبح بالوتر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر.

اور حضرت اغر مزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنِّي أَصَبَحْتُ وَلَمْ أُوتِرْ، فَقَالَ: إِنَّمَا الْوِتْرُ بِاللَّيْلِ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنِّي أَصَبَحْتُ وَلَمْ أُوتِرْ، قَالَ: فَأُوتِرْ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں صبح کر چکا ہوں، اور میں نے وتر نہیں پڑھے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر رات میں ہیں، اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں صبح کر چکا ہوں، اور میں نے وتر نہیں پڑھے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ وتر پڑھ لیجئے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ وَلَمْ يُوتِرْ فَلْيُوتِرْ (مستدرک حاکم) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی صبح کرے، اور اس نے وتر نہ پڑھے ہوں، تو اسے چاہئے کہ وتر پڑھ لے (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۸۹۱، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ۔

قال الہیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون وإن کان فی بعضهم کلام لا یضر (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۲)

قال الالبانی:

قلت: وهذا إسناد حسن على الأقل في الشواهد (السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حدیث رقم ۱۷۱۲)

۲۔ حدیث نمبر ۱۱۳۶، کتاب الوتر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، واللفظ لہ، سنن البیہقی، حدیث نمبر ۳۱۹۵۔

قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ " وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرطہما۔

یہ حدیث سند کے لحاظ سے بخاری کی شرط پر ہے۔

اور حضرت ابوہیکل فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ كَانَ يَخْطُبُ النَّاسَ أَنْ لَا وَتْرَ لِمَنْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ
فَانْطَلَقَ رِجَالٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى عَائِشَةَ، فَأَخْبَرُوهَا، فَقَالَتْ: كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ، فَيُوتِرُ (مسند احمد) ۱
ترجمہ: حضرت ابوالدرداء لوگوں کو خطبہ میں یہ بات فرما رہے تھے کہ جس شخص کو صبح
ہو جائے، تو اس کے لئے وتر کا حکم نہیں ہے، تو مومنین میں سے بعض لوگ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے، اور انہیں اس بات کی خبر دی، تو حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح ہونے کے بعد بھی وتر
پڑھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کا وقت عشاء کا وقت داخل ہونے کے بعد
سے لے کر طلوع فجر تک جاری رہتا ہے، اور یہی عشاء کا وقت بھی ہے۔
اور اگر کوئی فجر کے طلوع ہونے تک وتر نہ پڑھ سکے، تو اس کے وتر کی نماز قضا ہو جاتی ہے،
لیکن اس کے باوجود وتر کو پڑھنے کا حکم باقی رہتا ہے۔

اس قسم کی احادیث و روایات کے پیش نظر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وتر کی نماز کا وقت
عشاء کی نماز ہی کا وقت ہے۔

پس عشاء کی نماز کے بعد عشاء کے وقت میں صبح صادق سے پہلے جب بھی وتر پڑھ لئے
جائیں، تو وہ اپنے وقت میں پڑھنا کہلائیں گے (بقیہ مسائل آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ حدیث نمبر ۲۶۰۵۸، مؤسسة الرسالة، بیروت.

۲۔ قال الہیثمی:

رواہ أحمد والطبرانی فی الأوسط وإسناده حسن (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۶، باب

فیمن فاتہ الوتر)

نماز وتر کا افضل وقت اور وتروں کے بعد نوافل پڑھنے کی بحث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرَا (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رات میں اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَلَّى بِاللَّيْلِ فَلْيَجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِهِ وَتَرًا فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِذَلِكَ فَإِذَا كَانَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَتْ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالْوُتْرُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوْتَرُوا قَبْلَ الْفَجْرِ

(مسند احمد، حدیث نمبر ۶۳۷۲، مؤسسة الرسالة، بیروت) ۲

ترجمہ: جو شخص رات میں نماز پڑھے، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی آخری نماز وتر کو بنائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا ہے، پس جب فجر ہو جاتی ہے، تو رات کی ہر نماز (عشاء اور تہجد) اور وتر کی نماز کا ادا وقت چلا جاتا ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر کو فجر سے پہلے پڑھو (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسود، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

۱ حدیث نمبر ۹۹۸، کتاب الجمعة، باب: لِيَجْعَلَ آخِرَ صَلَاتِهِ وَتَرًا، دار طوق النجاة، بیروت، مسلم، حدیث نمبر ۷۵۱، ابو داؤد حدیث نمبر ۱۴۳۸، مسند احمد حدیث نمبر ۴۷۱۰.

۲ فی حاشیہ مسند احمد:

حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن من أجل سليمان بن موسى وهو الأشدق، فيه كلام يُنَوَّلُهُ عَنْ رُتْبَةِ الصَّحِيحِ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ رِجَالُ الشَّيْخِينَ.

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى يَكُونَ

آخِرَ صَلَاتِهِ الْوُتْرُ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں (نفل نماز) پڑھتے تھے، یہاں تک

کہ آپ کی آخری نماز وتر ہوتی تھی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کو رات کے آخری حصہ میں (صبح صادق سے پہلے پہلے) پڑھنا بہتر و افضل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر میں اسی پر عمل تھا۔

پس افضل عمل یہی ہے کہ رات کی آخری نماز و تروں کو بنایا جائے۔ ۲

مگر وتر کی نماز کو رات کے آخری حصہ میں (صبح صادق سے پہلے پہلے) پڑھنا بہتر و افضل اس کے لئے ہے، جس کو رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر (صبح صادق سے پہلے پہلے)

وتر پڑھ لینے کا یقین ہو، ورنہ رات کے اول حصہ میں ہی پڑھ لینے میں احتیاط ہے۔ ۳

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۷۴۰، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل، وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم، دار احياء التراث العربی، واللفظ لله، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۶۱۵۸۔

۲۔ قوله: "آخر صلاته من الليل الوتر" وهو ثلاث ركعات من التسع وقال البيهقي: في هذا ما يدل على أنه ترك الركعتين بعد الوتر، والحديث أخرجه: الترمذی، والنسائی، وأخرج مسلم طرفاً منه، وهو قول عائشة: "كان رسول الله صلى من الليل حتى يكون آخر صلاته الوتر" (شرح ابی داؤد للعینی، ج ۵ ص ۲۶۵، کتاب الصلاة، باب فی صلاة اللیل)

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل حتى يكون آخر صلاته الوتر فيه دليل لما قدمناه من أن السنة جعل آخر صلاة الليل وتراً وبه قال العلماء كافة، وسبق تأويل الركعتين بعده جالساً (شرح النووي على مسلم، ج ۶ ص ۲۳، ۲۴، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم)

۳۔ قوله: والوتر إلى آخر الليل لمن يثق بالانتباه) أي ونسب تأخيرها لرواية الصحيحين اجعلوا آخر صلاتكم وتراً والأمر للسندب لرواية الترمذی من خشى منكم أن لا يستيقظ من آخر الليل فليوتر أوله ومن طمع منكم أن يوتر في آخر الليل فليوتر من آخر الليل فإن قراءة القرآن في آخر الليل محضورة وهي أفضل وهو دليل مفهوم قوله لمن يثق به وإذا أوتر قبل النوم، ثم استيقظ وصلى ما كتب له لا كراهة فيه ولا يعيد الوتر ولزمه ترك الأفضل المفاد بحديث الصحيحين (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۱، کتاب الصلاة)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنْ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةً، وَذَلِكَ أَفْضَلُ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ خوف ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں (صبح صادق سے پہلے پہلے) نہیں اٹھ سکے گا، تو اسے چاہئے کہ رات کے اول حصہ میں ہی (سونے سے پہلے) وتر پڑھ لے، اور جس شخص کو یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ جائے گا، تو اسے چاہئے کہ وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز حاضری جاتی ہے، اور یہ (رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنے کا طریقہ) افضل ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَيُّكُمْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ، ثُمَّ لِيَرَفْدَهُ، وَمَنْ وَثِقَ بِقِيَامٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ، فَإِنَّ قِرَاءَةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُورَةٌ، وَذَلِكَ أَفْضَلُ (مسلم) ۲

ترجمہ: تم میں سے جس شخص کو یہ خوف ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ

۱۔ حدیث نمبر ۷۵۵، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله، دار احیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ له، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۴۳۸۱، ترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی کراهية النوم قبل الوتر۔
فی حاشیة مسند احمد:

حدیث صحیح، وهذا إسناد قوى على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي سفيان - وهو طلحة بن نافع -، فمن رجال مسلم. أبو معاوية: هو محمد بن خازم الضريير.

۲۔ حدیث نمبر ۷۵۵، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

سکے گا، تو اسے چاہئے کہ وتر پڑھ لے، پھر لیٹے، اور جس شخص کو رات کو اٹھنے کا یقین ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصہ کی قرائت (نماز) حاضر کی جاتی ہے، اور یہ (رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنے کا طریقہ) افضل ہے (ترجمہ ختم)

رات کے آخری حصہ کی نماز و قرائت کے حاضر کئے جانے کا بعض محدثین نے تو یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں، اور بعض نے یہ مطلب بیان فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے اس وقت میں موجود ہوتے ہیں، دن کے فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، اور رات کے فرشتے اس وقت آسمان پر جاتے ہیں، تو یہ وقت رات اور دن کے فرشتوں کے اجتماع کا وقت ہے۔ ۱

اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اس وقت بندوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص متوجہ ہوتی ہے، اور اس وقت کی عبادت اللہ تعالیٰ کے دربار خاص میں حاضر کی جاتی ہے، کیونکہ احادیث میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کے نازل ہونے کا ذکر ہے۔ ۲

۱ (وعن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من خاف أن لا يقوم من آخر الليل" قال ابن الملك "من فيه للتبعض أو بمعنى في" ("فليوتر أوله")، أي: ليصل الوتر في أول الليل، وأمره بالإتيان عند خوف الفوت يدل على وجوبه، وإليه ذهب أبو حنيفة. ("ومن طمع أن يقوم آخره") : بالنصب على نزع الخافض، أي: في آخره بأن يفتي بالانتباه ("فليوتر آخر الليل، فإن صلاة آخر الليل مشهودة")، أي: محضورة تحضرها ملائكة الرحمة، وقال الطيبي، أي: يشهد بها ملائكة الليل والنهار ينزل هؤلاء ويصعد هؤلاء، فهو آخر ديوان الليل، وأول ديوان النهار، أو يشهد بها كثير من المصلين في العادة. ("وذلك")، أي: الإتيان في آخر الليل. وأبعد من قال: أي: الإتيان في أول الليل. محتجا بأن (ذلك) إنما يشار بها للبعد؛ لأنه يشار بها للقريب أيضا إشارة إلى بعد منزلته كما في: (ذلك الكتاب لا ريب فيه) (البقرة: 2) . ("أفضل") : فتوابه أكمل لحضور ملائكة الرحمة والبركة والاستغفار، ولوقوعه في أفضل أوقات الليل من الأسحار ومشاركته مع القائمين الأبرار (مراقبة ج ۳ ص ۹۴۳، كتاب الصلاة، باب الوتر)

۲ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ (بخاری، حدیث نمبر ۱۱۴۵، کتاب الجمعة، باب الدعاء فی الصلاة من آخر الليل، عن ابی ہریرة)

اور امام مالک رحمہ اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں، کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ:

مَنْ خَشِيَ أَنْ يَنَامَ حَتَّى يُصْبَحَ، فَلْيُوتِرْ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ: وَمَنْ رَجَا أَنْ يُسْتَيْقِظَ آخِرَ اللَّيْلِ، فَلْيُوتِرْ وَتَرَهُ (موطا امام مالک) ۱
ترجمہ: جس شخص کو یہ ڈر ہو کہ وہ صبح (صادق) ہونے تک سوتا رہ جائے گا، تو اسے چاہئے کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے، اور جس شخص کو یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں (طلوع فجر سے پہلے) بیدار ہو جائے گا، تو اسے چاہئے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت غزیف بن حارث سے ایک لمبی روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ أَوْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي آخِرِهِ، قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً. قُلْتُ: أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَمْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا أُوتِرَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا أُوتِرَ فِي آخِرِهِ، قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً. قُلْتُ: أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ أَمْ يَخْفُفُ بِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا جَهَرَ بِهِ وَرُبَّمَا خَفَفَ، قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً (ابوداؤد) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۴۰۴، کتاب السہو، باب الامر بالوتر، مؤسسة زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبوظبي - الإمارات.

۲۔ حدیث نمبر ۲۲۶، کتاب الطہارۃ، باب: الجنب یؤخر الغسل، المكتبة العصرية، بیروت، واللفظ لہ، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۲۰۲.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت رات کے اول حصہ میں فرماتے تھے، یا آخری حصہ میں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بہت سی دفعہ رات کے اول حصہ میں غسل فرماتے تھے، اور بہت سی دفعہ رات کے آخری حصہ میں غسل فرماتے تھے، میں نے کہا کہ اللہ اکبر! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں، جس نے اس معاملہ میں وسعت (وسہولت) پیدا فرمادی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اول حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے، یا آخری حصہ میں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ بہت سی دفعہ رات کے اول حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے، اور بہت سی دفعہ

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

فی حاشیة مسند احمد:

إسناده صحيح، غضيف بن الحارث مختلف في صحبته، وأثبت صحبته أبو حاتم وأبو زرعة، وذكره في التابعين ابن سعد والعجلي والدارقطني ووثقه، وذكره ابن حبان في "الثقات" في التابعين، وذكره أيضاً في الصحابة. وقال الحافظ في "التقريب": "مختلف في صحبته، ومنهم من فرق بين غضيف ابن الحارث، فأثبت صحبته، وغطف بن الحارث، فقال: إنه تابعي، وهو أشبه. قلنا: وباقي رجال الإسناد ثقات. يُعَدُّ بَنُ سِنَانٍ: هو أبو العلاء الدمشقي، نزيل البصرة. وأن له أبو داود (٢٢٦)، والبيهقي في "السنن" مختصراً ٩٩/١ من طريق الإمام أحمد، بهذا الإسناد. وأخرجه مختصراً ابن أبي شيبة ٢٢/١، وابن ماجه (١٣٥٣) من طريق إسماعيل ابن علية، به. وأخرجه مطولاً ومختصراً أبو داود (٢٢٦) والنسائي في "المجتبى ١/١٢٥، ١٢٦" وابن حبان (٢٣٣٤) و(٢٥٨٢) والطبراني في "الأوسط" (٢٥٠٠) وفي "الشاميين" (٣٩١) و(٣٩٢) و(٣٩٣) و(٢٢٣٩)، والحاكم ١/١٥٣، والبيهقي ٩٩/١ من طرق عن بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ، به. وأخرجه الطبراني في "الشاميين" (٤٥٠) من طريق عتبة بن أبي حكيم، عن غُبَادَةَ بْنِ نَسِيٍّ، به. وأخرجه أيضاً في "الشاميين" (١٨٩٠) من طريق عبد الرحمن بن أبي عون، عن مضيف بن الحارث، به. وسأيت مطولاً ومختصراً بالأرقام (٢٣٣٥٣) و(٢٥٠٤٠) و(٢٥١٦٠) و(٢٥٢٠٣) و(٢٥٣٣١) و(٢٥٣٣٣)، وانظر (٢٣١٨٨). قال السندی: قوله: يجهز بالقرآن في الليل.

رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے، میں نے کہا اللہ اکبر! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں، جس نے اس معاملہ میں وسعت (وسہولت) پیدا فرمادی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو نماز وغیرہ میں) قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے، یا آہستہ آواز میں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ بہت سی دفعہ بلند آواز میں پڑھا کرتے تھے، اور بہت سی دفعہ آہستہ آواز میں پڑھا کرتے تھے، میں نے کہا کہ اللہ اکبر! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں، جس نے اس معاملہ میں وسعت (وسہولت) پیدا فرمادی ہے (ترجمہ ختم)

اور امام ابو یوسف، حضرت امام ابو حنیفہ سے، اور وہ حضرت حماد سے، اور وہ حضرت ابراہیم نخعی سے، اور وہ حضرت ابو عبد اللہ جدلی سے، اور وہ حضرت عقبہ بن عمرو اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِرُ أَحْيَانًا مِّنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ
وَوَسْطِهِ وَآخِرِهِ لِتَكُونَ سَعَةً لِّلْمُسْلِمِينَ (كتاب الآثار لابن يوسف) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کے اول حصہ میں اور کبھی درمیانی
حصہ میں، اور کبھی آخری حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے، تاکہ مسلمانوں کے لئے
وسعت (وسہولت پیدا) ہو جائے (ترجمہ ختم)

یہ روایت سند کے اعتبار سے مضبوط ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۳۳۸، باب فی الاضحیٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۲۔ ابو عبد اللہ الجدلی الکوفی، اسمہ: عبد بن عبد، وقیل: عبد الرحمن بن عبد۔ زوی عن: خزیمہ بن ثابت (د ت)، و سلمان الفارسی، و سلیمان بن صرد الخزاعی، و معاویہ بن ابی سفیان، و ابی مسعود الأنصاری، و عائشہ (ت)، و أم سلمة (ص) زوی عنه: ابراہیم النخعی (د)، و شمر بن
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اول حصہ میں وتر اس لئے پڑھا کرتے تھے، کہ اس میں سہولت زیادہ تھی، اور امت کے لئے سہولت اور ضعفاء و کمزوروں کے لئے احتیاط کا راستہ بتلانا تھا۔

اور رات کے آخری حصہ میں وتر اس لئے پڑھا کرتے تھے، کیونکہ اس وقت وتر پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے، مگر یہ فضیلت قوی لوگوں کے لئے ہے، جن کو رات کے آخری حصہ میں پڑھنے کا وثوق و اطمینان ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عطیة، وعامر الشعبي، وعطاء بن السائب، وعمر بن ميمون الأزدي (ت) علی خلاف فيه، ومسلم البطین، ومعبد بن خالد الجدلی، وأبو إسحاق السبيعي (ت ص) قال حرب بن إسماعيل: قيل لأحمد بن حنبل: أبو عبد الله الجدلي معروف؟ قال: نعم ووثقه وقال أبو بكر بن أبي خيثمة، عن يحيى بن معين: ثقة روى له أبو داود، والترمذي، والنسائي في "الخصائص" (تهذيب الكمال، جز ۳۴ ص ۲۵)

أبو عبد الله الجدلي الكوفي. اسمه عبد بن عبد وقيل عبد الرحمن بن عبد.... قلت: وذكره ابن حبان في الثقات وقال: روى عنه الحكم بن عتيبة وقال العجلي: بصري تابعي ثقة (تهذيب التهذيب، جز ۱۲ ص ۱۳۳)

۱ (قلت: كان)، أي: أكان (بوتر أول الليل)، أي: في أوله (أم في آخره؟ قالت: ربما أوتر في أول الليل): وهو القليل الأسهل (وربما أوتر في آخره): وهو الكثير الأفضل بحسب ما رأى فيه من مصلحة الوقت. (قلت: الله أكبر الحمد لله الذي جعل في الأمر سعة، قلت: كان يجهر)، أي: في الليل (بالقراءة أم يخفت؟)، أي: يسر بها (قالت: ربما جهر به)، أي: في الليل (وربما خفت)، أي: في ليلتين، أو في ليلة بحسب ما يناسب المقام والحال (مرفقة ج ۳ ص ۹۴۴، كتاب الصلاة، باب الوتر)

ويستفاد من هذا الحديث فوائد، الأولى: جواز تأخير الغسل إلى وقت الصلاة. الثانية: جواز تأخير الوتر إلى آخر الليل، وبه احتج أصحابنا أن المستحب تأخير الوتر إلى آخر الليل لمن يثق بالانتباه، وإن لم يثق فأول الليل أفضل كما في صحيح مسلم: "من خاف أن لا يقوم آخر الليل فليوتر أوله، ومن طمع أن يقوم آخره فليوتر آخر الليل، فإن صلاة آخر الليل مشهودة، وفيه دليل صريح على التفصيل الذي ذكره أصحابنا وهو الصواب، وتحمل باقي الأحاديث المطلقة على هذا التفصيل الثالثة: ثبوت الخيار للقارئ بين أن يجهر به وبين أن يخافت، فقيل: الجهر أفضل، وقيل: الإخفاء أفضل، والصحيح: أنه مقيد باعتبار زمان القارئ ومكانه وحاله، فيراعى الجهر والإخفاء بحسب هذا الاعتبار (شرح ابی داؤد للعینی ج ۱ ص ۵۰۲، ۵۰۳، كتاب الطهارة، باب: الجنب يؤخر الغسل)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھنا جائز ہے، اور جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں (صبح صادق سے پہلے پہلے) وتر پڑھنے کا یقین ہو، اس کے لئے رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَتَى تُؤْتِرُ؟ قَالَ: أُؤْتِرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَقَالَ لِعُمَرَ: مَتَى تُؤْتِرُ؟ قَالَ: آخِرَ اللَّيْلِ، فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَخَذَ هَذَا بِالْحَزْمِ، وَقَالَ لِعُمَرَ: أَخَذَ هَذَا بِالْقَوَّةِ (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ وتر کس وقت پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں رات کے اول حصہ میں پڑھتا ہوں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ وتر کس وقت پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ رات کے آخری حصہ میں پڑھتا ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے احتیاط کو اختیار کیا (جس میں وتر کے قضا ہونے کا شبہ نہیں) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے قوت (وعزیمت والے کام) کو اختیار کیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَيَّ حِينٍ تُؤْتِرُ؟ قَالَ: أَوَّلَ اللَّيْلِ، بَعْدَ الْعَتَمَةِ، قَالَ فَأَنْتَ يَا عُمَرُ؟ فَقَالَ: آخِرَ اللَّيْلِ، فَقَالَ

۱۔ حدیث نمبر ۱۳۳۳، کتاب الصلاة، باب فی الوتر، قبل النوم، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ له، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۱۲۰۔
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَلَهُ شَاهِدٌ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ، فَأَخَذَتْ بِالْوُثْقَى،
وَأَمَا أَنْتَ يَا عُمَرُ، فَأَخَذَتْ بِالْقُوَّةِ (ابن ماجہ) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ آپ کس وقت
وتر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ عشاء کے بعد رات کے شروع حصہ میں،
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر آپ کس وقت پڑھتے ہیں؟
انہوں نے عرض کیا کہ رات کے آخری حصہ میں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اے ابوبکر آپ نے تو مضبوط اور یقینی خصلت کو اختیار کیا (جس میں وتر کے قضا
ہونے کا اندیشہ نہیں) اور اے عمر آپ نے قوت (یعنی عزیمت والے کام) کو
اختیار کیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَتَى تُوتِرُ؟ قَالَ: مِنْ
أَوَّلِ اللَّيْلِ بَعْدَ الْعَتَمَةِ، قَبْلَ أَنْ أَنَامَ، وَقَالَ لِعُمَرَ: مَتَى تُوتِرُ؟ قَالَ:
مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَخَذْتُ بِالْحَزْمِ، وَقَالَ لِعُمَرَ: أَخَذْتُ
بِالْقُوَّةِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۲۰۲، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی الوتر اول اللیل، واللفظ
لہ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۴۵۳۵۔

وفی حاشیۃ مسند احمد: إسناده حسن من أجل عبد الله بن محمد بن عقيل.
۲۔ حدیث نمبر ۶۷۷۷ کتاب الصلاۃ، باب مَنْ قَالَ: يَجْعَلُ الرَّجُلُ آخِرَ صَلَاتِهِ بِاللَّيْلِ وَتَرَا،
واللفظ لہ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ۱۸۲۱۔

اس روایت کے تمام رجال ثقہ ہیں، سوائے عبد اللہ بن محمد بن عقیل کے، جو کہ حسن الحدیث ہیں۔
قال حسين سليم اسد: إسناده حسن (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

الحسين ابن علي ابن الوليد الجعفي الكوفي المقرئ ثقة عابد من التاسعة مات سنة ثلاث أو أربع
ومائتين وله أربع أو خمس وثمانون سنة ع (تقریب التهذیب ج ۱ ص ۱۶۷)

زائدة ابن قدامة الثقفي أبو الصلت الكوفي ثقة ثبت صاحب سنة من السابعة مات سنة ستين وقيل

﴿بقية حاشيا﴾ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں ﴿﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کس وقت وتر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ عشاء کے بعد رات کے شروع میں ہی، سونے سے پہلے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کس وقت وتر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ رات کے آخر میں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے احتیاط و یقین کو اختیار کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے قوت (وعزیمت) والے کام (کو اختیار کیا) (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَتَى تُؤْتِرُ؟ قَالَ: أُؤْتِرُ
ثُمَّ أَنَامُ، قَالَ: بِالْجَزْمِ أَخَذْتَ، وَسَأَلَ عُمَرَ فَقَالَ: مَتَى تُؤْتِرُ؟ قَالَ: أَنَامُ،
ثُمَّ أَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ فَأُؤْتِرُ قَالَ: فَعَلَ الْقَوِيُّ فَعَلْتُ (مستدرک حاکم) ۱
ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ
آپ کس وقت وتر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں (رات کے شروع
میں، عشاء کی نماز کے بعد) وتر پڑھتا ہوں، پھر سو جاتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے (احتیاط و) یقین کو اختیار کیا، اور حضرت عمر رضی

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

بعدها (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۱۳)

عبد اللہ بن محمد بن عقیل، وحديثه حسن، وفيه كلام (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۰)

عبد اللہ بن محمد بن عقیل، وفيه كلام وقد وثقه جماعة (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۹۲)

عبد اللہ بن محمد بن عقیل، وهو مختلف في الاحتجاج به، وقد وثقه الترمذی واحتج به أحمد

وغیره (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

إسناده حسن من أجل عبد الله بن محمد بن عقیل، فإن حديثه من قبيل الحسن (حاشية مسند احمد،

تحت حديث رقم ۶۸۳)

۱۔ حديث نمبر ۱۱۲۱، كتاب الوتر، دار الكتب العلمية، بيروت.

قال الذهبي في التلخيص: صحيح.

اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کس وقت وتر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں سو جاتا ہوں، پھر رات کو اٹھ کر وتر پڑھتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے قوت (وعزیمت) والا کام کیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ أَبَا بَكْرٍ مَتَى تُوتِرُ؟ قَالَ: أَصَلِّيْتُ مَثْنِي مَثْنِي، ثُمَّ أُوتِرْتُ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُؤْمِنٌ حَدِّثْ وَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: كَيْفَ تُوتِرُ؟ قَالَ: أَصَلِّيْتُ مَثْنِي مَثْنِي، ثُمَّ أَنَامُ حَتَّى أُوتِرَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُؤْمِنٌ قَوِيٌّ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے سوال کیا کہ آپ وتر کس وقت پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ میں دو دو رکعت (نفلیں) پڑھتا ہوں، پھر سونے سے پہلے وتر پڑھتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ احتیاط کرنے والا مومن ہے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سوال فرمایا کہ آپ کس طرح وتر پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ میں دو دو رکعت (نفلیں) پڑھتا ہوں، پھر میں سو جاتا ہوں، یہاں تک کہ میں وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوی مومن ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن مسیب سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ تَذَاكُرًا الْوُتْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

۱۔ حدیث نمبر ۸۳۸، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ۔

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیہ ابن لہیعہ وفیہ کلام (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۵)

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَّا أَنَا فَأَنَا مُ عَلَى وَتَرٍ، فَإِنْ اسْتَيْقَظْتُ صَلَّيْتُ شَفْعًا حَتَّى الصَّبَاحِ، وَقَالَ عُمَرُ: لَكِنِّي أَنَا مُ عَلَى شَفْعٍ، ثُمَّ أُوتِرُ مِنَ السَّحَرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ: حَدِّرْ هَذَا وَقَالَ لِعُمَرَ: قَوِيَ هَذَا (مصنف عبد الرزاق) ۱

ترجمہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وتر کا ذکر کیا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو وتر پڑھ کر سوتا ہوں، پھر اگر میں رات کو بیدار ہو جاتا ہوں، تو صبح تک دو دور کعتیں (نفلوں کی) پڑھتا رہتا ہوں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں تو نفلوں کی چند رکعتیں پڑھ کر سو جاتا ہوں، پھر میں سحری کے وقت وتر پڑھتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ انہوں نے احتیاط کو اختیار کیا، اور حضرت عمر سے فرمایا کہ انہوں نے قوت کو اختیار کیا (ترجمہ ختم)

ان مختلف روایات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو سونے سے پہلے وتر پڑھا کرتے تھے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط سے تعبیر فرمایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے، جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت و عزیمت کے عمل سے تعبیر فرمایا، پس امت کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر ہدایت بھی راہنما ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر ہدایت بھی۔ پس امت کا ہر فرد اپنی حالت و حیثیت کو پیش نظر رکھ کر ان میں سے کسی بھی طریقہ کو اختیار کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۴۶۱۵، کتاب الصلاة، باب: أَى سَاعَةٍ يَسْتَحِبُّ فِيهَا الْوَتْرُ، الْمَكْتَبُ الْإِسْلَامِي، بيروت.

أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدْعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةُ الضُّحَى، وَنَوْمٌ عَلَى وَتَرٍ (بخاری) ۱
ترجمہ: مجھے میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ میں انہیں مرتے دم تک نہ چھوڑوں، ایک ہر مہینے میں تین روزے، اور دوسرے چاشت کی نماز، اور تیسرے وتر پڑھ کر سونا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَهْدِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ: أَنْ لَا أَنَامَ إِلَّا عَلَى وَتَرٍ، وَصَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَأَنْ أَصَلِّيَ الضُّحَى (ترمذی) ۲
ترجمہ: مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا عہد لیا، ایک یہ کہ میں وتر پڑھ کر ہی سوؤں، اور دوسرے یہ کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھوں، اور تیسرے یہ کہ میں چاشت کی نماز پڑھوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَأَنْ لَا أَنَامَ إِلَّا عَلَى وَتَرٍ، وَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ (سنن نسائی) ۳
ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چاشت کی رکعتوں کا حکم فرمایا، اور ایک اس بات کا حکم فرمایا کہ میں وتر پڑھ کر ہی سوؤں، اور ایک ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو مرہ رحمہ اللہ (مولیٰ ام ہانی) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۷۸، کتاب الجمعة، باب صلاة الضحیٰ فی السفر، دار طوق النجاة، بیروت۔

۲۔ حدیث نمبر ۷۶۰، ابواب الصوم، باب ما جاء فی صوم ثلاثة ايام من كل شهر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر۔

۳۔ حدیث نمبر ۲۳۶۹، کتاب الصيام، صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بأبی هو وأمی، مكتبة المطبوعات الإسلامية - حلب۔

کرتے ہیں کہ:

أَوْصَانِي حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ، لَنْ أَدْعَهُنَّ مَا عِشْتُ:
بَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةَ الضُّحَى، وَبَأَنْ لَا أَنَامَ حَتَّى
أُوتِرَ (مسلم) ۱

ترجمہ: مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ
میں تادم حیات ان کو نہ چھوڑوں، ایک تو ہر مہینے میں تین روزوں کی، اور دوسرے
چاشت کی نماز کی، اور تیسرے یہ کہ میں اس وقت تک نہ سوؤں جب تک وتر نہ
پڑھ لوں (ترجمہ ختم)

وتر سونے سے پہلے پڑھنے کی وصیت، اور اس کا حکم فرمانے کی وجہ یہی تھی، تاکہ رات کو سوتے
رہ جانے کی وجہ سے وتر کی انتہائی اہم نماز قضا نہ ہو جائے۔ ۲

اور حضرت ابو مرہ (مولیٰ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ؟ قَالَ: فَسَكَّتْ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَسَكَّتْ، ثُمَّ سَأَلَهُ،
فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ كَيْفَ أَصْنَعُ أَنَا، قَالَ: أَخْبِرْنِي، قَالَ: إِذَا
صَلَّيْتُ الْعِشَاءَ، صَلَّيْتُ بَعْدَهَا خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَنَامُ، فَإِنْ قُمْتُ مِنَ
اللَّيْلِ، صَلَّيْتُ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِنْ أَصْبَحْتُ، أَصْبَحْتُ عَلَى وَتَرٍ (موطا امام

۱۔ حدیث نمبر ۷۲۲، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة الضحی، وأن أقلها
رکعتان، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

۲۔ (فان قلت) ما الحکمة فی الوصیة بالمحافظة علی هذه الثلاث (قلت) أما فی صوم
ثلاثة أيام من كل شهر إشارة إلى تمرین النفس علی جنس الصیام وفی صلاة الضحی
إشارة إلى ذلك فی جنس الصلاة وأما فی الوتر قبل النوم إشارة إلى أن ذلك فی
المواظبة علیه وفیه إمارة الوجوب ووقته فی اللیل وهو وقت الغفلة والنوم والکسل
ووقت طلب النفس الراحة (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۳۳، کتاب التطوع، باب صلاة
الضحی فی الحضر)

محمد، حدیث نمبر ۲۵۰) ۱۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کس طرح پڑھا کرتے تھے؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے، پھر ابوہریرہ نے ان سے (یہی) سوال کیا، تو بھی حضرت ابوہریرہ خاموش رہے، پھر حضرت ابوہریرہ نے ان سے (یہی) سوال کیا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو یہ بتلا دیتا ہوں کہ میں کس طرح عمل کرتا ہوں؟ ابوہریرہ نے کہا کہ آپ مجھے بتائیے، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھ لیتا ہوں تو میں اس کے بعد پانچ رکعات پڑھتا ہوں (یعنی دو نفلیں اور تین وتر) پھر میں سو جاتا ہوں، پھر اگر میں رات کے وقت اٹھتا ہوں، تو دو دو رکعات (نفل) پڑھتا ہوں، اور اگر میں صبح کو اٹھتا ہوں (رات کو نہیں اٹھ پاتا) تو میں وتر پر صبح کرتا ہوں (ترجمہ ختم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتلانے کے بجائے اپنا عمل بتلایا، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حکم کے مطابق تھا (جیسا کہ پہلے گزرا)

اس سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں وتر پڑھ کر سونے میں احتیاط ہے، پھر اگر رات کو تہجد کے لئے آنکھ کھل جائے، تو اٹھ کر تہجد پڑھ لی جائے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کو سونے سے پہلے اگر نوافل پڑھنی ہوں، تو ان کو وتروں سے پہلے اور وتروں کو آخر میں پڑھنا افضل ہے، تاکہ وتر پر صبح ہو، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ارشاد میں واضح فرمایا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ باب الوتر، واللفظ لہ، شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۲۰۲۲، کتاب الصلاة، باب التطوع بعد الوتر، سنن البیہقی، حدیث نمبر ۴۸۴۷، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۶۲۲۔

سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، يُسْأَلُ عَنِ الْوُتْرِ؟ فَقَالَ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُوتِرُ مِنْ
أَوَّلِ اللَّيْلِ، فَإِنْ رُزِقْتُ شَيْئًا مِنْ آخِرِهِ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ رَكَعَتَيْنِ حَتَّى
أُصْبِحَ، أَوْ قَالَ: حَتَّى يُذْرِكَنِي الصُّبْحُ (مصنف عبد الرزاق) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا (جب) ان سے وتر
کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو رات کے شروع میں وتر
پڑھ لیتا ہوں، پھر اگر مجھے رات کے آخری حصہ میں توفیق ہو جائے، تو میں صبح
تک یا صبح کے مجھے پانے تک دو دو رکعات (نفلوں کی) پڑھتا ہوں (ترجمہ ختم)
اور حضرت خلاص بن عمرو سے روایت ہے کہ:

فَقَالَ عَمَّارٌ: أَمَّا أَنَا فَأُوتِرُ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ، فَإِنْ رَزَقَنِي اللَّهُ شَيْئًا صَلَّيْتُ
شَفْعًا شَفْعًا حَتَّى الصُّبْحِ (مصنف عبد الرزاق) ۲

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو سونے سے پہلے وتر
پڑھ لیتا ہوں، پھر اگر اللہ تعالیٰ مجھے کچھ توفیق عطا فرماتے ہیں، تو (رات کو اٹھ کر)
دو دو رکعات (نفلوں کی) صبح تک پڑھتا ہوں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرِو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، هَلْ يَنْقُضُ الْوُتْرُ؟ قَالَ:
إِذَا أُوتِرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ، فَلَا تُوتِرُ مِنْ آخِرِهِ (بخاری) ۳

ترجمہ: میں نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ حدیث نمبر ۴۶۲۰، کتاب الصلاة، باب: أى ساعة يستحب فيها الوتر، المكتب الاسلامی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۴۶۲۱، کتاب الصلاة، باب: أى ساعة يستحب فيها الوتر، المكتب الاسلامی، بیروت، واللفظ له، شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۲۰۱۹.

۳۔ حدیث نمبر ۴۱۷۶، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، دار طوق النجاة، بیروت.

کے ان صحابہ کرام میں سے تھے، جنہوں نے بیعتِ رضوان میں شرکت کی تھی، یہ سوال کیا کہ کیا وتر ٹوٹ جاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب آپ رات کے اول حصہ میں وتر پڑھ لیں، تو آپ رات کے آخری حصہ میں وتر نہ پڑھیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ رات کو عشاء کے بعد ایک مرتبہ جب وتر پڑھ لئے جائیں، تو دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور رات کے آخری حصہ میں بیدار ہونے کے باوجود رات کے پہلے حصہ میں پڑھے ہوئے وتر رائیگاں نہیں جاتے۔ اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ:

لَا وَتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ (ترمذی) ۱

ترجمہ: ایک رات میں دو مرتبہ وتر نہیں ہیں (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث کے پیش نظر جمہور فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ جو شخص رات کے اول حصہ میں وتر پڑھ کر سو جائے، پھر وہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو، تو اس کو دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ پہلے پڑھے ہوئے وتر ہی کافی ہیں۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۴۷۰، ابواب الوتر، باب ما جاء لا وتران فی لیلة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر.

۲۔ قال ثنا يوسف بن ابي يوسف عن ابيه عن ابي حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یوتر من اول اللیل فاذا قام سحرا اضاف الی وتره رکعة فبلغ ذلک عائشة رضی اللہ عنہا فقالت یرحم اللہ ابا عبد الرحمن انه لیلعب بوتره ما علیہ لو اوتر اول اللیل فاذا قام سحرا صلی رکعتین رکعتین فانه یصبح علی وتر (الاثار ليعقوب بن ابراهيم الانصاری أبو یوسف، حدیث نمبر ۳۳۹)

قال الترمذی: وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الَّذِي يُؤْتَرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، ثُمَّ يَقُومُ مِنْ آخِرِهِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: نَقُضَ الْوُتْرُ، وَقَالُوا: يُضَيَّفُ إِلَيْهَا رَكْعَةٌ وَيُصَلَّى مَا بَدَأَ لَهُ، ثُمَّ يُؤْتَرُ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ، لِأَنَّهُ لَا وَتْرَانَ فِي لَيْلَةٍ، وَهُوَ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ إِسْحَاقُ، وَقَالَ ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا منقول ہے، جن میں سے بعض روایات میں ان دو رکعتوں کو بیٹھ کر پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا أَوْتَرَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ يُصَلِّي مَا بَدَأَ لَهُ وَلَا يَنْقُضُ وَتَرَهُ، وَيَدْعُ وَتَرَهُ عَلَى مَا كَانَ، وَهُوَ قَوْلُ شُعْبَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَهَذَا أَصَحُّ، لِأَنَّهُ قَدْ رَوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَلَّى بَعْدَ الْوُتْرِ (ترمذی، حوالہ بالا)

فَهَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَعَائِذُ بْنُ عَمْرٍو، وَعَمَّارٌ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، لَا يَرَوْنَ التَّطَوُّعَ بَعْدَ الْوُتْرِ، يَنْقُضُ الْوُتْرَ. فَهَذَا أَوَّلِي عِنْدَنَا مِمَّا رَوَى عَمَّنْ خَالَفَهُمْ، إِذْ كَانَ ذَلِكَ مُوَافِقًا لِمَا رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِعْلِهِ وَقَوْلِهِ. وَالَّذِي رَوَى عَنِ الْآخَرِينَ أَيْضًا فَلَيْسَ لَهُ أَصْلٌ فِي النَّظَرِ، لِأَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَتَطَوَّعُوا، صَلَّوْا رَكْعَةً، فَيَشْفَعُونَ بِهَا وَتَرًا مُتَقَدِّمًا، قَدْ قَطَعُوا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَا شَفَعُوا بِهِ، بِكَلَامٍ وَعَمَلٍ، وَنَوْمٍ، وَهَذَا لَا أَصْلَ لَهُ أَيْضًا فِي الْأَجْمَاعِ، فَيُعْطَفُ عَلَيْهِ هَذَا الْإِخْلَافُ. فَلَمَّا كَانَ ذَلِكَ كَذَلِكَ، وَخَالَفَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ ذَكَرْنَا، وَرَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا خِلَافَهُ، انْتَفَى ذَلِكَ، وَلَمْ يَجْرِ الْعَمَلُ بِهِ. وَهَذَا الْقَوْلُ الَّذِي بَيَّنَّا، قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَأَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ (شرح معاني الآثار، كتاب الصلاة، باب التطوع بعد الوتر)

۱۔ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي ثَمَانِ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ يُوتِرُ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النَّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ (مسلم، حديث نمبر ۷۳۸)

حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي ثَمَانِي رَكَعَاتٍ، ثُمَّ يُوتِرُ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْرَأُ، ثُمَّ يَرْكَعُ، وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النَّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ (صحيح ابن حبان، حديث نمبر ۲۶۳۳، ذَكَرُ الْإِبَاهِجَةِ لِلْمَرْءِ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُتْرِ فِي عَقَبِ تَهَجُّدِهِ بِاللَّيْلِ سِوَى رَكْعَتِي الْفَجْرِ)

قال شعيب الارنؤوط:

إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا. وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ فِي "الكبرى" "كما في" "التحفة" ۱۲/۳۷۱ عن إسحاق بن إبراهيم، بهذا الإسناد. وأخرجه بنحوه البغوي (۹۶۲) من طريق يزيد بن هارون، عن هشام، به. وأخرجه مسلم (۱۲۶) (۷۳۸) في صلاة المسافرين: باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم في الليل، وأبو داود (۱۳۲۰) في الصلاة: باب في صلاة الليل، والنسائي ۳/۲۵۱ في قيام الليل: باب ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان دو رکعتوں کے بارے میں محدثین اور اہل علم کی آراء مختلف ہیں۔ بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کے بعد کی ان دو رکعتوں کو عام نفل یا تہجد کی نماز کے بجائے فجر کی سنتیں ہونا قرار دیا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إباحة الصلاة بين الوتر وبين ركعتي الفجر، من طرق عن يحيى بن أبي كثير، به نحوه. وأخرجه بنحوه البخاري (۱۱۵۹) في التهجد: باب المداومة على ركعتي الفجر، وأبو داود (۱۳۶۱) في الصلاة: باب في صلاة الليل، من طريق عراك بن مالك، عن أبي سلمة، عن عائشة (حاشية صحيح ابن حبان)

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْوُتْرِ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِأَمِّ الْقُرْآنِ وَإِذَا زُلْزِلَتْ، وَفِي الْأُخْرَى بِأَمِّ الْقُرْآنِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ. قَالَ لَنَا أَبُو بَكْرٍ: هَذِهِ سُنَّةٌ تَفَرَّدَ بِهَا أَهْلُ الْبَصْرَةِ وَحَفِظَهَا أَهْلُ الشَّامِ (سنن دار قطنی، حدیث نمبر ۱۷۰۲)

عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُتْرِ، وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا إِذَا زُلْزِلَتْ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (المعجم الكبير للطبرانی، حدیث نمبر ۸۰۶۵)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْوُتْرِ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ (المعجم الكبير للطبرانی، حدیث نمبر ۸۵۹)

۱۔ وإذا كان هذه الأمور موجودة وأمكن التمسك بها تعين المصير إلى الترجيح ويتأيد بما ذكره البيهقي فيبقى الأمر على ظاهره، ويتعين القصد إلى جعل آخر الصلاة بالليل وترًا. فإن قيل احتمال كونهما ركعتي الفجر بعيد، لأنه لم ينقل أنه صلى الرواتب جالساً. قلنا: قد ورد ما يدل على أن المراد بصلاتهما جالساً إنما هو حال القراءة فيهما فقد أخرج ابن خزيمة في (صحيحه) من طريق يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن عائشة رضي الله عنها أنها سئلت عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: (كان يصلي ثلاث عشرة، يصلي ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلي ركعتين وهو جالس فإذا أراد أن يركع قام فركع) وهذه الزيادة تقيد الروايات المطلقة عن عائشة رضي الله عنها وهي صحيحة الإسناد فتعين المصير إلى ما دلت عليه وذلك بحمل المطلق على المقيّد.

وقد ثبت في الصحيح أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى النافلة قاعداً، وأنه قال لعبد الله بن عمرو لما سأله عن ذلك، وذكر له حديث صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم قال: (أجل ولكني لست كأحدكم) فعرف أنه يختص بكون صلاته النافلة عن قعود يقع له ثوابها تماماً لا على النصف كغيره ممن يصلي النافلة عن قعود بلا عذر، فلو حمل صلاة الركعتين اللتين بعد الوتر جالساً في جميعها لم يقدح في كونهما رتبة الفجر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے وتر کے بعد نفل کی دو رکعت کو منسوخ قرار دیا ہے، اور ان کا کہنا یہ ہے کہ وتروں کا رات کی آخری نماز ہونا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری سنت ہے، اور وتروں کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھنے کا عمل پہلے کا ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقد جنح القرطبی فی (المفہم) إلى أن المراد بالركعتين الصلاتين صلاهما بعد الوتر ركعتا الفجر، قال: (وقول عائشة رضي الله عنها ثم يصلي ركعتين بعدما يسلم معناه أنه كان يسلم من وتره وهو قاعد، وأرادت بذلك الإخبار بمشروعية السلام، ولم ترد أنه صلى ركعتي الفجر فتهجد) انتهى، ولا يخفى تعسفه (كشف الستار عن حكم الصلاة بعد الوتر لابن حجر، ص ۷۴ تا ۷۵) ۱. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، مِنْهَا رَكْعَتَانِ، وَهُوَ جَالِسٌ، وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ، فَلِذَلِكَ ثَلَاثُ عَشْرَةَ رَكْعَةً" فَقَدْ وَافَقَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا حَدِيثَ أَحْمَدَ بْنِ دَاوُدَ وَقَوْلُهَا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ يَعْنِي قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُمَا الرُّكْعَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ فِي حَدِيثِهِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَقَوْلُهَا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ يَعْنِي قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُمَا الرُّكْعَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ فِي حَدِيثِهِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ (شرح معاني الآثار، حديث نمبر ۱۶۷۸، كتاب الصلاة، باب الوتر)

قولها كان يصلي ثلاث عشرة ركعة يصلي ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلي ركعتين وهو جالس فإذا أراد أن يركع قام فركع ثم يصلي ركعتين بين النداء والإقامة من صلاة الصبح هذا الحديث أخذ بظاهره الأوزاعي وأحمد فيما حكاه القاضي عنهما فأباحا ركعتين بعد الوتر جالسا وقال أحمد لا أفعله ولا أمتنع من فعله قال وأنكره مالك قلت الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما صلى الله عليه وسلم بعد الوتر جالسا لبيان جواز الصلاة بعد الوتر وبيان جواز النفل جالسا ولم يواظب على ذلك بل فعله مرة أو مرتين أو مرات قليلة ولا تغتر بقولها كان يصلي فإن المختار الذي عليه الأكثر والمحققون من الأصوليين أن لفظة كان لا يلزم منها الدوام ولا التكرار وإنما هي فعل ماض يدل على وقوعه مرة فإن دل دليل على التكرار عمل به وإلا فلا تقتضيه بوضعها وقد قالت عائشة رضي الله عنها كنت أطيّب رسول الله صلى الله عليه وسلم لحله قبل أن يطوف ومعلوم أنه صلى الله عليه وسلم لم يحج بعد أن صحبته عائشة إلا حجة واحدة وهي حجة الوداع فاستعملت كان في مرة واحدة ولا يقال لعلها طيبته في إحرامه بعمرة لأن المعتبر لا يحل له الطيب قبل الطواف بالإجماع فثبت أنها استعملت كان في مرة واحدة كما قاله الأصوليون وإنما تناولنا حديث الركعتين جالسا لأن الروايات المشهورة في الصحيحين وغيرهما عن عائشة مع روايات خلافت من الصحابة في الصحيحين مصرحة بأن آخر صلاته صلى الله عليه وسلم في الليل كان وترا وفي الصحيحين أحاديث كثيرة مشهورة بالأمر بجعل آخر صلاة الليل وترا منها اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا وصلاة الليل مثني فإذا خفت الصبح فاوتر بواحدة وغير ذلك فكيف يظن به صلى الله عليه وسلم بواحدة؟ ﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

لیکن کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ و تابعین سے فی الجملہ و تروں کے بعد دو نوافل کا پڑھنا ثابت ہے، اور ممانعت کی کوئی دلیل نہیں، اور نفل نمازوں کے لئے یہ مکروہ وقت بھی نہیں، اس لئے رائج یہ ہے کہ و تروں کے بعد نفل پڑھنا جائز درجہ کا عمل ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اللہ علیہ وسلم مع هذه الأحاديث وأشباهها أنه يداوم على ركعتين بعد الوتر ويجعلهما آخر صلاة الليل وإنما معناه ما قدمناه من بيان الجواز وهذا الجواب هو الصواب وأما ما أشار إليه القاضي عياض من ترجيح الأحاديث المشهورة ورد رواية الركعتين جالسا فليس بصواب لأن الأحاديث إذا صحت وأمكن الجمع بينها تعين وقد جمعنا بينها ولله الحمد (شرح النووي على مسلم ج ۶ ص ۲۱، ۲۲، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم في الليل)

واستدل بهذا على أنه لا صلاة بعد الوتر وقد اختلف السلف في ذلك في موضعين أحدهما في مشروعية ركعتين بعد الوتر عن جلوس والثاني فيمن أوتر ثم أراد أن يتنفل في الليل هل يكتفى بوتره الأول ولينفل ما شاء أو يشفع وتره بركعة ثم يتنفل ثم إذا فعل ذلك هل يحتاج إلى وتر آخر أو لا فأما الأول فوقع عند مسلم من طريق أبي سلمة عن عائشة أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلي ركعتين بعد الوتر وهو جالس وقد ذهب إليه بعض أهل العلم وجعلوا الأمر في قوله اجعلوا آخر صلاتكم من الليل وترًا مختصا بمن أوتر آخر الليل وأجاب من لم يقل بذلك بأن الركعتين المذكورتين هما ركعتا الفجر وحمله النووي على أنه صلى الله عليه وسلم فعله لبيان جواز التنفل بعد الوتر وجواز التنفل جالسا وأما الثاني فذهب الأكثر إلى أنه يصلي شفعا ما أراد ولا ينقص وتره عملا بقوله صلى الله عليه وسلم لا وتران في ليلة وهو حديث حسن أخرجه النسائي وابن خزيمة وغيرهما من حديث طلق بن علي (فتح الباري لابن حجر، ج ۲ ص ۳۸۰، ۳۸۱، قوله باب الصلاة قبل العيد وبعدها)

وهذا الأمر للاستحباب، فيستحب للرجل أن يوتر آخر الليل إن وثق بالانتباه، وإن يجعله آخر جميع صلاته. وأما ما روى عنه -عليه السلام- أنه كان يداوم على ركعتين بعد الوتر، ويجعلهما آخر صلاة الليل، فالمراد منه: بيان الجواز، وقد تكلمنا في هذا المقام مستوفى (شرح أبي داود للعيني، ج ۵ ص ۳۵۰، كتاب الصلاة، باب في وقت الوتر)

۱۔ فَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَطَوَّعَ بَعْدَ الْوُتْرِ بِرُكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ نَاقِضًا لِوُتْرِهِ الْمُتَقَدِّمِ، فَهَذَا أَوَّلَى مِمَّا تَأَوَّلَهُ أَهْلُ الْمَقَالَةِ الْأُولَى وَادَّعَوْهُ مِنْ مَعْنَى حَدِيثٍ عَلَى رِضَى اللَّهِ عَنْهُ (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَى وَتْرُهُ إِلَى السَّحْرِ) مَعَ أَنَّ ذَلِكَ أَيْضًا لَيْسَ بِهِ خِلَافٌ عِنْدَنَا لِهَذَا، لِأَنَّهُ قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ وَتْرُهُ يَنْتَهِي إِلَى السَّحْرِ ثُمَّ يَتَطَوَّعَ بَعْدَهُ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ تَيْنِكَ الرُّكْعَتَانِ هُمَا رُكْعَتَا الْفَجْرِ، فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ قَبْلَ لَهْ: لَا يَجُوزُ ذَلِكَ مِنْ جِهَتَيْنِ أَمَّا أَحَدُهُمَا: فَلِأَنَّ سَعْدَ بْنَ هِشَامٍ إِنَّمَا سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

﴿ بقیہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور اگرچہ بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھنے کی روایات کی وجہ سے وتروں کے بعد دو رکعت اور ان کو بھی بیٹھ کر پڑھنے کو سنت یا مستحب قرار دیا ہے، لیکن اکثر محدثین و فقہائے کرام وتروں کے بعد دو رکعتوں کے پڑھنے کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَكَانَ ذَلِكَ مِنْهَا جَوَابًا لِسُؤَالِهِ وَإِخْبَارًا مِنْهَا إِيَّاهُ، عَنْ صَلَاتِهِ بِاللَّيْلِ كَيْفَ كَانَتْ. وَالْجَهَةُ الْأُخْرَى: أَنَّهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ الْفَجْرِ جَالِسًا، وَهُوَ يُطِيقُ الْقِيَامَ؛ لِأَنَّهُ بِذَلِكَ تَارَكَ لِقِيَامِهَا، وَإِنَّمَا يَجُوزُ أَنْ يُصَلِّيَ قَاعِدًا وَهُوَ يُطِيقُ الْقِيَامَ مَا لَهُ أَنْ لَا يُصَلِّيَهُ الْبَيْتَةُ، وَيَكُونُ لَهُ تَرْكُهُ، فَهُوَ كَمَا لَهُ تَرْكُهُ بِكَمَالِهِ، يَكُونُ لَهُ تَرْكُ الْقِيَامِ فِيهِ. فَأَمَّا مَا لَيْسَ لَهُ تَرْكُهُ فَلَيْسَ لَهُ تَرْكُ الْقِيَامِ فِيهِ. فَبَيَّنَّ بِذَلِكَ أَنَّ تَيْنِكَ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَطَوُّعَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْوُتْرِ كَانَتَا مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ، وَفِي ذَلِكَ مَا وَجَبَ بِهِ قَوْلُ الَّذِينَ لَمْ يَرَوْا بِالتَّطَوُّعِ فِي اللَّيْلِ بَعْدَ الْوُتْرِ بَأْسًا وَلَمْ يَنْقُضُوا بِهِ الْوُتْرَ (شرح معاني الآثار، كتاب الصلاة، باب التطوع بَعْدَ الْوُتْرِ)

عَنْ أَبِي مَجْلَزٍ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يُصَلِّيَ بَعْدَ الْوُتْرِ، إِلَّا رَكْعَتَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۷۸۰، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة بَعْدَ الْوُتْرِ)

حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ عَنْهُمَا عَطَاءٌ؟ فَقَالَ: أَنْتُمْ تَفْعَلُونَهُمَا؟ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۷۸۲، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة بَعْدَ الْوُتْرِ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تُصَلِّيَ صَلَاةً إِلَّا سَجَدْتَ بَعْدَهَا سَجْدَتَيْنِ، فَافْعَلْ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۷۸۳، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة بَعْدَ الْوُتْرِ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَيْتُهُ يَسْجُدُ بَعْدَ وَتْرِهِ سَجْدَتَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۷۸۴، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة بَعْدَ الْوُتْرِ)

البيهقي وهو من الشافعية جرح إلى النسخ فقال: باب من قال يجعل آخر صلاته وترًا، وأن الركعتين بعد الوتر تركتا، ثم ساق حديث ابن عمر رضي الله عنهما (اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترًا) ثم ساق حديث أبي إسحاق عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها (اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترًا) ثم ساق حديث (الأسود بن يزيد) أنه دخل على عائشة ليسألها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: (كان يصلي ثلاث عشرة ثم يصلي إحدى عشرة ركعة وترك ركعتين ثم قبض حتى قبض وهو يصلي من الليل تسع ركعات وآخر صلاته من الليل الوتر. أخرجه أبو داود عن مؤمل بن هشام عن إسماعيل بن إبراهيم عن منصور بن عبد الرحمن عن أبي إسحاق، وقد أخرجه ابن خزيمة في صحيحه عن مؤمل بن هشام بهذا الإسناد لكن قال عن مسروق بدل الأسود. قال البيهقي: ووقول أبي داود أولى بالصواب (كشف الستار عن حكم الصلاة بعد الوتر لابن حجر، ص ۷۳، ۷۴)

(وعن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بواحدة)، أي: مع شفع قبلها جمعاً بينه وبين الأحاديث السالفة، (ثم يركع)، أي: يصلي (ركعتين يقرأ فيهما وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع): قال ابن حجر: لا ينافي ما قبله؛ لأنه كان تارة يصليهما في جلوس من غير قيام،

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جائز تو قرار دیتے ہیں، مگر ان کے سنت و مستحب ہونے کے قائل نہیں۔
اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے یہی رائج ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونارة يقوم عند إرادة الركوع اهـ. ولعله كان كله قبل قوله -عليه الصلاة والسلام- "اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً" أو فعله لبيان الجواز (مراقبة، ج ۳ ص ۹۵، كتاب الصلاة، باب الوتر) عَنْ مُجَاهِدٍ؛ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ السُّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْوُتْرِ؟ فَقَالَ: هَذَا شَيْءٌ قَدْ تَرِكَ (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۶۷۸۸، كتاب الصلاة، باب في الصلاة بعد الوتر)

وقد اختلف أهل العلم في الصلاة بعد الوتر فكان قيس بن عباد يقول: أقرأ وأنا جالس أحب إلى من أن أصلي بعدما أوتر، وكان مالك بن أنس لا يعرف الركعتين بعد الوتر، وقال الأوزاعي: إن شاء ركعة، وقال أحمد بن حنبل: أرجو أن فعله إنسان لا يضيق عليه، وقال أحمد: لا أفعله. قال أبو بكر: الصلاة في كل وقت جائزة إلا وقتاً نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فيه، والأوقات التي نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فيها وقت طلوع الشمس، ووقت الزوال، ووقت غروب الشمس، والصلاة في سائر الأوقات طلق مباح، ليس لأحد أن يمنع فيها إلا بحجة، ولا حجة مع من كره الصلاة بعد الوتر، فدل فعله هذا على أن قوله: اجعلوا آخر صلاتكم وتراً على الاختيار لا على الإيجاب، فنحن نستحب أن يجعل المرء آخر صلاته وتراً، ولا نكره الصلاة بعد الوتر، وقائل هذا قاتل بالخبرين جميعاً (الأوسط لابن المنذر، تحت حديث رقم ۲۶۲۰) (قوله: ولا يكره تهجد ولا غيره بعد وتر) هذا لا يفيد ندب ترك التنفل بعد الوتر، وقد صرح به في الباب تبعاً للمجموع، والتحقيق كما بينه في شرحه فقال ويندب أن لا يتنفل بعد وتره (وصلاته صلى الله عليه وسلم ركعتين بعده جالسا) لبيان الجواز اهـ وعبارة التحقيق بعد أن قال ولو أوتر ثم تهجد لم ينقضه ويقال نقضه أول قيامه بركعة ثم يوتر بعده اهـ ما نصه ولو أوتر ثم أراد نفلاً جاز بلا كراهة ويستحب أن لا يعتمد صلاة بعده، وأما حديث مسلم (أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى ركعتين بعد الوتر جالسا) ففعله لبيان الجواز والذي واطب عليه وأمر به جعل آخر صلاة الليل وتراً اهـ. (حاشية ابن قاسم العبادي على تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج ۲ ص ۲۲۸، ۲۲۹، كتاب الصلاة، باب في صلاة النفل)

۱۔ اور جنہوں نے اس کو بدعت و مکروہ قرار دیا، غالباً ان کی مراد بھی سنت و مستحب سمجھنے کی صورت میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْقَاسِمِ؛ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُتْرِ؟ فَخَلَفَ بِاللَّهِ إِنَّهُمَا لِبَدْعَةٍ (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۶۷۸۱، كتاب الصلاة، باب في الصلاة بعد الوتر) عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ؛ أَنَّهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ بَعْدَ الْوُتْرِ (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۶۷۸۵، كتاب الصلاة، باب في الصلاة بعد الوتر)

عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: لِأَنَّ أَقْعَدَ بَعْدَ الْوُتْرِ فَأَقْرَأُ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْوُتْرِ (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۶۷۸۶، كتاب الصلاة، باب في الصلاة بعد الوتر)

وقد جزم جماعة من أصحاب أحمد بأنهما سنة من آخرهم ابن تيمية وهو خلاف الراجح من

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ مستحب اور افضل طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جتنے نوافل پڑھنا چاہے، وتر سے پہلے پڑھ لے، اور وتر آخر میں پڑھے، اس کے بعد نوافل نہ پڑھے، اگر پڑھ لے، تو جائز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المذاهب الثلاثة في المشهور عنهم وأغرب ابن القيم صاحب ابن تيمية، فقال في (الهدى النبوي) (معه على) الخلاف: والصواب أن هاتين الركعتين تجريان مجرى السنة وتكمل الوتر، فإن الوتر عبادة مستقلة، ولا سيما عند من قال بوجوبه، فتجري الركعتين مجرى سنة المغرب بعد المغرب، لأنه بسبب أنها (وتر) النهار، والركعتان بعدها تكميل لها فكذلك الركعتان بعد الوتر. انتهى. ولم أر له فيه سلفاً إلا ما سأذكره قريباً عن بعض الشافعية في إضافته إياهما إلى الوتر (كشف الستار عن حكم الصلاة بعد الوتر لابن حجر، ص ۲۵)

وفى شرح الطيبي قال أحمد: لا أفعلهما ولا أمتنع فعلهما. وأنكره مالك، قال النووي: هاتان الركعتان فعلهما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا لبيان جواز الصلاة بعد الوتر، وبيان جواز النفل جالسا، ولم يواظب على ذلك، وأما رد القاضي عياض رواية الركعتين فليس بصواب؛ لأن الأحاديث إذا صحت وأمكن الجمع بينها تعين، وقد جمعنا ثم قال: ولا تغتر بمن يعتقد سنية هاتين الركعتين ويدعو إليه لجهالته وعدم أنسه بالأحاديث الصحيحة (مراقبة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۲ ص ۹۳۲، كتاب الصلاة، باب الوتر)

وهذا الحديث محمول على أنه صلى الله عليه وسلم صلى الركعتين بعد الوتر بيانا لجواز الصلاة بعد الوتر ويدل عليه أن الروايات المشهورة في الصحيحين عن عائشة مع رواية خلائق من الصحابة رضي الله عنهم في الصحيحين مصرحة بأن آخر صلاة النبي صلى الله عليه وسلم في الليل كانت وترا وفي الصحيحين أحاديث كثيرة بالامر بكون آخر صلاة الليل وترا كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم "اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا وقد تقدم قريبا عن الصحيحين" كقوله صلى الله عليه وسلم "صلاة الليل مثني مثني فإذا خفت الصبح فأوتر بواحدة" (رواه في الصحيحين من رواية ابن عمر رضي الله عنهما فكيف يظن بالنبي صلى الله عليه وسلم مع هذه الأحاديث وأشباهها أنه كان يداوم على ركعتين بعد الوتر وإنما معناه ما ذكرناه أولا من بيان الجواز وإنما بسطت الكلام في هذا الحديث لأنني رأيت بعض الناس يعتقد أنه يستحب صلاة ركعتين بعد الوتر جالسا ويفعل ذلك ويدعو الناس إليه وهذه جهالة وغباوة أنسه بالأحاديث الصحيحة وتنوع طرقها وكلام العلماء فيها فاحذر من الاغترار به واعتمد ما ذكرته أولا وبالله التوفيق (المجموع شرح المذهب، ج ۳ ص ۱۶، ۱۷، باب صلاة التطوع)

وقال مولانا شيخ الهند محمود حسن رحمه الله تعالى: الركعتان مع الوتر ليستا قطعة من صلاة الليل، بل هما اللتان تصليان بعد الوتر قاعدا. وقد كان رحمه الله تعالى يجري هذا الجواب في حديث عروة أيضا. قلت: أما الأحاديث في الركعتين بعد الوتر فقد بلغت إلى الأربع وكلها صحاح، إلا أنني لم أختَر هذا الترجيح، لأن مالكا رحمه الله تعالى أنكرهما ولم يخرج لهما في موطنه شيئا، وراه وهما مخالفا لقوله صلى الله عليه وسلم اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا فإنه صريح في أن الوتر ينبغي أن يكون في آخر صلاة الليل، وحينئذ لو سلم ثبوت الركعتين بعده لزم أن يكون ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے، مگر نہ تو دو رکعت کی تخصیص ہے، اور نہ ہی ان نوافل کا وتر کے ساتھ تعلق ہے، بلکہ یہ عام جائز اوقات کی طرح کی نوافل ہیں (کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۰۶)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الآخر هما هاتان، وتفاوت آخرية الوتر والبخارى رحمه الله تعالى وإن أخرجهما في كتابه إلا أنه لم يبوب على هذا اللفظ.

وقد تحقق عندى: أن البخارى رحمه الله تعالى إذا يخرج لفظاً ويكون فيه ضعف عنده لا يترجم عليها، فهذا أيضاً دليل على ضعف فى المسألة عنده. ثم إن السلف أيضاً كانوا مختلفين فيها، فحملها على هاتين الركعتين، وإن كان ممكناً فى حديث ابن عباس رضى الله عنه، إلا أنى تركته لما علمت آنفاً. أما فى حديث عروة فحملها على هاتين الركعتين مشكلاً، فإن عروة ممن ينكرهما رأساً كما هو فى قيام الليل للمروزي، فهاتان غير ما فى حديث عروة قطعاً. إن أمكن حملهما عليهما فى غير حديثه، إلا أنى لما لم أحملهما فى حديث عروة على الركعتين بعد الوتر لما علمت، وجعلتهما من صلاة الليل. لهذا المعنى أحببت أن تكون شاكلة الجواب فى كلها واحدة، وإن أمكن الحمل عليهما فى حديث ابن عباس رضى الله عنه (فيض البارى شرح البخارى، كتاب العلم، باب السمر فى العلم)

والآن أتعرض إلى رواية عن عائشة، قالت: كان يوتر بخمس لا يجلس إلا فى آخرهن، فقال المدرسون: إن ثلاثاً منها وتر وركعتين منها ركعتا النفل جالساً بعد الوتر. أقول: إن قطع الثلاث فى حديث عائشة من الخمس متعين ولكن الركعتين لا أقول: إنهما اللتان يؤتى بهما جالساً بعد الوتر، وجواب المدرسين نافذ بلا ريب فإن الركعتين جالساً بعد الوتر ثابتتان فى الصحيحين أيضاً ولكنى لا أَرْضَى بهذا الجواب، ووجه عدم الرضا هو أن مالكاً ينكر الركعتين جالساً بعد الوتر مع كون ثبوتهما فى الصحيحين، وسأل عنهما أحمد؛ فقال: لا أصليهما ولو صلاهما أحد لا أنكر عليه، وأما البخارى فأخرج حديثهما ولكنه لم يبوب عليهما، وظنى أن وجه عدم تبويبه هو عدم اختياره إياهما، وأما الشافعى وأبو حنيفة فلم يرد عنهما فيهما شيء، وأيضاً حديث عائشة حديث الباب عن عروة بن الزبير، ولم أجد فى رواية من روايات عروة الركعتين جالساً، ولذا أنكرهما مالك فإنه أخرج حديث عائشة فى موطأه بسند عروة، فعندى أن الركعتين ركعتان قبل الوتر وإنما جمع الراوى بين الوتر وبين الركعتين قبل الوتر لعدم الوقفة الطويلة بينهما من وقفة النوم أو غيرها من وقفة الوضوء أو السواك أو أخرى، وحمل الركعتين على هذا المحتمل عندى أقرب من حملهما على ما حمل المدرسون وأما قطع الثلاث من الخمس فمتيقن والتردد فى محمل الركعتين وثبت الركعتان قبل الوتر فى الخارج كما فى الطحاوى عن أبى هريرة أن لا يكون الوتر خالياً عن شيء قبل الوتر فتم الجواب عن حديث الباب، وأما حديث الباب عن عروة فأعله مالك بن أنس كما نقل فى شرح المواهب وأبو عمر فى التمهيد، وحديث الباب أخرجه مالك فى موطأه وليست فيه هذه الزيادة وفى شرح المواهب أن هشاماً روى هذه الزيادة، حين خرج من الحجاز

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر کھڑے ہونے میں کوئی عذر نہ ہو، تو قولی احادیث

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى العراق فبلغت الزيادة، مالك بن أنس فقال مالك: إن هشاماً حين ذهب إلى العراق سمع منه أنه يروى أشياء منكورة (العرف الشدي، ج ۱ ص ۳۳۰)

ومنها، الركعتان بعد الوتر، فظاهر كلام أحمد أنه لا يستحب فعلهما، وإن فعلهما إنسان جاز. قال الأثرم: سمعت أبا عبد الله يسأل عن الركعتين بعد الوتر، قيل له: قد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجوه، فما ترى فيهما؟ فقال: أرجو أن فعله إنسان أن لا يضيق عليه، ولكن يكون وهو جالس، كما جاء الحديث. قلت: تفعله أنت؟ قال: لا، ما فعله. وعدهما أبو الحسن الآمدى من السنن الراتبية. والصحيح أنهما ليستا بسنة؛ لأن أكثر من وصف تهجد النبي صلى الله عليه وسلم لم يذكرهما؛ من ذلك حديث ابن عباس، وزيد بن خالد، وعائشة، فيما رواه عنهما عروة وعبد الله بن شقيق، والقاسم، واختلف فيه عن أبي سلمة، وأكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم على تركهما. ووجه الجواز، ما روى سعد بن هشام، عن عائشة، (أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي من الليل تسع ركعات، ثم يسلم تسليمًا يسمعون، ثم يصلي ركعتين بعدما يسلم، وهو قاعد، فتلك إحدى عشرة ركعة). وقال (أبو سلمة: سألت عائشة عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: كان يصلي ثلاث عشرة ركعة، يصلي ثماني ركعات، ثم يوتر، ثم يصلي ركعتين وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع ثم يصلي ركعتين بين النداء والإقامة من صلاة الصبح). رواهما مسلم. وروى ذلك أبو أمامة أيضًا، وأوصى بهما خالد بن معدان، وكثير بن مرة الحضرمي، وفعلهما الحسن، فهذا وجه جوازهما (المغني لابن قدامة، ج ۳ ص ۳۲۱) وَأَمَّا الرُّكْعَتَانِ بَعْدَ الْوُتْرِ جَالِسًا، فَقِيلَ: هُمَا سُنَّةٌ قَدِمَةُ ابْنِ تَمِيمٍ، وَصَاحِبِ الْفَاتِي، وَهُوَ مِنْ الْمُفْرَدَاتِ، وَعَدَّهُمَا الْأَمِدِيُّ مِنَ السُّنَنِ الرُّوَاتِبِ قَالَ فِي الرُّعَايَةِ: وَهُوَ غَرِيبٌ قَالَ الْمَجْدُ فِي شَرْحِهِ: عَدَّهُمَا بَعْضُ الْأَصْحَابِ مِنَ السُّنَنِ الرُّوَاتِبِ وَالصَّحِيحُ مِنَ الْمَذْهَبِ: أَنَّهُمَا لَيْسَتَا بِسُنَّةٍ، وَلَا يُكْرَهُ فِعْلُهُمَا نَصٌّ عَلَيْهِ اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ (الإنصاف للمرداوي، ج ۲ ص ۱۸۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التطوع)

ویجوز فعل رکعتین بعد الوتر جالسا ولا يستحب فی قول الأكثر وعدھا الآمدی من السنن الرواتب قال فی الرعاية وهو غریب (المبدع فی شرح المقنع، ج ۲ ص ۲۱، باب صلاة التطوع) احسن الفتاوی میں ہے کہ:

در اصل یہ نوافل آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وتر کے بعد کبھی کبھار بیانِ جواز کے لئے پڑھے ہیں، اگرچہ بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جائیں، تاخیر وتر کی روایات، خصوصاً وہ روایات جن میں تاخیر وتر کا امر موجود ہے، مثلاً ”جعلوا آخر صلاتکم من اللیل وترا“ وغیرہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ وتر کو آخر الصلوات بنانا واجب ہے کما ہو مقتضی الامر، اس غلط فہمی کو دور کرنے لئے حسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی سبق دے کر یہ سمجھا دیا کہ یہاں امر اولویت اور انتخاب کے لئے ہے، وجوب کے لئے نہیں (اعدل الا نظار فی الشفع بعد الايتار، مشمولہ: احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۰۳)

کی رو سے بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ہے۔ ۱

۱۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الْقَائِمِ أَفْضَلُ وَصَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (ابن خزيمة، حديث نمبر ۱۲۳۶)

عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ، وَصَلَاةُ النَّائِمِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَاعِدِ وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُهُ يَرْوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ النَّائِمِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَاعِدِ إِلَّا فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَإِنَّمَا يَرْوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجْهِهِ فِي صَلَاةِ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (مسند البراء، حديث نمبر ۳۵۱۳)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأَى أَنَسًا يُصَلُّونَ قُعُودًا، فَقَالَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (ابن ماجه، حديث نمبر ۱۲۳۰، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا، بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ)

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهِيَ مُحَمَّةٌ، فَحَمَّ النَّاسُ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، وَالنَّاسُ قُعُودٌ يُصَلُّونَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " صَلَاةُ الْقَاعِدِ بِنِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ، فَتَجَشَّمُ النَّاسُ الصَّلَاةَ قِيَامًا (مسند احمد، حديث نمبر ۱۲۳۹۵)

فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح، و هذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين .
عَنِ السَّائِبِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (مسند احمد، حديث نمبر ۱۵۵۰۱)

فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح لغيره.
عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّي قَاعِدًا فَقَالَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى نِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ فَتَجَشَّمُ النَّاسُ الْقِيَامَ (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۶۸۸)
عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ، مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۵۸۴۹)

فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح لغيره.
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو - قَالَ سَفِيَانُ: أَرَاهُ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (مسند احمد، حديث نمبر ۶۸۰۸)
فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض اوقات نوافل بیٹھ کر پڑھنا، تو اولاً تو بعض احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کو ضعف و کمزوری اور تعب و تھکن کی وجہ سے بیٹھ کر ادا فرمایا ہے۔ ۱

دوسرے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا عذر نوافل بیٹھ کر ادا کرنے کی صورت میں آدھا ثواب حاصل ہونے کے قاعدے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ تھے (کصوم الوصال) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نوافل ادا کرنے میں بھی پورا ثواب ہی حاصل ہوتا تھا۔ جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے، تو ان کو بلا عذر بیٹھ کر نوافل پڑھنے کی صورت میں آدھا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلَاةِ الْقَائِمِ (السنن الكبرى للنسائي، حديث نمبر ۱۳۷۲)

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ مِثْلُ نِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۱۳۱۲۲)

عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ زَافِعٍ الْكَاهِلِيِّ، قَالَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، حديث نمبر ۴۶۷۲، باب صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم)

وَذَلِكَ عِنْدَنَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ عَلَى الْمُصَلِّي تَطَوُّعًا قَاعِدًا وَهُوَ يُطِيقُ أَنْ يُصَلِّيَ قَائِمًا، فَيَكُونُ لَهُ بِذَلِكَ نِصْفُ مَا يَكُونُ لَهُ لَوْ صَلَّى قَائِمًا، وَلَيْسَ هُوَ عَلَى صَلَاتِهِ قَاعِدًا، وَهُوَ لَا يُطِيقُ الْقِيَامَ، ذَلِكَ صَلَاتُهُ قَاعِدًا فِيمَا يُكْتَبُ لَهُ مِنَ الثَّوَابِ بِهَا كَصَلَاتِهِ إِذَاهَا قَائِمًا، لِأَنَّهُ هَاهُنَا قَدْ قَصَدَ إِلَى الْقِيَامِ وَقَصَرَ بِهِ عَنْهُ فَاسْتَحَقَّ مِنَ الثَّوَابِ مَا يَسْتَحِقُّهُ لَوْ صَلَّاهَا قَائِمًا، فَكَانَ إِذَا كَانَ يُطِيقُ الْقِيَامَ فَصَلَّى قَاعِدًا قَدْ تَرَكَ الْقِيَامَ اخْتِيَارًا فَلَمْ يُكْتَبْ لَهُ ثَوَابُهُ، وَكُتِبَ لَهُ ثَوَابُ الْمُصَلِّي قَاعِدًا عَلَى صَلَاتِهِ كَذَلِكَ (شرح مشكل الآثار للطحاوي، تحت رقم حديث ۱۶۹۳، بَابُ بَيَانِ مُشْكِكِ مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي كَيْفِيَةِ الصَّلَاةِ الْخ)

۱ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: وَالَّذِي تَوَلَّى نَفْسَهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا تَوَلَّيْتُ حَتَّى كَانَتْ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ قَاعِدًا إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ، وَكَانَ أَغْجَبَ الْعَمَلِ إِلَيْهِ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا (مسند احمد، حديث نمبر ۲۶۵۹۹)

عَنْ عَائِشَةَ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَجْدَةً، وَكَانَ أَكْثَرَ صَلَاتِهِ قَائِمًا، فَلَمَّا كَبُرَ وَثَقُلَ، كَانَ أَكْثَرَ صَلَاتِهِ قَاعِدًا (مسند احمد، حديث نمبر ۲۴۷۱۵)

ثواب ہی حاصل ہوتا ہے۔ ۱

۱ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا، فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى رَأْسِهِ، فَقَالَ: مَا لَكَ؟ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قُلْتُ: حَدَّثْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ قُلْتَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَى نِصْفِ الصَّلَاةِ، وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا، قَالَ: أَجَلٌ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ (مسلم، حديث نمبر ۷۳۵)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي جَالِسًا قُلْتُ لَهُ: حَدَّثْتُ أَنَّكَ تَقُولُ: "صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى نِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ"؟ قَالَ: "إِنِّي لَيْسَ كَمِثْلِكُمْ" (مسند احمد، حديث نمبر ۶۵۱۲)

فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير هلال بن يساف،

وأبي يحيى -وهو الأخرج، واسمه مضدع -فمن رجال مسلم.

عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَوَاصِلُوا قَالُوا: إِنَّكَ تَوَاصِلٌ، قَالَ: لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ، وَأَسْقَى، أَوْ إِنِّي أَبَيْتُ أَطْعَمُ وَأَسْقَى (بخاری، حديث نمبر ۱۹۶۱)

قال ابن حجر: ومحلہ فی غیر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، أما هو فمن خصائصه أن تطوعه غير قائم كهو قائما؛ لأن الكسل مأمون في حقه. قلت: كونه من الخصائص يحتاج إلى دليل آخر، وإلا فظاهر البشرية أنه يشارك نوعه، نعم هو مأمون من الكسل المانع عن العبادة المفروضة عليه، وأما أمنه من مطلق الكسل فمحل بحث مع أنه لا يلزم من عدم الكسل عدم الضعف والعذر أعم منهما؛ إذ ثبت أنه تورمت قدماه من الصلاة فنزلت: (طه - ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى) (طه: ۲۱) أى: لتعب، وقد روى الترمذی عن عائشة: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم يمت حتى كان أكثر صلاته، أى السافلة وهو جالس، وروى عنها أيضا أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا لم يصل بالليل منعه من ذلك النوم، أو غلبته عيناه صلى من النهار اثنتي عشرة ركعة. وقد قال تعالى: (قل إنما أنا بشر مثلكم) (الكهف: ۱۱۰) فلا بد للتخصيص من دليل قاطع وإلا فالأصل مشاركته عليه الصلاة والسلام مع أمته في الأحكام، نعم الحديث الآتي في أول الفصل الثالث يدل على اختصاصه بأن ثوابه لا ينقص، وهو يحتمل أنه أعم من أن يكون بعذر أو بغير عذر، ويحتمل أن يكون محمولا على أنه لم يصل قاعدا بغير عذر أبدا، فلا يكون مثل غيره؛ لأن غيره قد يصل قاعدا بغير عذر والله أعلم (مراقبة، جزء ۳، صفحہ ۹۳۶، کتاب الصلاة، باب القصد في العمل)

(قلت: حدثت يا رسول الله)، أى: حدثني الناس (أنك قلت: "صلاة الرجل قاعدا على نصف الصلاة") : وكذا هنا بلفظ "على" ("وأنت تصلي قاعدا") : ومن المعلوم أن أعمالك لا تكون إلا على وجه الأكمل وطريق الأفضل، فهل تحديثهم صحيح وله تأويل صريح أم لا؟ (قال: "أجل")، أى: نعم الحديث ثابت، أو نعم قد قلت ذلك. ("ولكني لست كأحد منكم") : يعنى هذا من خصوصياتي أن لا ينقص ثواب صلواتي على أى وجه تكون من جلواتي، وذلك فضل الله

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس آج کل جو بعض لوگ بغیر کسی عذر کے وٹروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنے کو سنت یا مستحب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یؤتہ من یشاء، قال تعالیٰ: (وكان فضل الله عليك عظيماً (مرقاة ج ۳ ص ۹۳۹، کتاب الصلاة، باب القصد فی العمل)

فإن قيل احتمال كونهما ركعتي الفجر بعيد، لأنه لم ينقل أنه صلى الرواتب جالساً. قلنا: قد ورد ما يدل على أن المراد بصلاتهما جالساً إنما هو حال القراءة فيهما فقد أخرج ابن خزيمة في (صحيحه) من طريق يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن عائشة رضي الله عنها أنها سئلت عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: (كان يصلي ثلاث عشرة، يصلي ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلي ركعتين وهو جالس فإذا أراد أن يركع قام فركع) وهذه الزيادة تقيد الروايات المطلقة عن عائشة رضي الله عنها وهي صحيحة الإسناد فتعين المصير إلى ما دلت عليه وذلك بحمل المطلق على المقيد. وقد ثبت في الصحيح أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى النافلة قاعداً، وأنه قال لعبد الله بن عمرو لما سأله عن ذلك، وذكر له حديث صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم قال: (أجل ولكني لست كأحدكم) فعرف أنه يختص بكون صلاته النافلة عن قعود يقع له ثوابها تماماً لا على النصف كغيره ممن يصلي النافلة عن قعود بلا عذر، فلو حمل صلاة الركعتين اللتين بعد الوتر جالساً في جميعها لم يقدح في كونهما راتبة الفجر.

وقد جنح القرطبي في (المفهم) إلى أن المراد بالركعتين اللتين صلاهما بعد الوتر ركعتا الفجر، قال: (وقول عائشة رضي الله عنها) (ثم يصلي ركعتين بعدما يسلم معناه أنه كان يسلم من وتره وهو قاعد، وأرادت بذلك الإخبار بمشروعية السلام، ولم ترد أنه صلى ركعتي الفجر فتهجد) انتهى، ولا يخفى تعمسه (كشف الستار عن حكم الصلاة بعد الوتر لابن حجر، ص ۷۷۷)

(قوله أجز غير النبي - صلى الله عليه وسلم -) أما النبي - صلى الله عليه وسلم - فمن خصائصه أن نافلته قاعداً مع القدرة على القيام كنافلته قائماً؛ ففي صحيح مسلم عن عبد الله بن عمرو قلت: حدثت يا رسول الله أنك قلت: صلاة الرجل قاعداً على نصف الصلاة وأنت تصلي قاعداً، قال: أجل، ولكني لست كأحد منكم بحر ملخصاً: أي لأنه تشريع لبيان الجواز؛ وهو واجب عليه (رد المحتار، ج ۲ ص ۷۷، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(وعن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بواحدة) ، أي: مع شفع قبلها جمعاً بينه وبين الأحاديث السالفة، (ثم يركع) ، أي: يصلي (ركعتين يقرأ فيهما وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع) : قال ابن حجر: لا ينافي ما قبله؛ لأنه كان تارة يصليهما في جلوس من غير قيام، وتارة يقوم عند إرادة الركوع اهـ. ولعله كان كله قبل قوله - عليه الصلاة والسلام -: (اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً "أو فعله لبيان الجواز) (مرقا، ج ۳ ص ۹۵، كتاب الصلاة، باب الوتر) فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ:

اگر کھڑے ہو کر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا، اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ بیٹھ کر پڑھے ہیں، مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا (فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۷۷ بہوب بطرۂ جدید)

وافضل یا زیادہ ثواب کا باعث سمجھتے ہیں، یہ دلائل کے لحاظ سے رائج نہیں ہے۔ ۱۔

وهذا عندی آخر الکلام فی هذا المقام

فقط، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

محمد رضوان

۷/ ربیع الآخر/ ۱۳۳۲ھ 13/ مارچ/ 2011ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی

۱۔ اس سلسلہ میں چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

اس حدیث سے بالتخصیص ان نوافل بعد الوتر میں قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوا، رہا یہ کہ رکوع کے قبل جلوس فرماتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قرائت طویل پڑھتے تھے، اور آخر میں ضعف بڑھ گیا تھا، یہ جلوس اس عارض کی وجہ سے تھا، اور جب قرب رکوع کا ہوتا تھا، چونکہ وہ عارض مرتفع ہو جاتا تھا تو پھر کھڑے ہو جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اصل میں قیام تھا، ورنہ جو لوگ بیٹھ کر پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، وہ اس قیام کے بھی قائل نہیں، اور روایت مذکورہ کا اطلاق بھی اس کا مؤید ہے، غرض عوام بلکہ خواص میں جو اس کے خلاف مشہور ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں، اور بعض رسائل اردو فارسی میں جو لکھ دیا ہے، وہ کسی معتبر جگہ سے نقل نہیں کیا گیا (امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۰۵)

اور ابن ماجہ اور امام احمد نے ”کان یصلیہا وہو جالس“ جو روایت کی ہے، ہمارے نزدیک یہ جلوس تعبدانہ تھا، بلکہ بوجہ مکان وغیرہ کے تھا، اور ”کان“ ہمیشہ استمرار کے لئے نہیں ہوتا، جو دوام ثابت ہو (امداد الاحکام جلد ۱ صفحہ ۶۰۸) یہ احادیث مبارکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتی ہیں، لہذا اصول ترجیح کے مطابق اس قاعدہ کو واقعہ جزئیہ پر ترجیح ہوگی، نیز یہ احادیث قوی ہیں، اور قوی کی ترجیح فعلی پر مسلم ہے، لہذا ان میں تخصیص کی بجائے یہ زیادہ بہتر ہے کہ فعلی احادیث کو بیان جواز پر محمول کیا جائے، بالخصوص جبکہ آخری حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قعود میں بھی پورا ثواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، امت کے لئے وہی قاعدہ کلیہ ہے ”للقاعد نصف اجر القائم“ امام العصر حضرت گنگوہی اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہما کا بھی یہی فتویٰ ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۰۱، امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۰۳ تا ۳۰۵) حضرت مولانا محمد اسحاق کا بھی یہی مختار تھا ”کما فی ۱۵۰۲ اللیل“ (حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۰۱) (اعدل الانظار فی الشفع بعد الایثار، مشمولہ: احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۰۷)

جائز دونوں طرح ہے، کھڑے ہو کر بھی، بیٹھ کر بھی، لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے، اور بیٹھ کر پڑھنے سے اس کا نصف ثواب ملتا ہے، لہذا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد ۷ صفحہ ۲۲۹)

نماز وتر کی تین رکعات کا ثبوت

سوال

نماز وتر کی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کا شرعاً کیا ثبوت ہے؟ بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ اس لئے تفصیلی جواب درکار ہے۔

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وتر کی تین رکعتوں کا ہونا اور اسی طرح ان تین رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا کئی صحیح اور صریح حدیثوں اور صحابہ و تابعین کے عمل سے ثابت ہے، مگر کئی متعصب لوگ ان کو غیر ثابت کہتے ہیں، حالانکہ ان کو غیر ثابت کہنا درست نہیں۔ البتہ بعض احادیث و روایات میں دو پر سلام پھیرنے، اور ایک رکعت الگ سے پڑھنے کا ذکر آیا ہے، اور ان کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن حنفیہ نے ایک سلام کے ساتھ تین رکعت وتر والی احادیث و روایات کو احتیاط اور دوسرے اصولوں کی وجہ سے ترجیح دی ہے۔ ۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ وتر کی نماز تہجد کے بعد ادا فرمایا

۱۔ یہ واضح رہنا ضروری ہے کہ احادیث میں وتر کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوا ہے، ایک خاص وتر کے لئے اور دوسرے رات کی عام اس نماز کے لئے جس میں تہجد کے ساتھ وتر بھی شامل ہیں، اور اس فرق کے ملحوظ نہ ہونے کی وجہ سے بعض حضرات کو کئی شبہات پیدا ہو جاتے ہیں (ملاحظہ ہو: درس ترمذی، ج ۲ ص ۲۱۳، ص ۲۱۵) قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: "مَعْنَى مَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ عَشْرَةٍ، قَالَ: إِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةٍ رَكْعَةً مَعَ الْوُتْرِ، فَتُسَبِّحُ صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَى الْوُتْرِ (سنن الترمذی، ابواب الوتر، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ بِسَبْعِ)

کرتے تھے، اور وتر و تہجد دونوں مسجد کے بجائے گھر میں ادا فرماتے تھے۔
لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد اور وتر کی نماز کے متعلق صحیح صورت حال اُن حضرات
کے ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت
تہجد اور وتر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے ہونے کے
باعث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو تہجد اور وتر کے معمول کے بارے میں عام صحابہ کرام
کے مقابلہ میں زیادہ واقف تھیں، اس لئے پہلے ان کی احادیث و روایات کو ذکر کیا جاتا ہے۔
حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً
يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا
تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا (بخاری) ۱

ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رمضان
المبارک (کی رات) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۴۷، کتاب الجمعة؛ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان
وغیرہ، دار طوق النجاة، بیروت، مسلم، حدیث نمبر ۷۳۸، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی
صلی اللہ علیہ وسلم، ابوداؤد، حدیث نمبر ۱۳۴۱؛ باب فی صلاة اللیل، ترمذی، حدیث نمبر
۴۳۹؛ باب ما جاء فی وصف صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل، نسائی، حدیث نمبر
۱۶۹۷؛ باب کیف الوتر بثلاث، مسند احمد حدیث نمبر ۲۴۰۷۳، مؤطا امام مالک، باب صلاة
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الوتر.

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ (رمضان کی کیا خصوصیت؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں، پھر تین رکعتیں پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں تین رکعت سے وتر مراد ہیں، اور باقی رکعتیں صلاۃ اللیل اور تہجد کی ہیں۔ البتہ بعض روایات میں رات کی نماز کی رکعات کے بارے میں اس مذکورہ تعداد سے کچھ کم و بیش تعداد کا ذکر ہے، جو کہ دراصل مختلف اوقات و حالات پر محمول ہیں۔ ۱۔

۱۔ اور بعض روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو رات کو ورتوں سمیت تیرہ رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، ان میں دو رکعتیں فجر کی سنتوں کی بھی شامل ہیں، یا تیرہ کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ہلکی پھلکی مزید دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے، اور اس طرح ان کی تعداد تیرہ بن جاتی تھی، چنانچہ بعض روایات میں تیرہ رکعتوں میں سے دو رکعتوں کے فجر کی سنتیں ہونے کا، اور بعض روایات میں فجر کی سنتوں کے علاوہ مزید دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھنے کا صراحتاً ذکر ہے، جیسا کہ آتا ہے۔

عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِتِسْعٍ فَلَمَّا بَلَغَ سِنَا وَثَقُلَ أُوتِرَ بِسَبْعٍ" (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۶۹۱، باب الوتر)

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِتِسْعٍ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أُوتِرَ بِسَبْعٍ رَكَعَاتٍ، وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ الْوُتْرِ يَفْرَأُ فِيهِمَا، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَرَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۱۳۵۱) أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا سَمِعَتْهُا تَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِتِسْعٍ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، فَلَمَّا ضَعُفَ أُوتِرَ بِسَبْعٍ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ (سنن نسائی، حدیث نمبر ۱۷۲۲)

عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَزَّارِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِتِسْعٍ، فَلَمَّا أَسَنَّ وَثَقُلَ أُوتِرَ بِسَبْعٍ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۰۴۲) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ عَشْرَةَ، فَلَمَّا كَثُرَ وَضَعُفَ أُوتِرَ بِسَبْعٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ: حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ حَدِيثُ حَسَنٍ (ترمذی، حدیث نمبر ۴۵۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ (بخاری) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (وتروں سمیت) تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، پھر جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی پھلکی (فجر کی دو سنت) رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوُتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ (بخاری) ۲
ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، ان میں (تین) وتر اور دو فجر کی سنتیں ہوا کرتی تھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن ابی قیس کی روایت میں مختلف حالات و اوقات کی مختلف تعداد کا ذکر ہے، جو کہ تمام روایات کی جامع ہے۔
چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَزَارِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ فَلَمَّا كَبُرَ وَضَعَفَ أَوْتَرَ بِخَمْسٍ أَوْ سَبْعٍ شَكَّ إِسْحَاقُ (مسند إسحاق بن راہویہ، حدیث نمبر ۸۹۲)

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يُوتِرُ بِسَبْعٍ حَتَّى إِذَا بَدَأَ وَكَثُرَ لَحْمُهُ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۳۱۳)
والمراد بالوتر في الاحاديث المذكورة، صلاة اللّيل مع الوتر، فَنَبِذَتْ صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَى الْوُتْرِ، كما مر. وسينأتي في حديث قاسم بن محمد عن عائشة.

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۷۰، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر، دار طوق النجاة، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۱۱۴۰، کتاب الجمعة، باب کیف کان صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل، دار طوق النجاة، بیروت.

سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِكُمْ كَآنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ؟
قَالَتْ: بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ، وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ، وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ، وَعَشْرَةٍ
وَثَلَاثٍ، وَلَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِأَكْثَرِ مِنْ ثَلَاثِ عَشْرَةٍ وَلَا أَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ،
وَكَانَ لَا يَدْعُ رُكْعَتَيْنِ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر (یعنی صلاۃ اللیل مع الوتر) پڑھا کرتے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (کبھی) چار اور تین پڑھا کرتے تھے، اور (کبھی) چھ اور تین، اور (کبھی) آٹھ اور تین، اور (کبھی) دس اور تین، اور تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اور نہ سات سے کم، اور (فجر سے پہلے کی) دو رکعتوں کو نہیں چھوڑتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن دو رکعتوں کے نہ چھوڑنے کا ذکر فرمایا، وہ فجر سے پہلے کی دو رکعات ہیں، جن کی دوسری روایات میں وضاحت پائی جاتی ہے۔ ۲
اس روایت میں مختلف اوقات و حالات کی تعداد کو ذکر کر دیا گیا ہے، جس سے دوسری روایات

۱۔ حدیث نمبر ۲۵۱۵۹، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ، ابو داؤد، حدیث نمبر ۱۳۶۲، شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۶۹۷۔

فی حاشیہ مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.
۲۔ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: وَلَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِرُكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، قُلْتُ: مَا يُوتِرُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يَدْعُ ذَلِكَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَحْمَدُ: وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في صلاة اللیل)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: كَانَ يُوتِرُ بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ، وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ، وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ، وَعَشْرٍ وَثَلَاثٍ، لَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِأَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَلَا بِأَفْضَلَ مِنْ ثَلَاثِ عَشْرَةٍ، وَكَانَ لَا يَتْرُكُ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ (مسند الشاميين للطبرانی، حدیث نمبر ۱۹۱۸)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِكُمْ كَآنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ فَقَالَتْ بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَعَشْرٍ وَثَلَاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِأَكْثَرِ مِنْ ثَلَاثِ عَشْرَةٍ وَلَا أَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَكَانَ لَا يَدْعُ رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ (مسند اسحاق بن راهويه، حدیث نمبر ۱۶۶۷)

میں موجود ظاہری ٹکراؤ کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔ ۱۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مختلف اوقات و حالات کی تعداد کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ
تین رکعت کو ہر ایک کے ساتھ ذکر فرمایا، جس سے مراد وتر ہیں، کیونکہ مغرب کی نماز کے علاوہ
کوئی فرض و نفل نماز وتر اور طاق عدد نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وتر کی تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ ۲۔

۱۔ وهذا أصح ما وقفت عليه من ذلك وبه يجمع بين ما اختلف عن عائشة من ذلك والله أعلم
قال القرطبي أشكلت روايات عائشة على كثير من أهل العلم حتى نسب بعضهم حديثها إلى
الاضطراب وهذا إنما يتم لو كان الراوى عنها واحداً أو أخبرت عن وقت واحد والصواب أن كل
شيء ذكرته من ذلك محمول على أوقات متعددة وأحوال مختلفة بحسب النشاط وبيان الجواز
والله أعلم وظهر لى أن الحكمة فى عدم الزيادة على إحدى عشرة أن التهجد والوتر مختص بصلاة
الليل وفرائض النهار الظهر وهى أربع والعصر وهى أربع والمغرب وهى ثلاث وتر النهار فناسب أن
تكون صلاة الليل كصلاة النهار فى العدد جملة وتفصيلاً وأما مناسبة ثلاث عشرة فبضم صلاة
الصبح لكونها نهارية إلى ما بعدها (فتح البارى لابن حجر ج ۳ ص ۲۱، قوله باب كيف صلاة الليل
وكم كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى بالليل)

ودل أيضاً أنه كان يصلى إحدى عشرة ركعة سوى ركعتي الفجر وهما سنة فتكون الجملة ثلاث
عشرة ركعة فإن قلت فى (الموطأ) من حديث هشام عنها أنه كان يصلى ثلاث عشرة ركعة ثم
يصلى إذا سمع نداء الصبح ركعتين وسيأتى فى باب ما يقرأ فى ركعتي الفجر عن عبد الله بن يوسف
عن مالك به فتكون الجملة خمس عشرة ركعة قلت لعل ثلاث عشرة بإثبات سنة العشاء التى
بعدها أو أنه عد الركعتين الخفيفتين عند الافتتاح أو الركعتين بعد الوتر جالساً (عمدة القارى،

كتاب التهجد، باب كيف صلاة الليل وكيف كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل)
وَقَوْلُهَا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ يَعْنِي قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُمَا الرُّكْعَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا أَحْمَدُ بْنُ
ذَاوُدَ فِي حَدِيثِهِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ (شرح معانى الآثار، باب الوتر)

وَقَدْ جَاءَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً فَيُحْمَلُ عَلَى أَنَّ هَذَا كَانَ أُخْيَانًا أَوْ لَعَلَّهُ مَبْنَى عَلَى عَدِّ الرُّكْعَتَيْنِ
الْخَفِيفَتَيْنِ اللَّتَيْنِ يَبْدَأُ بِهِمَا صَلَاةَ اللَّيْلِ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ أُخْيَانًا وَتَرَكَهُ أُخْرَى وَعَلَى كُلِّ تَقْدِيرٍ فَهَذِهِ
الْهَيْئَةُ لِمُصَلَّاةِ اللَّيْلِ لَا بُدَّ مِنْ حَمْلِهَا عَلَى أَنَّهَا كَانَتْ أُخْيَانًا وَإِلَّا فَقَدْ جَاءَتْ هُنَا أُخْرَى فِي قِيَامِ
الَّيْلِ (حاشية السندى على ابن ماجة تحت حديث رقم ۱۳۳۸)

۲۔ ففى هذا الحديث ذكرها كما كان يصلي عليه صلى الله عليه وسلم فى الليل من التطوع وتسميتها
إيأه وترًا إلا أنها قد فصلت بين الثلاث وبين ما ذكرت معها وليس فى ذلك إلا لأن الثلاث كان لها
معنى بائن من معنى ما قبلها (شرح معانى الآثار، باب الوتر، تحت حديث ۱۶۹۷)

فثبت بمجموع الروايات عن عائشة رضی اللہ عنہا ان الوتر ثلاث ركعات بتسليمة واحدة (اعلاء
السنن، ج ۶ ص ۳۵، باب الايتار بثلاث الخ)

اور ان روایات سے بظاہر متبادر یہی ہے کہ وتر کی تینوں رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ۱

کیونکہ ان تین رکعات کو دوسری رکعتوں سے الگ کر کے ذکر کیا گیا ہے، بالخصوص جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایات میں اس کی مکمل وضاحت بھی پائی جاتی ہے۔ ۲

حضرت عبدالرحمن بن ابزی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ، يَقْرَأُ فِي الْأُولَى سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (المعجم الاوسط للطبرانی) ۳

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سح اسم ربک الاعلیٰ، اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون، اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابزی خزاعی رضی اللہ عنہ سے براہ راست صحیح سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ۴

وتروں کی تین رکعات اور ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کی وضاحت و صراحت ہونے

۱۔ والمتبادر أن الوتر ثلاث بسلام واحد (حاشیہ مسند احمد، تحت حدیث رقم ۷۳۰۷۳۰)

۲۔ اور اگر اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول دو سلاموں کے ساتھ وتر کی تین رکعتیں پڑھنے کا ہوتا، تو یہ ایک غیر معمولی بات ہوتی، اور اس کا روایت میں ضرور ذکر ہوتا، اور اس صورت میں دو کو تین رکعات نہ بتلایا جاتا۔

۳۔ حدیث نمبر ۴۲۸۵، دار الحرمین، القاهرة۔

۴۔ عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْوُتْرِ سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، فَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ" (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۵۳۵۳)

فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عذرة وهو ابن عبد الرحمن الخزاعي فمن رجال مسلم بهز هو ابن أسد العمى وهمام هو ابن يحيى العوذى.

سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تینوں رکعتیں مغرب کی طرح دو رکعات پر قعدے اور تیسری رکعت پر ہی سلام پھیرنے کے ساتھ ہوتی تھیں۔

کیونکہ دو پر سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت الگ ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں تین وتر پڑھنے کے بجائے ایک وتر پڑھنا کہا جاتا۔

اور حضرت عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ بَأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُؤْتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: میں نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وُتروں میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سبِّح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد اور معوذتین پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمرہ رحمہ اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ، يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ،

۱۔ حدیث نمبر ۲۵۹۰۶، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ، ترمذی حدیث نمبر ۴۲۵، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۱۶۳۔
فی حاشیہ مسند احمد: صحیح لغیرہ، دون قولہ: وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ۔

وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (سنن دارقطنی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل ہوا للہ احد، اور معوذتین پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

ملاحظہ رہے کہ اکثر احادیث و روایات میں وتروں کی تیسری رکعت میں صرف قل ہوا للہ احد پڑھنے کا ذکر ہے، معوذتین پڑھنے کا ذکر نہیں، اس لئے اہل علم حضرات نے تیسری رکعت میں صرف سورہ اخلاص پڑھنے کو رائج قرار دیا ہے۔

اور حضرت اسود، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الْوُتْرِ بِأَمِّ الْكِتَابِ، وَسَبِّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَفِي الثَّانِيَةِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (مسند

الامام الاعظم، بروایۃ الحارثی، ج ۲ ص ۲۹۸، حدیث نمبر ۷۹۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل یا ایہا الکفرون اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل ہوا للہ احد پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان احادیث میں بھی تین رکعات وتر پڑھنے کا ذکر ہے، اور ان میں قرأت کی بھی تفصیل مذکور ہے، مگر درمیان میں سلام پھیرنے یا ایک رکعت کے الگ سے پڑھنے کا ذکر نہیں، جس سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی تین

۱۔ حدیث نمبر ۱۶۷۶، کتاب الوتر، ما یقرأ فی رکعات الوتر والقنوت فیہ، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ؛ مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۱۴۴۔

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه۔

وقال الذہبی فی التلخیص: رواه ثقات عنه وهو علی شرط البخاری ومسلم۔

رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

اور دو پر سلام نہ پھیرنے کی بعض صریح اور واضح احادیث آگے آتی ہیں۔ ۱۔

چنانچہ حضرت سعد بن ہشام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ

فِي رَكْعَتَيِ الْوُتْرِ (نسائی) ۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد بن ہشام سے بیان کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ ۳۔

۱۔ وفيه إشارة إلى أن الثلاث بسلام واحد، وإلا لقالت: في ركعة بـ (قل هو الله أحد) (الإخلاص: ۱) والمعوذتين (مروقة، ج ۳ ص ۹۳۸، كتاب الصلاة، باب الوتر)

۲۔ حدیث نمبر ۱۶۹۸، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار، باب کیف الوتر بثلاث، مکتب المطبوعات الإسلامية - حلب، واللفظ له، السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۱۴۰۰، سنن الدارقطنی حدیث نمبر ۱۶۶۵، سنن البیہقی حدیث نمبر ۴۸۱۴، المؤطا للامام محمد، حدیث نمبر ۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۹۱۲۔

۳۔ چنانچہ نسائی کی سند یہ ہے:

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ.

سعید بن ابی عروبہ، قتادہ، زرارہ بن اوفیٰ اور سعد بن ہشام، اور بشر بن مفضل بخاری و مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ اور اسماعیل بن مسعود، محمد بن زری جو کہ امام نسائی کے شیخ ہیں، وہ بھی ثقہ ہیں۔

إسماعيل بن مسعود الجحدري بصري يكنى أبا مسعود ثقة من العاشرة مات سنة ثمان وأربعين (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۹۹)

اور مؤطا امام محمد کی سند اور رجال کا حال درج ذیل ہے:

قال محمد: أخبرنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن زرارة بن أبي أوفى عن سعيد بن هشام عن عائشة (موطأ الإمام محمد بن الحسن)

قوله: أخبرنا سعيد بن أبي عروبة بفتح العين وضم الراء وسكون الواو - اسمه مهران بالكسر - العدوي مولی بنی عدی بن یشکر أبو النظر البصری قال ابن معین والنسائی وأبو زرعة: ثقة وقال ابن أبي خيثمة: أثبت الناس في قتادة سعيد بن أبي عروبة وهشام الدستوائي وقال أبو داود ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ

﴿گزشتہ صفحے کا تیسرا حاشیہ﴾

الطیالسی: کان أحفظ أصحاب قتادة وقال أبو حاتم: هو قبل أن يختلط ثقة وذكره ابن حبان في "الثقات" وقال مات سنة ۱۵۵ هـ وبقي في اختلاطه خمس سنين كذا في "تهذيب التهذيب" قوله: عن قتادة هو ابن دعامه - بكسر الدال المهملة وخفة العين المهملة - كما ضبطه الفتى في "المغنى" ابن قتادة بن عزيز أبو الخطاب السدوسي البصري الضرير الأكمه المفسر ولد أكمه وحدث عن أنس رضي الله عنه وعبد الله بن سرجس رضي الله عنه وسعيد بن المسيب وغيرهم وعنه مسعر وأبو عوانة وهشام الدستوائي وسعيد بن أبي عروبة وغيرهم قال ابن سيرين: كان أحفظ الناس وقال أحمد: عالم بالتفسير وباختلاف العلماء ووصفه بالحفظ والفقه وأطنب في ذكره وكان من أجلة الثقات عالما بالعربية واللغة وأيام العرب والأنساب مات بواسط بالطاعون سنة ۱۸۱ هـ وقيل: سنة ۱۸۱ هـ كذا في "تذكرة الحفاظ" للذهبي وله ترجمة طويلة مشتملة على ثناء الناس عليه في "تهذيب التهذيب" وغيره

قوله: عن زرارة بضم الزاء المعجمة وفتح الراءين المهملتين بينهما ألف كما ذكر في "المغنى" ابن أبي أوفى هكذا في بعض النسخ وفي كثير من النسخ المصححة ابن أوفى وكذا ذكره في "تهذيب" وغيره أنه زرارة بن أوفى العامري أبو حاجب البصري وثقه النسائي والعجلي وابن حبان وغيرهم مات سنة ۹۳ هـ على ما ذكره ابن سعد وقيل غير ذلك

قوله: عن سعيد بن هشام هكذا وجدنا في النسخ الحاضرة والذي في "تهذيب الكمال" و"تهذيبه" و"تقريبه" و"تذهيبه" و"الكاشف" و"جامع الأصول" و"كتاب" "الثقات" لابن حبان أن اسمه سعد - بدون الياء - بن هشام بن عامر الأنصاري المدني ابن عم أنس روى عن أبيه وعائشة وابن عباس وسمرة وأنس وغيرهم وعنه زرارة والحسن البصري وثقه النسائي وابن سعد استشهد بمكران - بضم الميم - بلدة بالهند وكذا هو في كتاب "الحجج" (التعليق الممجّد على المؤطا للامام محمد، تحت حديث رقم ۲۶۶)

اور باقی کتب کی اسناد درج ذیل ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ،

(مصنف ابن ابی شیبہ)

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ بْنُ صَاعِدٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمَانَ، ثنا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، ثنا قَتَادَةُ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، ثنا أَبُو بَدْرٍ شَجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ قَيْسٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: (دارقطني)

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، وَأَبُو سَعِيدٍ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ ثنا يَحْيَى بْنُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، ثنا سَعِيدُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ (سنن البيهقي)

الْأُولَئِينَ مِنَ الْوُتْرِ (مستدرک حاکم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے (ترجمہ ختم)

امام حاکم اور علامہ ذہبی کی تصریح کے مطابق یہ روایت سند کے اعتبار سے بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ ۲

اور امام حاکم ہی نے ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَسْلِمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ وَهَذَا وَتَرَأَى امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَعَنْهُ أَخَذَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ (مستدرک حاکم) ۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت میں پھیرتے تھے (اس کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں)

اور یہی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے وتروں کو اہل مدینہ نے لیا ہے (ترجمہ ختم)

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کے مطابق ہے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے تین وتروں کے پڑھنے کا ذکر آگے آتا ہے۔ ۴

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۳۹، کتاب الوتر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مسند اسحاق بن راہویہ حدیث نمبر ۱۳۱۰، صلاة الوتر لمحمد بن نصر المروزی، حدیث نمبر ۴۷۔

۲۔ قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يَخْرُجْ لَهُ وَلَهُ شَوَاهِدٌ. وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

۳۔ حدیث نمبر ۱۱۴۰، کتاب الوتر، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

۴۔ امام حاکم کی سند یہ ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرٍ أَحْمَدُ بْنُ سَهْلٍ الْفَقِيهُ بِخَارِزَى، ثنا صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَبِيبِ الْحَافِظُ، ثنا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، ثنا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلام سے وتر کی تین رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کی اتباع میں مدینہ کے لوگ بھی ایک سلام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس حدیث کو امام حاکم نے پہلی حدیث کا شاہد قرار دیا ہے۔

اور اس حدیث میں حضرت قتادہ سے ابان بن یزید روایت کرتے ہیں، جو کہ ثقہ ہیں۔

أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ ، أَبُو يَزِيدَ الْبَصْرِيُّ..... قَالَ صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِيهِ : ثَبِتَ فِي كُلِّ الْمَشَائِخِ . وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ ، : ثَقَّةٌ ، كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يَرَوِي عَنْهُ ، وَكَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ هَمَامٍ ، وَهَمَامٌ أَحَبَّ إِلَى . وَقَالَ النَّسَائِيُّ : ثَقَّةٌ ، رَوَى لَهُ الْجَمَاعَةُ ، سَوَى ابْنِ مَاجَةَ (تهذيب الكمال ج ۲ ص ۲۶ تا ۲۷ ، ملخصاً)

لہذا یہ حدیث بھی درست ہے۔

وقد رواه عن سعيد بن ابى عروبہ هكذا جماعة من الثقات منهم بشر بن المفضل عند النسائي، ومحمد بن الحسن الشيباني في مؤطائه، ويزيد بن زريع وابودر شجاع بن الوليد عند دارقطني وعبد الوهاب بن عطاء وعيسى بن يونس عند الحاكم ومطعم بن المقدم عند الطبراني في الصغير كما في التعليق الحسن كلهم بلفظ "لا يسلم" وخالفه ابان بن يزيد كما في بعض نسخ المستدرک فقال لا يقعده ووافقه في بعضها وقال لا يسلم كما قاله سعد، فالحق ترجيح نسخة التي توافق لفظ صغير لاتفاق الثقات عنه على لفظ "لا يسلم" لاسيما وسعيد ابن ابى عروبہ ثقة حافظ ثبت الناس في فتاوة..... وسعيد تابعه هشام الدستوائي ومعمرو وهمام عن قتادة (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۵۲، باب الايتار بثلاث موصولة وعدم الفصل بينهن بالسلام ووجوب القعدة على الركعتين عنها الخ، ملخصاً)

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین وتر پڑھنا اور اس سے بڑھ کر ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنا صحیح اسناد کے ساتھ بلکہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ثابت ہے۔

مگر بعض متعصب لوگوں کو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت قتادہ سے مروی اس حدیث میں کوئی اور علت نظر نہیں آئی، تو انہوں نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ حضرت قتادہ نے اس حدیث کو حضرت زرارہ بن اوئی سے لفظ "عَنْ" کے ساتھ روایت کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ حضرت قتادہ اور حضرت زرارہ بن اوئی بخاری و مسلم کے رجال میں سے ہیں، نیز حضرت قتادہ کا حضرت زرارہ بن اوئی سے سماع بھی ثابت ہے، جس کی صراحت بخاری و مسلم کی حدیث میں موجود ہے۔ چند اسناد ملاحظہ ہوں:

حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ : سَمِعْتُ زُرَّارَةَ بْنَ أَوْفَى، يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ، وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ فَلَهُ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سے وتر کی تین رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

اور ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أَجْرَانِ (بخاری، حدیث نمبر ۴۹۳۷، كِتَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، بَابُ يَوْمٍ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا)

حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنَا زُرَّارَةُ بْنُ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْفَعُهُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمِّي عَمَّا وَسَّوَسْتُ، أَوْ حَدَّثْتُ بِهِ أَنْفُسَهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَكَلَّمْ (بخاری، حدیث نمبر ۶۶۶۳، كِتَابُ الْإِيمَانِ وَالنُّذُورِ، بَابُ إِذَا حِثَّ نَاسِيًا فِي الْإِيمَانِ)

حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ زُرَّارَةَ بْنَ أَوْفَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ، فَنَزَعَ يَدَهُ مِنْ فَمِهِ، فَوَقَعَتْ قَيْتَانَهُ، فَاخْتَصِمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَعْضُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ كَمَا يَعْضُ الْفَحْلُ؟ لَا دِيَةَ لَكَ (بخاری، حدیث نمبر ۶۸۹۲، كِتَابُ الذِّيَابِ، بَابُ إِذَا عَضَّ رَجُلًا فَوَقَعَتْ قَيْتَانَهُ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ زُرَّارَةَ بْنَ أَوْفَى، يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ، فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ بِسْمِ اللَّهِ رَبِّكَ الْأَعْلَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: أَيُّكُمْ قَرَأَ - أَوْ أَيُّكُمْ الْقَارِءُ - فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا، فَقَالَ: قَدْ ظَنَنْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجُيْهَا (مسلم، حدیث نمبر ۳۹۸، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ نَهْيِ الْمُتَأَمِّمِ عَنْ جَهْرِه بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامِهِ)

اور ترمذی میں ایک روایت اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا حَمِيدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْخَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ، قَالَ: لَيْسَ ذَلِكَ، وَلَكِنْ الْمُؤْمِنُ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ، أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ، وَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللَّهِ وَسَخَطِهِ، كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ، وَكَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۰۶۷)

اس حدیث کو امام ترمذی بھی صحیح قرار دے رہے ہیں، اور ناصر الدین البانی صاحب نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

الْمَنْزِلَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ أَطْوَلَ مِنْهُمَا ثُمَّ
أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ فِيْهِنَّ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف
لاتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر ان سے لمبی دو رکعتیں اور پڑھتے پھر تین رکعات وتر
پڑھتے اور ان تینوں رکعتوں میں فصل نہیں فرماتے تھے (یعنی دو رکعت کے بعد
سلام نہیں پھیرتے تھے) (ترجمہ ختم)

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کے ساتھ مل کر حسن درجے میں داخل ہے۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ حضرت قتادہ کی عن کے ساتھ سینکڑوں احادیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔
پس ہمارے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے میں شبہ نہیں، بالخصوص جبکہ اس کے دوسرے شواہد بھی موجود ہیں۔
البتہ اگر کوئی کسی شافعی وغیرہ کی تقلید میں اس سے اختلاف کرے، تو یہ اس کا اپنا معاملہ ہے، اس کے اختلاف کرنے سے
ہمارے نزدیک اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔

قتادہ مدلس لا یحتج بعننته إلا إذا ثبت سماعه لذلك الذي عنعن والواقع في الرواية الأولى عنه
وهی رواية هشام بالنعنة حيث قال عن أنس ولما ثبت من رواية أبان عنه بالتحديث علم اتصال
عننته وقوى الاحتجاج به (عمدة القاری، ج ۱ ص ۲۶۱، کتاب الایمان، باب زیادة الإیمان ونقصانه
، باب زیادة الإیمان ونقصانه)

وقال جمهور من یقبل المراسیل: تُقبَلُ رواية المدلس مطلقاً، حکاه الخطیب.
وأما دعوى النووي فی "شرح المذهب"، تبعاً للبيهقي وابن عبد البر: أنهم اتفقوا على رد ما عننه
المدلس، فمحمولة على اتفاق من لا یحتج بالمرسل (ظفر الامانی للکنوی، صفحہ ۳۹۳)
قلت: فان كان المدلس من ثقات القرون الثلاثة یقبل تدلیسه كارساله مطلقاً، وان كان ممن دون هؤلاء
ففيه تفصیل قد مر عن قريب فتذكر، وفي تدريب الراوی وقال جمهور من یقبل المرسل یقبل (المدلس)
مطلقاً حکاه الخطیب. ونقل المصنف فی شرح المذهب الاتفاق على رد ما عننه تبعاً للبيهقي وابن
عبد البر (وهو) محمول على اتفاق من لا یحتج بالمرسل (قواعد فی علوم الحديث، صفحہ ۱۵۹)
۱۔ حدیث نمبر ۲۵۲۲۳، مؤسسة الرسالة، بیروت.

۲۔ واسنادہ حسن وافقها علی ذلك ابی بن کعب (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۱، باب الاعتار بثلاث)
اس حدیث کی سند درج ذیل ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَعْفَرٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَعْدِ
بْنِ هِشَامٍ.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اس حدیث میں بھی ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے۔
 ملحوظ رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ احادیث، ان کی طرف منسوب دیگر ان روایات کے مقابلہ میں زیادہ جامع اور واضح ہیں، جن میں اجمال پایا جاتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس حدیث کے رجال ثقہ اور شیعین کے رجال ہیں، سوائے یزید بن یعفر اور محمد بن راشد خراعی کھولی کے۔
 اور محمد بن راشد کو امام احمد اور ابن معین اور ابن مبارک اور نسائی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے، اور ان سے اصحاب سنن روایت کرتے ہیں۔ اور یزید بن یعفر کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، اور دارقطنی نے ان کے بارے میں معتبر بہ کہا ہے، اور علامہ ذہبی نے میزان میں یس نکتہ کہا ہے، جس سے ان کا حسن الحدیث ہونا معلوم ہوتا ہے۔

محمد بن راشد الخراعی أبو عبد اللہ..... قَالَ أَبُو طَالِبٍ ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ : ثَقَّةٌ سَمِعَ مِنْ مَكْحُولٍ . وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ ، وَالْمُفَضَّلُ بْنُ غَسَّانٍ الْغَلَابِيُّ ، وَابْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْجَنْدِ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ : ثَقَّةٌ . زَادَ ابْنُ الْجَنْدِ : صَدُوقٌ . وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجَوْزْجَانِيُّ : كَانَ مُشْتَمِلًا عَلَى غَيْرِ بَدْعَةٍ ، وَكَانَ فِيمَا سَمِعْتُ مَتَحَرِّيًا لِلصَّدُوقِ فِي حَدِيثِهِ . وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ : صَدُوقٌ . وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سَفْيَانَ : سَأَلْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْهُ ، فَقَالَ : كَانَ يَذْكُرُ بِالْقَدْرِ إِلَّا أَنَّهُ مُسْتَقِيمُ الْحَدِيثِ . وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ : كَانَ صَدُوقًا ، حَسَنَ الْحَدِيثِ . وَقَالَ النَّسَائِيُّ : ثَقَّةٌ . وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ : لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ . وَفِي مَوْضِعٍ آخَرَ : لَيْسَ بِالْقَوِيِّ . وَقَالَ ابْنُ حَبَانَ : كَانَ مِنْ أَهْلِ الْوَرَعِ وَالنَّسْكِ ، وَلَمْ يَكُنْ الْحَدِيثُ مِنْ صَنَعَتِهِ ، فَكُثِرَ الْمُنَاكِيرُ فِي رِوَايَتِهِ ، فَاسْتَحَقَّ تَرْكَ الْإِحْتِجَاجِ بِهِ . وَقَالَ الدَّارِ قُطْنِيُّ : يَعْتَبَرُ بِهِ (تهذيب الكمال، جزء ۲۵، صفحہ ۱۸۶)

یزید بن یعفر بفتح المشاء التحتانية وسكون المهملة وضم الفاء روى عن الحسن البصرى. وعن محمد بن راشد الشامي. قال الدار قطنى يعتبر به وذكره ابن حبان فى الثقات وقال الذهبى فى الميزان ليس بحجة (تعجيل المنفعة لابن حجر، جزء ۱، صفحہ ۳۵۵)

وہذا تلین ہین فالاسناد حسن (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۳، باب الايتار بثلاث)
 ۱۔ والمفسر قاض على المجمع، فان قولها يسلم بين كل ركعتين فى رواية الجماعة ليس بصريح فى التسليم على ركعتي الوتر، بل يحتمل الذى قلنا حملا للكلام على التغليب ولفظها عند النسائي والحاكم واحمد صريح فى نفى التسليم على ركعتي الوتر وفى كون الثلاث موصولة بتسليمه واحدة على ان حديث التسليم بين كل ركعتين انما هو من رواية عروة عن عائشة رضى الله عنها، ورواية عنها فى هذا الباب مضطربة كما سنبينه فلاحجة به علينا ولا يصح معارضة الاحاديث الصحيحة الغير المضطربة بها (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۳، باب الايتار بثلاث)

ورواية عروة عن عائشة فى هذا الباب مضطربة..... قال الطحاوى: فلما اضطرب ما روى عن عروة فى هذا، عن عائشة من صفة وتر رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن فيما روى عنها فى ذلك حجة، ورجعنا الى ما روى عنها غيره الى ان قال بعد سرد روايات غيره عنها: فثبت بذلك ان الوتر ثلاث لا يسلم الا فى آخرهن غير ان ما رواه هشام عن ابيه فى ذلك ان النبى صلى الله عليه

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْوَتُرُ ثَلَاثَ كَفَلَاتِ الْمَغْرِبِ

(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۷۱۷۰، دار الحرمین، القاہرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتوں کی طرح (ترجمہ ختم)

فائدہ: یہ حدیث سند کے لحاظ سے فی نفسہ کمزور ہے۔ ۱

مگر وتروں کے مغرب کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مغرب کی نماز کی طرح دوسری رکعت پر تشہد اور آخری رکعت میں ہی سلام پھیرنا۔

کیونکہ وتروں کی تین رکعات کا ہونا اور دوسری رکعت پر تشہد کرنا کئی دوسری احادیث و روایات سے ثابت ہے، بلکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث پہلے گزر چکی ہے

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

وسلم کان یوتر بخمس لایجلس الا فی آخرهن لم نجد له معنی، وقد جاءت العامة عن ابیه، وعن غیره عن عائشة بخلاف ذلك، فما روتہ العامة اولیٰ مما رواه هو وحده وانفرد به اه۔

قلت: وكذلك حدیث ام سلمة قالت كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بخمس وبسبع لایفصل بینہما بسلام ولا بکلام مضطرب الاسناد، كما ان حدیث عروة عن عائشة مضطربة المتن فلاحجة به، وان سلمنا صحته فهو محمول على نفی الکلام والسلام جهرا وعلى انه ینبغی تقدیم تطوع اما رکعتین او اربع رکعات او اکثر من ذلك على ثلاث الوتر ولا ینبغی الاختصار على الثلاث وحدها احترازا عن التشبه بالمغرب وهذا هو محمل ما رواه ابو سلمة وعبدالرحمن الاعرج عن ابی هريرة مرفوعا (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۵، ۳۶، باب الايتار بثلاث، ملخصاً)

اور بعض نے جو حدیث قنادہ میں یہ ریک تاویل کی ہے کہ یہ لمبی حدیث کا حصہ ہے، جس میں آخر میں سلام کا ذکر نہیں، اس کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ احادیث کے صریح الفاظ اس تاویل کی صریح تردید کرتے ہیں۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”معارف السنن ج ۴ ص ۸۹ تا ۹۹“ و ”کشف الستور عن صلاة الوتر“ للعلامة کشمیری، مشمولہ ”مجموعہ رسائل کشمیری، جلد ۱)

۱۔ قال الطبرانی: لم یرو هذا الحدیث عن الحسن إلا إسماعیل بن مسلم تفرد به أبو بحر

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه أبو بحر البکراوی وفيه کثیر (مجمع الزوائد

جزء ۲ ص ۲۴۲)

کہ تین رکعات وتر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے، اس لئے ان کے ہوتے ہوئے استشہاداً اس حدیث کے مقبول ہونے میں حرج نہیں، اور اس کے باوجود بھی بعض متعصب لوگوں کے اس حدیث کی سند پر کلام کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ملحوظ رہے کہ وتر کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات کا ثبوت تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث و روایات سے ہو چکا، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خالی تین وتر اس طرح پڑھنے کو کہ ان سے پہلے نوافل نہ ہوں، پسند نہیں فرمایا۔

چنانچہ حضرت مسیب بن رافع سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

لَا تُوتِرُ بِثَلَاثٍ بُتْرَ، صَلَّى قَبْلَهَا رَكْعَتَيْنِ، أَوْ أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: تنہا تین وتر نہ پڑھئے، ان سے پہلے دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھئے (ترجمہ

ختم)

اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۶۸۹۸، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

۲۔ عباد بن العوام (ع) ابن عمر بن عبد اللہ بن المنذر، الامام المحدث الصدوق، أبو سهل الکلابی الواسطی..... وثقه أبو داود وغيره. وقال ابن سعد: كان من نبلاء الرجال في كل أمره. قال: وكان يتشيع، فحبسه الرشيد زماناً، ثم خلى عنه، فأقام ببغداد. قلت: أظنه خرج مع إبراهيم، فلذلك سجنه. قال الحسن بن عرفة: سألتني وكيع عن عباد بن العوام، ثم قال: ليس عندكم أحد يشبهه. قلت: توفي سنة بضع وثمانين ومئة. أخبرنا عبد الحافظ، أخبرنا موسى، أخبرنا ابن البناء، أخبرنا علي بن البصري، أخبرنا المخلص، حدثنا عبد الله بن محمد، حدثنا محمد بن أبي سميعة، حدثنا عباد بن العوام، عن حجاج، عن قتادة، عن زرارة، عن عمران بن حصين: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث: يقرأ في الأولى: بسم الله. وفي الثانية: بقل يا أيها الكافرون. وفي الثالثة: بقل هو الله أحد (سير اعلام النبلاء، ج ۸، ص ۵۱۱)

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الْأَثَرَمُ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: مضطرب الحديث، عن سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ. وَقَالَ الْمُفَضَّلُ بْنُ غَسَّانٍ الْغَلَابِيُّ، وَعَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ: ثقة، وكذلك قال أحمد بن عبد الله العجلي، وأبو داود، والنسائي، وأبو حاتم، زاد: وهو أحب إلي من عباد بن عباد. وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ: صدوق، قال هارون بن حاتم التميمي، ومحمد بن عبد الله الحضرمي: مات سنة ثلاث وثمانين ومئة (تهذيب الكمال، ج ۱۲، ص ۱۴۳)

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی تنہا تین وتر پڑھنے کو پسند نہ کرنا ثابت ہے، جس کا ذکر آگے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی احادیث و روایات کے ذیل میں آتا ہے۔

اور تنہا تین وتر پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا، کہ وُتروں کو عام سنتوں سے امتیاز حاصل ہے، اور اس کو ایک درجہ میں فرضوں کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وُتروں سے پہلے عموماً نوافل کا پڑھنا ثابت ہے، اس لئے تین وُتروں سے پہلے دو یا چار نفل حسبِ توفیق پڑھ لینا چاہئے، جس طرح ہر فرض نماز کے ساتھ کچھ نہ کچھ سنن و نوافل پڑھے جاتے ہیں۔

اور جب عشاء کے فرض ادا کر کے سنتوں و نفلوں کے بعد تین وتر پڑھے جائیں، تو ان کے پڑھ لینے سے بھی اس حکم پر عمل ہو جاتا ہے، اور وتر تنہا نہیں رہتے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العلاء بن المُسَيَّب بن رافع..... قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ: ثَقَّةٌ، مَأْمُونٌ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِمَارٍ الْمَوْصِلِيُّ: ثَقَّةٌ، يَحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ. وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ صَالِحُ الْحَدِيثِ. وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي كِتَابِ "الْفَتَا" رَوَى لَهُ الْجَمَاعَةُ سِوَى التِّرْمِذِيِّ (تهذيب الكمال، ج ۲۲، ص ۵۴۳)

وقال ابن معين ثقة مأمون وقال أبو حاتم صالح الحديث وقال ابن عمار ثقة يحتج بحديثه وذكره ابن حبان في الفقات قلت: وقال العجلي ثقة وأبوه من خيار التابعين وقال يعقوب بن سفيان كوفي ثقة وقال ابن سعد كان ثقة وقال الحاكم له أوهام في الاسناد والمتن وقال الازدي في بعض حديثه نظر وتعقبه النبائي بأنه كان يجب أن يذكر ما فيه النظر وفي الميزان قال بعضهم كان يهم كثيرا وهو قول لا يعأ به (تهذيب التهذيب، ج ۸ ص ۱۷۲)

۱۔ حدثنا أحمد بن داود، قال: ثنا ابن أبي عمر، قال: ثنا سفيان، عن عبد الحميد بن جبير بن شيبه، عن سعيد بن المسيب، عن عائشة، رضي الله عنها، قالت: "كان الوتر سبعا وخمسا، والثلاث بتيراء" "فكرهت أن تجعل الوتر ثلاثا لم يتقدمهن شيء حتى يكون قبلهن غيرهن، فلما كان الوتر عندها أحسن ما يكون هو أن يتقدمه تطوع إما أربع وإما اثنتان جمعت بذلك تطوع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الليل الذي صلح به الوتر الذي بعدها والوتر فسمت ذلك بذلك وترا. إلا أنه قد ثبت في جملة ذلك عنها أن الوتر ثلاثا فثبت من روايتها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما رواه عنها سعد بن هشام لموافقة قولها من رأيها إياه. فثبت بذلك أن الوتر ثلاثا لا يسلم إلا في آخرهن. غير أن ما رواه هشام بن عروة عن أبيه في ذلك "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر بخمس لا يجلس إلا في آخرهن" لم نجد له معنى. وقد جاءت العامة عن أبيه وعن غيره، عن عائشة رضي الله عنها، بخلاف ذلك، فماروته العامة أولى مما رواه هو وحده

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کوئی پہلے تو عشاء کے صرف فرض اور سنتیں پڑھے، اور وتر بعد میں رات کو کسی وقت پڑھے، اُسے وُتروں سے پہلے کچھ نہ کچھ نوافل پڑھنا بہتر ہے۔

ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات سے معلوم ہو چکا، جن سے ضمایہ بھی معلوم ہو گیا کہ وتر کی دوسری رکعت میں دوسری عام نمازوں کی طرح قعدہ بھی کرنا چاہیے، کیونکہ جتنی نمازیں بھی دو، تین یا چار رکعات شریعت سے ثابت ہیں، ان سب میں دو رکعت پر قعدہ اور تشہد مقرر ہے، اگر وتر کی نماز میں دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا جاتا، اور اس کو بغیر قعدہ کیے ہوئے دوسری نمازوں سے الگ طریقہ پر پڑھا جاتا، تو اس کا ان احادیث میں صراحۃً ضرور ذکر ہوتا۔

جبکہ شریعت کی طرف سے یہ قاعدہ بھی مقرر اور طے شدہ ہے کہ ہر نماز کی دوسری رکعت میں قعدہ و تشہد مقرر ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

وانفرد به . وقد رويت عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك آثار يعود معناها أيضا إلى المعنى الذي عاد إليه معنى حديث عائشة رضي الله عنها (شرح معاني الآثار، تحت حديث رقم ۱۶۹۸، كتاب الصلاة، باب الوتر)
وعن ابن عباس، الوتر سبع أو خمس، لا نحب ثلاثا بترأ . وفي رواية: إني لأكره، أن تكون ثلاثا بترأ، ولكن سبع أو خمس وعن عائشة، الوتر سبع أو خمس، وإني لأكره أن تكون ثلاثا بترأ، وفي لفظ: أدنى الوتر خمس (صلاة الوتر لمحمد بن نصر المروزي، تحت حديث رقم ۵۳)
وفيها تأييد لكون الوتر ثلاثاً، وندب إلى الصلاة قبله، كما في الفرائض كذلك، سوى المغرب، قال: وعن ابن عباس: الوتر سبع، أو خمس، ولا نحب ثلاثاً بترأ، وفي رواية: إني لأكره أن يكون ثلاثاً بترأ، ولكن سبع. أو خمس، وعن عائشة: الوتر سبع. أو خمس، وإني لأكره أن يكون ثلاثاً بترأ، وفي لفظ: أدنى الوتر خمس، اهـ. هذه الروايات كلها تدل على أن الوتر ثلاث، وأنه كان من التأكيد بمكان ما يظن به أن يترك، ولكن كرهوا الاكتفاء به، كمن يقول: إني أكره صلاة الفجر ركعتين، أي بدون سنتي الفجر، والعجب أن ابن نصر بصدد إثبات الوتر، بأقل من ثلاث، وهذه الآثار كلها في كراهية الاكتفاء بالثلاث، فما ظنك بالاكتفاء بركعة؟!، وقد قال ابن الصلاح، فيما نقل عنه الحافظ في "تلخيص الحبير" ص: 116 لا نعلم في روايات الوتر مع كثرتها أنه عليه السلام أوتر بركعة، فحسب، والله أعلم، وعلمه أحكم (حاشيته بغية الألمعي في تخریج الزیلعی علی هامش نصب الراية لأحاديث الهداية، باب صلاة الوتر)

وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتِ (مسلم) ۱

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت میں التحیات پڑھا کرتے تھے
(ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہر دو رکعت پر التحیات پڑھنے کی تھی، اگر ورتوں کی دوسری رکعت میں التحیات پڑھنے کی عادت نہ ہوتی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا الگ حکم بیان فرماتیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَزِيدُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ عَلَى

التَّشَهُُّدِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۴۹۸، کتاب الصلاة، باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتح به ويختم به الخ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ له، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۰۳۰، ابو داؤد، حدیث نمبر ۷۸۳، باب من لم ير الجهر ب بسم الله الرحمن الرحيم. فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط مسلم، بدیل - وهو ابن مسرة القيلي - من رجاله، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين. إسحاق الأزرق: هو ابن يوسف، وحسين المكيب: هو ابن ذكوان المعلم، وأبو الجوزاء: هو أوس بن عبد الله الربيعي. وأخرجه مطولاً ومختصراً عبد الرزاق في "مصنفه" ۲۵۳۰ و ۲۶۰۲ و ۲۸۷۳ و ۳۰۱۴ و ۳۰۵۰ وابن أبي شيبة ۲۲۹/۱ و ۲۵۲ و ۲۸۳ و ۲۸۵ و ۲۸۹، وإسحاق بن راهوية في "مسنده" ۱۳۳۱، ومسلم ۴۹۸ وأبو داود ۷۸۳، وابن ماجه ۸۱۲ و ۸۶۹ و ۸۹۳ وأبو يعلى ۴۶۷ وابن خزيمة ۶۹۹ وأبو عوانة ۹۳/۲ و ۹۶ و ۱۶۳ و ۱۸۹، وابن حبان ۷۶۸ والبيهقي في "السنن" ۱۵/۲ و ۸۵ و ۱۱۳ و ۱۷۷ من طرق عن حسين، بهذا الإسناد.

۲۔ حدیث نمبر ۴۳۷۳، مسند عائشہ، دار المأمون للتراث - دمشق.

قال الهيثمي:

رواه أبو يعلى من رواية أبي الحويرث عن عائشة، والظاهر أنه خالد بن الحويرث وهو

ثقة، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۴۲)

وقال حسين سليم أسد في تعليق ابی یعلیٰ: اسناده صحيح.

قلت: له شاهد من حديث عبد الله بن مسعود رواه أبو داود، والنسائي والترمذي (اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، تحت حديث رقم ۱۳۶۹، باب التخفيف في التشهد الأول)

ترجمہ: رسول اللہ دو رکعتوں میں (یعنی قعدہ اولیٰ میں) تشهد پر زیادتی نہیں فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَشْهَدُ وَتَسْلِمُ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں تشهد ہے، اور سلام ہے، رسولوں پر، اور ان کی اتباع کرنے والے عباد اللہ الصالحین پر (ترجمہ ختم)

رسولوں اور عباد اللہ الصالحین پر سلام سے مراد تشهد ہی کے الفاظ ہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے، اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اور آگے آنے والی کئی احادیث کے

۱۔ حدیث نمبر ۸۶۹، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ۔
یہ حدیث ضعیف ہے، مگر اس مفہوم کی دوسری حدیثوں سے مل کر حسن درجے میں داخل ہے، اور ناصر الدین البانی صاحب نے بھی اس حدیث میں شاہد بننے کی صلاحیت کا اعتراف کیا ہے۔
قال الہیثمی:

وعن أم سلمة أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: في كل ركعتين تشهد وتسليم على المرسلين وعلى من تبعهم من عباد الله الصالحين. رواه الطبرانی في الكبير وفيه علي بن زيد واختلف في الاحتجاج به وقد وثق (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۱۳۹)
وقال الالبانی:

أخرجه الطبرانی في "المعجم الكبير" (۸۶۹/۳۶۷/۲۳) من طريق أبي همام البخاري: حدثني عدي بن أبي عدي عن علي بن زيد عن الحسن عن أمه عن أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فذكره. قلت: وهذا حديث حسن، رجاله ثقات علي ضعف في علي بن زيد، وهو ابن جدعان، وقال الہیثمی فی "المجمع" (۱۳۹/۲) "واختلف في الاحتجاج به، وقد وثق". قلت: فمثله يستشهد به حديثه (السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حديث رقم ۲۸۷۶)
قلت: ولله شاهد، محمد رضوان.

مطابق ہے (فلا یضر ضعف هذا السند)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں پر تشہد پڑھا کرتے تھے، اور اسی کی دوسروں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے، اور اس عام حکم میں جس طرح دوسری سب نمازیں داخل ہیں، اسی طرح وتر کی نماز بھی داخل ہے، کیونکہ وتر کی نماز کو اس حکم سے مستثنیٰ اور الگ کر کے بیان نہیں کیا گیا۔

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ احادیث و روایات سے تین و تروں کا ایک سلام اور دوسری رکعت پر تشہد کے ساتھ پڑھنا معلوم ہوا۔

اس کے باوجود بھی بعض متعصب لوگوں کا وتر کی تین رکعت اور وتر کی دوسری رکعت پر قعدہ و تشہد کا انکار کرنا اور اس طرح وتر کی نماز پڑھنے کو غلط طریقہ قرار دینا سراسر نا انصافی ہے، اور یہ لوگ مذکورہ احادیث و روایات کی رو سے قابلِ مؤاخذہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوتے تھے، اور آپ بطور خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز اور وتر کی نماز کا جائزہ لینے کے لیے بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔

اس لیے اب ان کی احادیث و روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت علی بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّه رَفَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقِظَ فَتَسَوَّكَ
وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاخْتِلَافِ اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ) فَقَرَأَ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ

ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ
انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ
كُلَّ ذَلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ
فَإَذَنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ (مسلم) ۱

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اپنی خالہ اُم المؤمنین حضرت
میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں) سوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار
ہوئے مسواک کی، وضو کیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں ”إِنَّ فِي خَلْقِ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ“
سورت کے ختم تک، پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔

دونوں رکعتوں میں قیام، رکوع اور سجود کو خوب لمبا کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
فارغ ہو کر سو گئے یہاں تک کہ آپ کے (ہلکے ہلکے) خراٹے کی آواز آنے لگی،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل تین بار کیا، سوکر اٹھتے مسواک اور وضو کر کے دو
رکعت ادا فرماتے اور ہر دفعہ سورہ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے، اس
طرح چھ رکعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائیں پھر تین رکعات وتر پڑھے،
پھر مؤذن نے (نجر کی) اذان دی، تو آپ (دو رکعت فجر کی سنتیں پڑھ کر) نماز
کے لیے تشریف لے گئے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَنَّ، ثُمَّ صَلَّى
رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ فَاسْتَنَّ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ حَتَّى صَلَّى

۱۔ حدیث نمبر ۷۶۳، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الدعاء في صلاة الليل
وقيامه، دار احیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ له، ابو داؤد حدیث نمبر ۱۳۵۳، مستخرج
ابو عوانة حدیث نمبر ۲۲۹۲۔

سِتًّا، ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ (سنن النسائی) ۱
ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہوئے، پھر مسواک کیا، پھر دو رکعتیں
پڑھیں، پھر سو گئے، پھر کھڑے ہوئے، اور مسواک کیا، پھر وضو کیا، پھر دو رکعتیں
پڑھیں، یہاں تک کہ چھ رکعتیں پڑھیں، پھر تین وتر پڑھے، اور دو رکعتیں پڑھیں
(ترجمہ ختم)

اور حضرت کریم سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ
رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ (شرح معانی الآثار) ۲
ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بیان کیا کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو
رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر تین وتر پڑھے (ترجمہ ختم)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دن تہجد کی چھ یا آٹھ رکعات ادا فرمائیں، دو رکعتیں آپ صلی

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۰۴، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب کیف الوتر بثلاث، مکتب
المطبوعات الإسلامية - حلب، مسند احمد، حدیث نمبر ۳۲۷۱۔
فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده قوى على شرط مسلم. معاوية بن هشام: هو القصار الكوفي، ومحمد بن علي:
هو محمد بن علي بن عبد الله بن عباس. وأخرجه النسائي ۳/۲۳۶، ۲۳۷ من طريق
معاوية بن هشام، بهذا الإسناد. وأخرجه أبو يعلى ۲۵۴، والطحاوي ۱/۲۸۶،
والطبراني ۱۰۶۳۸ من طريق المنهال بن عمرو، والطبراني ۹۶۴۹ من طريق منصور
بن المعتمر، كلاهما عن علي بن عبد الله بن عباس، به. ورواية أبي يعلى والطبراني
مطولة. وأخرجه النسائي ۳/۲۳۷ من طريق زيد بن أبي أنيسة، والطبراني ۱۰۶۵۳ من
طريق حمزة الزيات، كلاهما عن حبيب بن أبي ثابت، عن محمد بن علي، عن جده عبد
الله بن عباس بإسقاط علي بن عبد الله من بينهما.

۲۔ حدیث نمبر ۱۷۱۳، کتاب الصلاة، باب الوتر.

اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ہی ہلکی پھلکی ادا فرمائی تھیں، جن کا بعض روایات میں ذکر کیا گیا، اور بعض میں ذکر نہیں کیا گیا۔

بہر حال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مشاہدہ کے مطابق بھی وتر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعتیں ہی ادا فرمائیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان کو الگ سلام کے ساتھ مغرب کی نماز کی طرح دوسری رکعت پر قعدہ و تشہد کر کے پڑھا۔

بالخصوص جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وُتروں کے مغرب کی نماز کی طرح ہونے کی بھی روایت موجود ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ۱

حضرت یحییٰ بن جزار سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَمَانًا

۱۔ قال ابن الملك وهذا الحديث يدل على أن الركعات الست كانت تهجده وأن الوتر ثلاث وإليه ذهب أبو حنيفة اه ولا يخالفه الشافعي بل يكره عنده الاختصار على الركعة رواه مسلم (مرواة المفاتيح، ج ۳ ص ۹۰۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الليل)

قال القاضي ويحتمل أنه لم يعد في هذه الصلاة الركعتين الأوليين الخفيفتين اللتين كان النبي صلى الله عليه وسلم يستفتح صلاة الليل بهما كما صرح في الأحاديث بها في مسلم وغيره ولهذا قال صلى ركعتين فأطال فيهما فدل على أنهما بعد الخفيفتين فتكون الخفيفتان ثم الطويلتان ثم الست المذكورات ثم ثلاث بعدها كما ذكر فصارت الجملة ثلاث عشرة كما في باقي الروايات والله أعلم (شرح النووي على مسلم، ج ۶ ص ۲۵۱ تا ۲۵۳، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الدعاء في صلاة الليل)

فَاتَّفَقَ هَذَا الْحَدِيثُ وَحَدِيثُ ابْنِ أَبِي دَاوُدَ، عَلَى أَنَّ جَمِيعَ مَا صَلَّيَ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، وَبَيْنَ هَذَا أَنَّ الْوُتْرَ فِيهَا ثَلَاثٌ فَتَبَيَّنَ بِذَلِكَ أَنَّ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ أَبِي دَاوُدَ، ثُمَّ أَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ، أَيْ مَعَ اثْنَتَيْنِ قَدْ تَقَدَّمَتَاهَا هُمَا مَعَهَا وَتُرُ (شرح معاني الآثار، تحت حديث رقم ۱۷۱۳، كتاب الصلاة، باب الوتر)

فالحديث صحيح سالم من العلة وفيه انه اوتر بثلاث، وهذا يدل بظاهره على كونها موصولة فما رواه كريب عنه بلفظه ثم اوتر بركة عند الطحاوى معناه اوتر بواحدة مع اثنتين قد تقدمتها فتكونان مع هذا الواحدة ثلاثا ليستوى معنى هذا الحديث ومعنى حديث على بن عبد الله وسعيد بن جبیر كيف وقد مر عن كريب نفسه قوله ثم اوتر بثلاث وقد روى يحيى الجزار ايضا عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات عند النسائي والطحاوى وسنده صحيح (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۹، باب الايتار بثلاث)

رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ (نسائی) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین
رکعات وتر پڑھتے، پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے (ترجمہ ختم)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین رکعت وتر
پڑھنے کا معمول معلوم ہوا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کی یہ تین رکعتیں نوافل اور تہجد کی نماز سے الگ سلام اور الگ نیت
کے ساتھ پڑھتے تھے۔

اور حضرت امام عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَا ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا ثَمَانٍ
وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ (ابن ماجہ) ۲

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو نماز کیسی ہوتی تھی، ان دونوں
حضرات نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعات پڑھتے تھے پہلے آٹھ
رکعات (تہجد) پھر تین رکعات وتر اور پھر دو رکعات (سنت) طلوع فجر کے
بعد (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے فجر

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۰۷، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب کیف الوتر بثلاث، مکتب
المطبوعات الإسلامية - حلب، السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۱۳۴۶۔
حکم الألبانی: صحیح لغيره۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۳۶۱، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی کم یصلی باللیل، واللفظ
لہ، شرح معانی الآثار باب الوتر۔

ورجالہ رجال الصحیح الا شیخ الطحاوی ابن ابی داؤد وهو ثقة کما مر غیر مرۃ (اعلاء السنن
ص ۲۵، باب الايتار بثلاث والنهی عن الايتار برکعة فردة وذكر القراءة فیہ)

کی سنتوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ رکعتیں پڑھنے کا معمول بتلایا، فجر کی دو سنتوں کو نکال کر آٹھ رکعتیں تہجد کی اور تین رکعتیں و تروں کی ہوتی تھیں۔

اور سعید بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ، يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (سنن النسائي) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سبوح اسم ربک الاعلیٰ، اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون، اور تیسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْوُتْرِ فَقَالَ ثَلَاثٌ

(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۷۲۱، کتاب الصلاة، باب الوتر) ۲

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے و تروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تین (رکعات) ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عطاء ابن رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۰۲، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب کیف الوتر بثلاث، مکتب المطبوعات الإسلامية - حلب، سنن الدارمی، حدیث نمبر ۱۷۳۰، ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ مَا يَقْرَأُ فِي الْوُتْرِ، مسند أحمد، حدیث نمبر ۲۷۲۰۔

وقال الترمذی: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ، وَيُزَوَّى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وفي حاشية مسند احمد:

حدیث صحیح، شریک - وهو ابن عبد الله، وإن كان سيء الحفظ - قد توبع، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح.

۲۔ وفيه ابن لهيعة، وهو عند البعض حسن الحديث، وعند البعض سيء الحفظ، ولكن لا شبهة في استشهاده، وله شواهد كثيرة.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَلْوَتُرُ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ (مؤطا امام محمد

حدیث نمبر ۲۶۳، ابواب الصلاة، باب السلام فی الوتر) ۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وتر نماز مغرب کی طرح

ہیں (ترجمہ ختم)

وتر کی نماز کے مغرب کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مغرب کی تین رکعتیں ایک سلام اور دو قعدوں کے ساتھ ہیں، اسی طرح ایک سلام اور دو قعدوں کے ساتھ وتر کی تین رکعات بھی ہیں۔

بعض دیگر روایات میں اس طرح وضاحت و صراحت موجود ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور جن روایات میں مغرب کی طرح ہونے یا کسی دوسرے خاص طریقہ سے پڑھنے کا ذکر نہیں، مگر تین رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، ان سے بھی اسی طرح پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابویکیٰ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ قال محمد : أخبرنا إسماعيل بن إبراهيم عن ليث عن عطاء (مؤطا امام محمد)

قوله : إسماعيل بن إبراهيم ذكر في "تهذيب التهذيب" و "الميزان" كثيرا بهذا الاسم والنسب بعضهم ثقات وبعضهم ضعفاء . والظاهر أن المذكور ههنا إسماعيل بن إبراهيم بن مهاجر البجلي والنخعي الكوفي ضعفه البخاري والنسائي وقال أبو حاتم : ليس بقوى يكتب حديثه روى عن أبيه وإسماعيل بن أبي خالد وغيرهما وعنه ابن نمير ووكيع وطلق بن غنام وأبو علي الحنفي وغيرهم فليحذر هذا المقام.

قوله : عن ليث هو ليث بن أبي سليم بالضم قال الحافظ عبد العظيم المنذرى في آخر كتاب "الترغيب والترهيب" : "فيه خلاف وقد حدث عنه الناس وضعفه يحيى والنسائي وقال ابن حبان : اختلط في آخر عمره وقال الدارقطني : كان صاحب سنة إنما أنكروا عليه الجمع بين عطاء وطاوس ومجاهد فحسب ووثقه ابن معين في رواية . انتهى . وقد بسطت في ترجمته في رسالتي في بحث الزيارة النبوية "الكلام المبرور في رد القول المنصور ورد المذهب المأثور" المسمى بـ "السعي المشكور" حين ظن بعض أفاضل عصرنا أن ضعفه بلغ إلى أن لا يحتج به.

(عطاء) هو ابن أبي رباح المكي أو ابن يسار المدني وقد وجد في بعض النسخ كذلك عطاء بن يسار (التعليق الممجد على المؤطا، للكنوي، تحت حديث رقم ۲۶۳)

ومحمد نشأ بالكوفة وسكن بغداد وحدث بها كما في الانساب للسمعاني، فلا يعد سماع محمد منه، ولا سماع ابن علية من ليث، فانه يروى عن طبقته، فالسند حسن (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۲۸،

(۴۹)

سَمَرَ الْمِسُورُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى طَلَعَتِ
الْحُمْرَاءُ ثُمَّ نَامَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ إِلَّا
بِأَصْوَاتِ أَهْلِ الزُّورَاءِ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ أَتَرَوْنِي أُذْرِكُ أَصْلِي ثَلَاثًا،
يُرِيدُ الْوُتْرَ وَرَكْعَتِي الْفَجْرِ وَصَلَاةَ الصُّبْحِ، قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ
فَقَالُوا: نَعَمْ، فَصَلَّى، وَهَذَا فِي آخِرِ وَقْتِ الْفَجْرِ (شرح معانی

الآثار حدیث نمبر ۱۷۲۳، کتاب الصلاة، باب الوتر) ۱

ترجمہ: (ایک دفعہ) حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بائیں طرف سے پہلے
عینہا رات کو باتیں کرنے لگے، یہاں تک کہ سُرخ ستارہ (صبح صادق سے پہلے
نکلا کرتا ہے) نکل آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سو گئے اور پھر اہل
زوراء (یعنی مدینہ منورہ کے بازار کے ایک مقام والوں) کی آوازوں کی وجہ سے
بیدار ہوئے آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا خیال ہے کیا مجھے اتنا وقت مل
جائے گا کہ میں سورج نکلنے سے پہلے پہلے تین رکعات وتر، دو رکعت سنت اور فجر کی
نماز پڑھ سکوں، انہوں نے کہا کہ جی ہاں، چنانچہ آپ نے (یہ تمام) نماز پڑھی،
اور یہ فجر کے اخیر وقت میں تھا (ترجمہ ختم)

باوجودیکہ وقت بہت تنگ تھا، پھر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وتر کی تین ہی رکعات
ادا فرمائیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعات ہیں۔ ۲

۱۔ واسنادہ صحیح، وابو یحییٰ اسمہ زیاد ہو مولیٰ قیس بن مخرمہ، ويقال مولی الانصار، روى عن
الحسينين وابن عباس وغيرهم وعنه حصين بن عبدالرحمن وعطاء بن السائب، وثقه ابن معين
وابوداؤد وغيرهما، كذا في "التهذيب" (۳: ۲۹۱) (اعلاء السنن ج ۶ ص ۷۲، باب الايتار بثلاث)
۲۔ فَصَلَّى وَهَذَا فِي آخِرِ وَقْتِ الْفَجْرِ "فَمَحَالُ أَنْ يَكُونَ الْوُتْرُ عِنْدَهُ يُجْزِئُ فِيهِ أَقْلٌ مِنْ ثَلَاثٍ ثُمَّ
يُصَلِّيهِ حِينَئِذٍ ثَلَاثًا مَعَ مَا يَخَافُ مِنْ قَوْتِ الْفَجْرِ فَذَلِكَ عَلَى صِحَّةٍ مَا صَرَفْنَا إِلَيْهِ مَعَانِي أَحَادِيثِهِ
فِي الْوُتْرِ أَنَّهُ ثَلَاثٌ وَقَدْ رَوَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي الْوُتْرِ أَيْضًا أَنَّهُ ثَلَاثٌ (شرح معانی الآثار، تحت
حدیث رقم ۱۷۲۳، کتاب الصلاة، باب الوتر)

اور حضرت ابراہیم خلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ذَكَرْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَوْلَ عَبْدِ اللَّهِ، أَلَوْ تَرُ بَسْبِغَ، أَوْ بِخَمْسَ، وَلَا أَقْلَ مِنْ ثَلَاثٍ، فَقَالَ سَعِيدٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنِّي لَا تَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ ثَلَاثًا بُتْرًا، وَلَكِنْ سَبْعًا، أَوْ خَمْسًا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت سعید بن جبیر سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا کہ وتر سات ہیں، یا پانچ ہیں، اور تین سے کم نہیں ہیں، تو حضرت سعید بن جبیر نے جواب میں فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ ہے کہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ تین وتر تنہا ہوں، بلکہ سات یا پانچ ہوں (ترجمہ ختم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے صحیح سندوں کے ساتھ تین وتر کا پڑھنا صراحتاً پیچھے احادیث و روایات سے ثابت ہو چکا ہے، اس لئے ان روایات کا یہ مطلب ہرگز نہیں بنتا کہ ایک سلام سے تین وتر پڑھنا ناپسند ہوں، بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ تنہا تین وتر نہ ہوں بلکہ اس کے ساتھ دو یا چار رکعتیں نفل کی پڑھ لی جائیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے۔ جس کی تفصیل پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے، اور کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، ان سے بھی وتر کی تین رکعات کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ابو محمد یعنی حضرت ثابت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۶۸۹۰، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث، أو أكثر.

قَالَ لِيْ اَنْسَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ! خُذْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ اُخَذْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلَنْ تَأْخُذَ عَنْ اَحَدٍ اَوْثَقَ مِنِّيْ قَالَ ثُمَّ صَلَّى بِيْ الْعِشَاءِ، ثُمَّ صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكَعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ يُسَلِّمُ فِيْ اٰخِرِهِنَّ (تاريخ دمشق) ۱

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ اے ابو محمد! مجھ سے اخذ کرلو (یعنی دین کی باتیں حاصل کرلو) کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب اللہ عزوجل سے اخذ کیا ہے اور تم ہرگز مجھ سے زیادہ ثقہ آدمی سے اخذ نہیں کر سکتے۔

حضرت ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی پھر چھ رکعات نفل ادا کئے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے رہے پھر آپ نے تین رکعات وتر پڑھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

۱۔ لابن عساکر ج ۹ ص ۳۶۳، تحت ترجمة، أنس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم وصاحبه، دار الفكر، بيروت، كنز العمال حديث نمبر ۲۱۹۰۲، بحوالہ الروياني كرو رجاله ثقات. ورجالہ ثقات كما في منتخب كنز العمال، وهو في الكنز (۳-۱۹۶) ورمز له الروياني "كر" و"كر" رمز ابن عساکر، قال ورجالہ ثقات اه، قال الشيخ وان لم اجد حال ميمون بن ابی عبد الله، غير ذكره ابن حبان في الثقات كما "التهذيب" (۱۰-۳۸۷) ورمز لابن ماجه من الستة فقط، وسماه في "الميزان" ميمون بن عبد الله، قال ولا يعرف، ورمز لابی داود فقط والله اعلم، وصرح ابن عبد الهادي الحنبلي: ان من ذكره ابن حبان في الثقات ولم يطعن احد فهو ثقة، قال الشيخ وظني ان حديث "من كنت مولاه فعلي مولاه" يرويه شعبة عن ميمون بن عبد الله هذا، قال الترمذي بعد رواية الحديث في مناقب علي (۲-۲۱۳) وروى شعبة هذا الحديث عن ميمون بن عبد الله اه وشعبة لا يروى الا من الثقات، فاذا الحديث سنده قوى (معارف السنن ج ۳ ص ۲۰۹ بيان الوتر بثلاث بسلام واحد)

ميمون بن أبان الهذلي، ويقال: الجشمي، أبو عبد الله البصري. رَوَى عَنْ: ثَابِتِ الْبَنَانِيِّ (ق) رَوَى عَنْهُ: زَيْدُ بْنُ الْحَبَابِ (ق)، وَأَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ. ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي كِتَابِ "الثَّقَاتِ". رَوَى لَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي كِتَابِ "التَّفَرُّدِ"، وَابْنُ مَاجَةَ (تَهْذِيبُ الْكَمَالِ مَعَ حَوَاشِيهِ، تَحْتَ رَقْمِ التَّرْجُمَةِ ۶۳۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مرفوع حدیث کا درجہ رکھتا ہے، جیسا کہ اس کے انداز سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۱

اور اس حدیث کے رجال کو اہل علم نے ثقہ قرار دیا ہے، اور اگر اس کی سند میں تھوڑا بہت ضعف بھی ہو، تو وہ اس لئے مضر نہیں کہ اس کی دوسری احادیث اور خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول و فعل سے تائید ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وتر کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہے۔

چنانچہ حضرت ثابت رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ:

صَلَّى بِنِىْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْوَتْرَ اَنَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَاُمُّ وَلَدِهِ خَلْفَنَا ،
ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ ، لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِى آخِرِهِنَّ ، ظَنَنْتُ اَنَّهُ يُرِيْدُ اَنْ يُعَلِّمَنِىْ

(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۷۴۷، کتاب الصلاة، باب الوتر)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے وتر کی تین رکعتیں پڑھائیں اس حالت میں کہ میں اُن کی دائیں جانب تھا اور ان کی اُم ولد ہمارے پیچھے، آپ نے سلام فقط آخر میں پھیرا میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ مجھے وتر کا طریقہ سکھلا رہے تھے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ اور مسلم کے رجال ہیں، سوائے ابنِ مرزوق کے، اور وہ بھی حسن الحدیث سے کم درجے کے نہیں ہیں۔ ۲

اور یہ حدیث دوسری صحیح سندوں سے بھی مروی ہے۔

۱۔ قلت: وهذا فى حكم المرفوع (اعلاء السنن ج ۶ ص ۵۰، باب الايتار بثلاث الخ)

۲۔ چنانچہ شرح معانی الآثار کی حدیث کی سند یہ ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا عَفَّانُ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: ثنا ثَابِتٌ، قَالَ:

إِسْرَاهِيمَ بْنِ مَرْزُوقٍ بْنِ دِينَارٍ الْأُمَوِيِّ، أَبُو إِسْحَاقَ الْبَصْرِيِّ، نَزِيلُ مِصْرَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ
قَالَ النَّسَائِيُّ: صَالِحٌ. وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: لَا بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ. وَقَالَ
الدَّارَقُطَنِيُّ: ثِقَةٌ. إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يَخْطِئُ، فَيَقَالُ لَهُ، فَلَا يَرْجِعُ (تهذيب الكمال ج ۲ ص ۱۹۷، ۱۹۸)

امام عبدالرزاق نے، حضرت معمر سے، اور انہوں نے حضرت ثابت بنانی سے (جو کہ ثقہ ہیں) ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ:

صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسٍ وَبِثُّ عِنْدَهُ قَالَ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّيُ مَثْنِي مَثْنِي حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ أُوتِيَ بِثَلَاثٍ مِثْلَ الْمَغْرِبِ (مصنف عبد الرزاق) ۱
ترجمہ: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، اور ان کے ساتھ رات گزاری، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ (رات کو) دو دور کعتیں پڑھ رہے تھے، یہاں تک کہ جب آخر نماز میں پہنچے تو تین وتر مغرب کی طرح پڑھے (ترجمہ ختم)
اور مغرب کی طرح پڑھنے کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا، اور تیسری و آخری رکعت پر سلام پھیرا۔

اور ابن ابی شیبہ نے حضرت وکیع سے، اور انہوں نے حضرت ثابت بنانی سے (جو کہ سب ثقہ ہیں) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت بیان کی ہے کہ:

أَنَّهُ أُوتِيَ بِثَلَاثٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهَا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین وتر پڑھے، اور ان کے صرف آخر میں ہی سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت صالح بن عبدالرحمن سے، اور انہوں نے حضرت سعید بن منصور سے، اور انہوں نے حضرت ہشیم سے، اور انہوں نے حضرت حمید سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس طرح روایت کیا ہے کہ:

الْوُتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ، وَكَانَ يُوتَرُ بِثَلَاثٍ رَكَعَاتٍ (شرح معانی

الآثار، حدیث نمبر ۱۷۴۶، کتاب الصلاة، باب الوتر)

ترجمہ: وتر تین رکعات ہیں اور آپ وتر کی تین رکعات ہی پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۴۶۳۶، کتاب الصلاة، باب کم الوتر، المكتب الاسلامی، بیروت۔

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۱۰، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر۔

اور حضرت حمید سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ وتر کی تین رکعات ادا فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

ان تمام مستند روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی وتر کی تین رکعات، مغرب کی طرح درمیان میں تشہد کر کے اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ آخر میں ہی سلام پھیرتے تھے۔ ۲

اور یہ محدثین کا اصول ہے کہ اگر کوئی ایک حدیث سند کے لحاظ سے کچھ کمزور ہو، مگر دوسری روایات اور اس سے بڑھ کر خود راوی کا اپنا عمل اس کا مؤید ہو، تو وہ ضعف نقصان دہ نہیں ہوتا، پس بعض متحصبین جو الگ الگ روایات میں بعض جزوی علتیں نکال کر ہر حدیث و روایت کا انکار کرتے ہیں، یہ انتہائی خطرناک طرز عمل ہے۔

۱۔ حدیث نمبر ۶۸۹۳، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث أو أكثر.

۲۔ اور بعض آثار میں جو وتروں کو مغرب کے مشابہ کرنے کو ناپسند قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد خود تین وتروں کو دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا نہیں ہے، بلکہ دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ اس طرح پڑھنا مراد ہے کہ ان سے آگے پیچھے کچھ نوافل نہ پڑھے جائیں، جس کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی احادیث میں مذکور ہے۔

اس طرح تین وتر مغرب کی طرح پڑھنے کے حکم اور وتروں کو مغرب کے مشابہ نہ بنانے کی روایات و آثار میں کوئی تعارض و ٹکراؤ نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ الْعَوَّامِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ، قَالَ: كَانُوا يُكْرَهُونَ أَنْ يُشَبَّهُوا الْوُتْرَ بِالْمَغْرِبِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۹۰۲، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث أو أكثر)

إبراهيم بن يزيد بن شريك التميمي، تيم الرباب، أبو أسماء الكوفي، كان من العباد..... قال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين: ثقة. وقال أبو زرعة: ثقة مرجء، قتله الحجاج بن يوسف. وقال أبو حاتم: صالح الحديث. وقال الأحنسي عن أبي بكر بن عياش عن الأعمش: سمعت إبراهيم التيمي يقول إني لامكت ثلاثين يوما لا أكل. قال أبو داود: مات ولم يبلغ أربعين سنة. وقال غيره: مات سنة اثنتين وتسعين. روى له الجماعة (تهذيب الكمال ج ۲ ص ۲۳۲، ۲۳۳، ملخصاً) قلت: وقال الواقدي مات سنة ۹۳ وقال الأعمش كان إبراهيم إذا سجد تجء العصافير فتتفرق ظهره. وقال الكرابيسي حدث عن زيد بن وهب قليلا أكثرها مدلسة (تهذيب التهذيب ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایات

تین رکعت وتر اور وتر کی تیسری و آخری رکعت پر ہی سلام پھیرنے کی احادیث و روایات صحابی رسول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔
چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن ابزی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوترُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ،
كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا
أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ
(نسائی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے، اور پہلی رکعت
میں سبوح اسم ربک الاعلیٰ، اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکفرون
اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھا کرتے تھے، اور رکوع سے پہلے
قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے بھی براہ راست مروی ہے۔ ۲

۱ حدیث نمبر ۱۶۹۹، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب کیف الوتر بثلاث، مکتب
المطبوعات الإسلامية - حلب، واللفظ له، السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۱۰۵۰۲، سنن
دارقطنی، حدیث نمبر ۱۶۵۹۔
حکم الالبانی: صحیح۔

۲ أَنَّهُ (صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُتْرَ فَقَرَأَ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ
الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَلَمَّا قَرَعَ قَالَ سُبْحَانَ
الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا، يَمْلَأُ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ (شرح معانی الآثار، باب الوتر، واللفظ له،
نسائی حدیث نمبر ۱۶۸۳، وحدیث نمبر ۱۷۱۰ وحدیث نمبر ۱۷۱۳، مسند احمد
حدیث نمبر ۱۵۳۵۳، وحدیث نمبر ۱۵۳۵۵، وحدیث نمبر ۱۵۳۶۱؛ مسند
بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴿

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْوُتْرِ بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، وَيَقُولُ - يَعْنِي بَعْدَ التَّسْلِيمِ - سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، ثَلَاثًا (نسائی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر (کی پہلی رکعت) میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری رکعت میں قل ہوا للہ احد پڑھتے تھے، اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملک القدوس کہتے تھے (ترجمہ ختم) اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوترُ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ فِيهِنَّ حَتَّى يَنْصَرِفَ، أَوَّلُ رُكْعَةٍ بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَالثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَالثَّالِثَةَ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَأَنَّهُ قَتَلَ قَبْلَ الرُّكُوعِ (شرح مشکل الآثار للطحاوی) ۲

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الطیالسی، حدیث نمبر ۵۴۲)

فی حاشیہ مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث رکعات یقرأ فیہا ب سبح اسم ربک الاعلیٰ، وقل یا ایہا الکافرون وقل هو اللہ احد (مسند الامام الاعظم، روایۃ الحارثی، ج ۲ ص ۸۶۹، حدیث نمبر ۱۵۶۷)

۱ حدیث نمبر ۱۷۰۱، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب کیف الوتر بثلاث، مکتب المطبوعات الاسلامیہ - حلب، واللفظ لہ، سنن البیہقی، حدیث نمبر ۴۸۶۳، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، حدیث نمبر ۷۰۴.

حکم الألبانی: صحيح.

۲ حدیث نمبر ۴۵۰۱، باب بیان مشکل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت في الوتر، مؤسسة الرسالة، بیروت، مسند الشاشی، حدیث نمبر ۱۳۵۶.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے، اور ان کو ختم کرنے سے پہلے سلام نہیں پھیرتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری رکعت میں قل ہوا للہ احد پڑھتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے، اور سلام تیسری رکعت کے آخر میں ہی پھیرتے تھے۔ ۱

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی اسی طرح وتر پڑھنے کا تھا۔ چنانچہ امام عبدالرزاق، حضرت ابن جریج سے، اور وہ عمران بن موسیٰ سے اور وہ یزید بن حصیفہ سے، اور وہ حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ أَبِيَّ بْنَ كَعْبٍ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ (مصنف عبدالرزاق) ۲

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور امام عبدالرزاق، حضرت معمر سے، اور وہ حضرت قتادہ سے، نیز حضرت ہشام سے، اور وہ حضرت حسن سے (جو کہ تمام ثقہ راوی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ أَبِيَّ بْنَ كَعْبٍ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الثَّالِثَةِ مِثْلَ الْمَغْرِبِ (مصنف عبد الرزاق) ۳

۱۔ وفي الثانية منها قل للذين كفروا اى قل يا ايها الكافرون كما في نسخة، وفي الركعة الثالثة الواحد الصمد اى سورة قل هو الله احد وذكر تسميتهما بمعنى اوائل السورة وفي مسند ابى حنيفة بعد تخريج هذا الحديث مرسلًا وفي الثانية قل للذين كفروا يعنى قل يا ايها الكافرون فهكذا في قراءة ابن مسعود انتهى.

وهذا الحديث يدل على انه صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث ركعات بسلام واحد لانه وقع فيما اخرجه النسائي هذا الحديث من طريق قتادة عن عذرة انه قال فيه ولا يسلم الا في آخرهن (بذل المجهود في حل ابى داؤد، ج ۲ ص ۳۲۵، باب ما يقرأ في الوتر)

۲۔ حديث نمبر ۲۶۲۱، كتاب الصلاة، باب كيف التسليم في الوتر، المكتب الاسلامي، بيروت.

۳۔ حديث نمبر ۲۶۵۹، وحديث نمبر ۲۶۶۰، كتاب الصلاة، باب كيف التسليم في الوتر، المكتب الاسلامي، بيروت.

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب تین وتر پڑھا کرتے تھے، اور تیسری (رکعت) میں ہی سلام پھیرتے تھے مغرب کی طرح (ترجمہ ختم)

اس قسم کی روایت کیونکہ حضرت حسن کے علاوہ دیگر سندوں سے بھی مروی ہے، اور حضرت ابی بن کعب سے مرفوع طریقہ پر بھی مروی ہے، اس لئے یہ کہنا کہ حضرت حسن نے، حضرت ابی بن کعب کو نہیں پایا، درست نہیں۔

بالخصوص جبکہ حضرت حسن ایسی بات بغیر مستند سماع کے نہیں کہہ سکتے، اور ان کی مرسل احادیث بھی متعدد محدثین کے نزدیک مقبول ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کے دورِ خلافت میں رمضان کے مہینے میں مسجد نبوی میں اسی طرح تین وتر پڑھایا کرتے تھے، اور صحابہ کرام و تابعین عظام ان کی اقتداء میں اسی طرح تین وتر پڑھتے تھے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مگر کسی نے اس طرح وتر پڑھنے کے طریقہ پر انکار نہیں کیا، اور آج جو لوگ انکار کرتے ہیں، وہ ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے کرتے ہیں۔

پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تین وتر اس طرح پڑھنا کہ دوسری رکعت پر قعدہ کرنا اور تیسری رکعت کے آخر میں سلام پھیرنا، اور صحابہ کرام کے دور میں بلا تکلیف اس پر تعامل ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، اُن جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں طویل صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی سند سے بھی تین وتر کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَتَرُ اللَّيْلُ ثَلَاثَ كَوْتَرِ النَّهَارِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ (سنن دارقطنی) ۱
ترجمہ: رات کے وتر تین ہیں دن کے وتر یعنی نمازِ مغرب کی طرح (ترجمہ ختم)

بعض حضرات نے اس حدیث کے مرفوع ہونے کی سند کو ضعیف اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر یہ روایت پھر بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۶۵۳، کتاب الوتر، باب الوتر ثلاث ثلاث المغرب، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ، المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۹۳۰۳، شرح معانی الآثار، باب الوتر.

۲۔ وقال الدارقطنی: یحییٰ بن زکریا ہذا یقال لہ ابن ابی الحواجب ضعیف، ولم یروہ عن الأعمش مرفوعاً غیرہ.

والحاصل: ان النہاریات کما اختتمت بصلاة وتر کذلک اختتموا صلاة اللیل بالوتر، وعلى الوتر - وبعبارة أخرى - إن وتر النهار کما لم یکن مقوماً لساتر النهاریات، کذلک وتر اللیل لیس مقوماً لساتر رکعات اللیل لیکون تعلّقہ بالجمیع سواء، بل معناه أن آخر النهاریات صلاة وتر کذلک فلکن صلاة اللیل وترًا، لتصیر الوظيفتان - أى وظيفة اللیل والنهار - على شاکلة واحدة. وتتصف الوظيفتان بصفة الوترية فتجلبان معنى الأحيية، إن الله وتر يحب الوتر فكان الإيتار لمعنى (فیض الباری للکشمیری ج ۳ ص ۱۸۹، باب ماجاء فی الوتر)

وقال العینی: قال الدارقطنی لم یروہ عن الأعمش مرفوعاً غیر یحیی بن زکریاء، وهو ضعیف، وقال البیهقی: الصحیح، وقفه علی ابن مسعود، ورفعہ یحیی بن زکریاء بن ابی الحواجب، وهو ضعیف، ورواه الثوری، وعبد الله بن نمیر، وغیرهما عن الأعمش، فی فوقفوه انتهى (شرح ابی داؤد للعینی، ج ۵ ص ۳۳۰، کتاب الصلاة، باب کم الوتر)

ثم قال: وخبر الوتر ثلاث کوتر النهار المغرب. لا یصح مرفوعاً، وإنما هو قول ابن مسعود. قلت: لو سلم عدم صحة المرفوع، فهذا الموقوف فی حکم المرفوع (مرقاۃ المفاتیح، ج ۳ ص ۹۴۰، کتاب الصلاة، باب الوتر)

قلت: ابن ابی الحواجب ذکرہ ابن حبان فی الثقات کما فی "اللسان" فالرجل مختلف فیہ، ومثله یعتبر فیہ لاسیما ولما رواه شاهد، فقد اخرج الدارقطنی ایضاً عن اسماعیل بن مسلم المکی، عن الحسن، عن سعد بن هشام، عن عائشة مرفوعاً نحوه سواء، کما فی "نصب الراية" واسماعیل هذا وان ضعفه الناس ولكن قال ابو حاتم: لیس بمتروک یکتب حدیثہ، وكذا قال ابن عدی: انه ممن ینکب حدیثہ، وقال ابن سعد: قال محمد بن عبد الله الانصاری: کان له رأى وفتوى وبصر وحفظ لحدیث کنت اکتب عنه لنباهته اھ من "التهذیب" ملخصاً فالحدیث حسن مرفوعاً علی الاصل الذی ذکرناه غیر مرة، والرفع زیاده لاتنافی الوقف، فتقبل ممن اختلف فی توثیقہ، فبالاولی اذا کان له شاهد مثله (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۴۹، باب الايتار بثلاث)

اور حضرت عبدالرحمن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

الْوُتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: وتر کی تین رکعتیں ہیں مغرب کی نماز کی طرح (ترجمہ ختم)

اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ الْوُتْرُ ثَلَاثُ، كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَتُرُّ النَّهَارَ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر تین ہیں مغرب کی

۱۔ حدیث نمبر ۹۴۲۱، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، واللفظ لہ، مؤطا امام محمد، حدیث نمبر ۲۶۲۔

حدثنا أبو معاوية المكفوف عن الأعمش عن مالك بن الحارث عن عبد الرحمن بن

يزيد عن عبد الله بن مسعود قال (مؤطا امام محمد)

قلت: رجاله رجال مسلم (اعلاء السنن، جلد ۶، صفحہ ۴۲۴ باب الايتار بثلاث)

قوله: أبو معاوية المكفوف أي: الممنوع عنه البصر يعني الأعمى وهو محمد بن خازم الضرير الكوفي عمى وهو صغير ثقة أحفظ الناس لحديث الأعمش وقد يهيم في حديث غيره روى عن الأعمش وسفيان وعنه أحمد وإسحاق وابن معين مات سنة ۹۵ هـ كذا في "التقريب" (۱۵۷/۲) و"الكاشف" قوله: عن الأعمش: بالفتح من العمش بفتحين وهو عبارة عن ضعف البصر وكونه بحيث يجرى منه الدمع لمرض والمشهور به سليمان بن مهران - بالكسر - الأسدي الكاهلي مولاهم أبو محمد الكوفي أصله من طبرستان وولد بالكوفة وروى عن أنس ولم يثبت له منه سماع وابن أبي أوفى وأبى وائل وقيس بن أبي حازم والشعبي والنخعي وغيرهم وعنه أبو إسحاق السبيعي وشعبة والسفيان وغيرهم قال ابن معين: ثقة والنسائي: ثقة ثبت وابن عمار: ليس في المحدثين أثبت من الأعمش ومنصور ثبت أيضا إلا أن الأعمش أعرف منه بالمسند مات سنة ۱۴۷ هـ وقيل سنة ۱۴۶ هـ وترجمته مطولة في "تهذيب التهذيب"

قوله: عن مالك بن الحارث قال الذهبي في "الكاشف" "مالك بن الحارث السلمي عن أبي سعيد الخدري وعلقمة النخعي وعنه منصور والأعمش ثقة مات سنة ۹۴ هـ انتهى

قوله: عن عبد الرحمن بن يزيد بن قيس النخعي نسبة إلى نخع بفتحين قبيلة أبو بكر الكوفي روى عن أخيه الأسود بن يزيد وعنه علقمة بن قيس وعن حذيفة وابن مسعود وأبى موسى وعائشة وغيرهم وعنه ابنه محمد وإبراهيم النخعي وأبو إسحاق السبيعي ومنصور وغيرهم قال ابن سعد وابن معين والمعجلي والدارقطني: ثقة مات سنة ۷۳ هـ وقيل سنة ۸۳ هـ كذا في "تهذيب التهذيب" (التعليق الممجد على المؤطا للإمام محمد، للكنوي، تحت حديث رقم ۲۶۲)

۲۔ حدیث نمبر ۶۷۷۹، کتاب الصلاة، باب مَنْ قَالَ وَتُرُّ النَّهَارَ الْمَغْرِبُ.

نماز کی طرح، جو کہ دن کے وتر ہیں (ترجمہ ختم)

اور معجم کبیر طبرانی اور شرح معانی الآثار کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

الْوُتْرُ ثَلَاثٌ، كَوْتَرِ النَّهَارِ، صَلَاةِ الْمَغْرِبِ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: وتر کی تین رکعات ہیں، دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح (ترجمہ ختم)

اور معجم کبیر طبرانی اور مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَتَرُ اللَّيْلِ كَوْتَرِ النَّهَارِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ ثَلَاثًا (المعجم الكبير للطبرانی) ۲

ترجمہ: رات کے وتر دن کے وتر نماز مغرب کی طرح تین ہیں (ترجمہ ختم)

مغرب کو دن کے وتر اس لیے فرمایا گیا کہ یہ دن کی باقی ماندہ روشنی میں پڑھے جاتے ہیں، اور یہ بھی تین رکعتیں ہیں، جن میں دوسری رکعت پر قعدہ و تشہد اور تیسری رکعت کے آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

اور رات کے وتر مغرب کی طرح ہونے کا مطلب بھی واضح طور پر یہی ہے کہ وتر بھی اسی طریقہ سے پڑھے جاتے ہیں۔

اور حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ أَهْوَنُ مَا يَكُونُ الْوُتْرُ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ (موطا

امام محمد) ۳

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہلکے (یعنی

نفلوں کے بغیر) وتر تین رکعتیں ہیں (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۹۳۱۰، مکتبۃ ابن تیمیہ، قاہرہ، و شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۷۴۴، باب الوتر.

۲۔ حدیث نمبر ۹۳۰۹، مکتبۃ ابن تیمیہ، قاہرہ، مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر ۴۶۳۵. قال الہیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

۳۔ حدیث نمبر ۲۶۵، ابواب الصلاة، باب السلام فی الوتر، دار القلم، دمشق.

اور حضرت ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَاعِدًا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے

رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر (ترجمہ ختم)

ممکن ہے، اس وقت کسی عذر سے آپ بیٹھ کر وتر ادا فرماتے ہوں۔

حضرت محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْأَعْمَشُ كَانَ يُصَلِّي عِشْرِينَ رَكْعَةً

وَيُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ (قیام رمضان لمحمد بن نصر المروزی) ۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان کے مہینے میں تراویح

پڑھاتے تھے، اور جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات باقی ہوتی۔

حضرت اعمش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعات

تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ان روایات کے مجموعہ سے بھی وتر کی تین رکعت کا

پڑھنا ثابت ہوا، جن میں دوسری رکعت پر قعدہ اور آخری رکعت میں سلام پھیرنا بھی شامل

ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں دو رکعت پر تشہد کا حکم

بھی ثابت ہے، جو وتر کی نماز کو بھی شامل ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱ حدیث نمبر ۶۹۱۵، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

۲ ص ۲۲۱، باب عدد الركعات التي يقوم بها الإمام للناس في رمضان، حديث أكادمی، فیصل آباد - پاکستان.

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُنَا التَّشَهُدَ كَمَا يَعْلَمُنَا
السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ وَيَقُولُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِتَشَهُدٍ (السنن الكبرى للبيهقي) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اس طرح سکھایا کرتے تھے، جس
طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ تشہد کے بغیر نماز نہیں
ہوتی (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا ارشاد مروی ہے۔ ۲
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُدَ فِي وَسْطِ الصَّلَاةِ
وَفِي آخِرِهَا (مسند احمد، حدیث نمبر ۴۳۸۲، مؤسسة الرسالة، بیروت) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۳۹۶۳، کتاب الصلاة، باب وجوب التشهد الآخر، دارالکتب العلمیة،
بیروت، واللفظ له، مسند البزار حدیث نمبر ۱۵۷۱، المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر
۴۵۷۴.

قال الهیثمی:

قلت: فی الصحيح طرف منه، رواه الطبرانی فی الأوسط وفيه صفدی بن سنان ضعفه
ابن معین ورواه البزار برجال موثقین وفي بعضهم خلاف لا یضر إن شاء الله (مجمع
الزوائد ج ۲ ص ۱۴۰)

۲۔ عن عمر بن الخطاب قال لا تجوز صلاة إلا بتشهد (مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر
۳۰۸۰، باب من نسی التشهد)

عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَا صَلَاةَ إِلَّا بِتَشَهُدٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر
۸۸۰۵، کتاب الصلاة، باب فی الرجل ینسی التشهد)

عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي النَّضْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمَلَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ: قَالَ عُمَرُ: لَا صَلَاةَ إِلَّا
بِتَشَهُدٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۸۸۰۷، کتاب الصلاة، باب فی الرجل ینسی التشهد)

۳۔ قال الهیثمی:

رواه أحمد ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۴۲)

فی حاشیة مسند احمد:

صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل ابن إسحاق - وهو محمد - وقد صرح بالتحديث،
فانفتت شبهة تدليس، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين. يعقوب: هو ابن إبراهيم بن
سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف. وأخرجه ابن خزيمة (۷۰۲) و (۷۰۸)،
والطحاوي في "شرح معاني الآثار" (۲۶۲/۱) من طريق ابن إسحاق، بهذا الإسناد.

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے درمیان میں (یعنی دوسری رکعت پر) اور نماز کے آخر میں تشهد پڑھنے کی تعلیم دی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوالاحوص سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

”إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ فَوَاتِحَ الْخَيْرِ وَجَوَامِعَهُ، وَإِنَّا كُنَّا لَا نَذَرِي مَا نَقُولُ إِذَا جَلَسْنَا فِي الصَّلَاةِ إِلَى أَنْ نَذْكُرَ اللَّهَ حَتَّى عَلَّمَنَا: ”الْتِحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ الْمُطَيَّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

يَقُولُهُ الرَّجُلُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ (مسند ابن أبي شيبه) ۱

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کو فتح اور جمع کرنے والے کلمات کی تعلیم دی گئی، اور ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ جب ہم نماز میں بیٹھیں تو اللہ کا کس طرح ذکر کریں، یہاں تک کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کی تعلیم دی کہ:

”الْتِحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ الْمُطَيَّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

ان کلمات کو آدمی ہر دو رکعت میں کہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حصین سے بسند حسن مروی ہے کہ:

بَلَغَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ سَعْدًا يُوتِرُ بِرُكْعَةٍ، قَالَ مَا أَجْزَأَتْ رُكْعَةً قَطُّ

(المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۹۳۲۲، مكتبة ابن تيمية، القاهرة) ۲

۱۔ حديث نمبر ۴۲۳، ج ۱ ص ۲۸۰، دار الوطن، الرياض.

۲۔ قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الكبير، وحصين لم يدرك ابن مسعود وإسناده حسن (معجم الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ سعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک رکعت کبھی بھی کافی نہیں ہوتی (ترجمہ ختم)

اور موطا امام محمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةٌ وَاحِدَةً قَطُّ (موطا الإمام محمد) ۱

ترجمہ: ایک رکعت کبھی بھی کافی نہیں ہوتی (ترجمہ ختم)

کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تین وتر کے قائل تھے، اور تشہد کے بغیر نماز کے جائز ہونے کو درست نہیں سمجھتے تھے، اور تشہد اُن کے نزدیک دوسری رکعت پر ہوتا ہے نہ کہ ایک رکعت پر، اور ایک رکعت وتر پڑھنے کی صورت میں دوسری رکعت کے بجائے پہلی رکعت پر ہی تشہد لازم آتا ہے۔

جس کی وجہ سے نماز خلاف قواعد ہوتی ہے، اس جیسی وجوہات کی بناء پر انہوں نے ایک رکعت وتر کا انکار فرمایا۔ ۲

پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایک سلام کے ساتھ مغرب کی نماز کی طرح وتر کی تین رکعتوں کا دوسری رکعت پر تشہد کے ساتھ پڑھنا ثابت ہوا۔

۱۔ حدیث نمبر ۲۶۴، ابواب الصلاة، باب السلام فی الوتر، دار القلم، دمشق.

۲۔ وَقَدْ حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: ثنا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: ثنا حَمَّادٌ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ عَابَ ذَلِكَ عَلَى سَعْدٍ وَمَحَالٌ عِنْدَنَا أَنْ يَكُونَ عَبْدُ اللَّهِ عَابَ ذَلِكَ عَلَى سَعْدٍ مَعَ بُسَلِ سَعْدٍ وَعَلَيْهِ إِلَّا لِمَعْنَى قَدْ كَبَتْ عِنْدَهُ، وَهُوَ أَوْلَى مِنْ فَعْلِهِ، وَلَوْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِنَّمَا خَالَفَهُ بِرَأْيِهِ لَمَا كَانَ رَأْيُهُ أَوْلَى مِنْ رَأْيِ سَعْدٍ، وَلَمَّا عَابَ ذَلِكَ عَلَى سَعْدٍ، إِذَا كَانَ مَا أَخَذَ ذَلِكَ مِنْهُ هُوَ الرَّأْيُ، وَلَكِنَّ الَّذِي عَلَّمَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِمَّا خَالَفَ فَعَلَ سَعْدٍ فِي ذَلِكَ هُوَ غَيْرُ الرَّأْيِ (شرح معانی الآثار، تحت حدیث رقم ۱۷۵۵، کتاب الصلاة، باب الوتر)

عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم انه قال ان سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کان یوتر برکعة واحسنة فنهاہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقال له انت تورث الجدات فلا تورث الحواء الركوع (کتاب الآثار لابن یوسف، حدیث نمبر ۳۴۴)

نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، جس کا ذکر آگے آتا ہے، جن سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا روایات کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔

اور بعض روایات کی سند میں ضعف ہونا نقصان دہ نہیں، کیونکہ مختلف روایات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ ۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایات

جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَا أُحِبُّ أَنِّي تَرَكَتُ
الْوُتْرَ بِثَلَاثٍ وَإِنِّي لِي حُمَرُ النَّعَمِ (موطا امام محمد) ۲

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں چاہے مجھے اس کے بدلے سُرُخ اونٹ کیوں نہ ملیں (ترجمہ ختم)

ملفوظ رہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کی مراسیل محدثین کے نزدیک معتبر ہیں، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اور ابن ابی شیبہ، حمید بن عبد الرحمن سے اور وہ حسن بن صالح سے اور وہ عبد العزیز بن رفیع

۱۔ اور بعض لوگ جو اس موقع پر ہر حدیث میں الگ الگ جزوی علتیں نکال کر تمام حدیثوں پر جرح کرتے ہیں، ان کا یہ طرز عمل محدثین کے اصول و قواعد کے مطابق درست نہیں، کیونکہ اولاً تو حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں، ایک لعینہ، اور ایک لغیرہ، اور پھر حدیث حسن دوسرے شواہد و مؤیدات سے مل کر بعض اوقات صحیح کے درجے میں پہنچ جاتی ہے۔ اور جس کے کثرت سے شواہدات و مؤیدات موجود ہوں، ان پر فرداً فرداً جرح کر کے تمام احادیث و روایات کا انکار کرنا انتہائی خطرناک طرز عمل ہے، جس سے متعصبین کو توبہ کرنی چاہئے، ورنہ آخرت میں ان کی یہ تاویلات کا رگڑ ثابت نہ ہوں گی، اور مؤاخذہ سے بچنے کے لئے مؤثر نہ ہوں گی۔

۲۔ حدیث نمبر ۲۶۰، ابواب الصلاة، باب السلام فی الوتر، دار القلم، دمشق۔

سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ أَبِي بَنْ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرِينَ رَكْعَةً
وَيُؤْتُو بِثَلَاثٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ۲

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں رمضان
میں تراویح اور وتر پڑھانے کے لئے مامور فرمایا تھا، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے
تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھایا کرتے تھے، کیونکہ حضرت ابی
بن کعب رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنے کی
حدیث کو روایت کرتے ہیں، اور خود بھی ان کا عمل اسی طرح تین وتر پڑھنے کا تھا، جس کی
تفصیل پہلے گزر چکی۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سب لوگوں کو تین وتر پڑھانا اور ان کی اقتداء میں

۱۔ حدیث نمبر ۷۷۶۶، کتاب الصلاة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة.

۲۔ اس روایت کے تینوں راویوں پر مختصر کلام درج ذیل ہے:

(۱) حمید بن عبد الرحمن بن حمید بن عبد الرحمن الرؤاسی بضم الراء بعدها همزة
خفيفة أبو عوف الكوفي ثقة من الثامنة مات سنة تسع وثمانين وقيل تسعين وقيل بعدها
(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۲۴۵)

(۲) الحسن بن صالح بن صالح بن حى وهو حيان بن شفى بضم بالمعجمة والفاء مصغر
الهمداني بسكون الميم الثوري ثقة فقيه عابد رمى بالتشيع من السابعة مات سنة تسع
وستين وكان مولده سنة مائة (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۲۰۵)

(۳) عبد العزيز بن رفيع بقاء مصغر الأسدي أبو عبد الملك المكي نزيل الكوفة ثقة
من الرابعة مات سنة ثلاثين ويقال بعدها وقد جاوز التسعين (تقريب التهذيب
ج ۱ ص ۶۰۳)

لوگوں کا مذکورہ طریقہ پر تین وتر پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ جمہور صحابہ کرام اس طریقہ پر متفق و مجتمع ہو گئے تھے، اسی کو بعض نے اجماع سے تعبیر کر دیا ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ، یزید بن رومان سے، روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعَشْرِينَ رَكْعَةً (موطا امام مالک) ۱

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند قوی ہے۔ ۲

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی متعدد مقامات پر اس کو روایت کیا ہے۔ ۳

اور ابن ابی الدنیا، حضرت شجاع بن مخلد سے اور وہ حضرت ہشیم سے اور وہ حضرت یونس بن

۱۔ حدیث نمبر ۳۸۰، کتاب السہو، باب ما جاء فی قیام رمضان، مؤسسة زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبی - الإمارات.

۲۔ یزید بن رومان المدنی أبو روح مولی آل الزبیر ثقة من الخامسة مات سنة ثلاثين وروايته عن أبي هريرة مرسلة ع. (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۲۳)

قال النسائي: ثقة. وذكره ابن حبان في كتاب "الثقات" وقال الواقدي وكتابه محمد بن سعد، وعمر بن علي، ومحمد بن عبد الله بن نمير، والترمذي: مات سنة ثلاثين ومئة. زاد محمد بن سعد: وكان عالما كثير الحديث، ثقة. (تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۲۳، تحت ترجمة یزید بن رومان، رقم الترجمة ۶۹۸۶)

رہا اس روایت کا مرسل ہونا تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ ایسی مرسل ہے، جس کو دوسری روایات سے انتہائی قوت حاصل ہے، اور ایسی روایت کے معتبر ہونے میں ایک منصف (نہ کہ متعصب) کے لیے کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

وعلى مذهب الأكثرين يكون مرسل لبعض كبار التابعين، وقد سبق أن مرسل التابعي الكبير يحتج به عندنا إذا اعتضد بقول الصحابة. أو قول أكثر العلماء، أو غير ذلك مما سبق. وقد اعتضد هذا الحديث، فقال به من الصحابة رضى الله عنهم، من سنذكره في فرع مذاهب العلماء اه، كلام النووي. فظهرت صحة الاحتجاج بالحديث المذكور على كل التقديرات (أضواء البيان لمحمد الأمين الشنقيطي، متوفى ۱۳۹۳ھ، ج ۱ ص ۴۵۷ در ذیل سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۶)

۳۔ (ملاحظہ ہو: معرفة السنن والآثار للبيهقي، كتاب الصلاة، باب قیام رمضان، شعب الايمان للبيهقي كتاب الصيام، باب قیام شهر رمضان، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان)

عبید سے اور وہ حضرت حسن سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوا يُصَلُّونَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً، وَالْوُتْرَ ثَلَاثًا (فضائل

رمضان لابن ابی الدنیا، حدیث نمبر ۴۸، ص ۷۸، دار السلف، الرياض - السعودية)

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) رمضان کے مہینہ میں لوگ بیس

رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی انتہائی اعلیٰ درجہ کے معتبر اور ثقہ راوی ہیں، چنانچہ ابن ابی الدنیا

جو اس کو روایت کرنے والے ہیں، وہ حافظ الحدیث ہیں، اور ان کی بے شمار تصانیف ہیں۔ ۱

اور اس روایت کے پہلے راوی شجاع بن مخلد ہیں، ان کو بھی محدثین نے ثقہ شمار کیا ہے۔ ۲

اور اس روایت کے دوسرے راوی ہشیم بن بشیر ہیں، یہ بھی معتبر راوی ہیں۔ ۳

۱۔ أبو بکر بن أبي الدنيا البغدادي صدوق حافظ صاحب تصانيف من الثانية عشرة مات سنة إحدى وثمانين وله ثلاث وسبعون (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۵۳۰)

۲۔ شجاع بن مخلد الفلاس، أبو الفضل البغوي، نزيل بغداد قال عبد الله بن أحمد بن حنبل: سألت يحيى بن معين عن شجاع بن مخلد، فقال: أعرفه، ليس به بأس، نعم الشيخ أو نعم الرجل، ثقة. وقال صالح بن محمد البغدادي: صدوق. وقال إبراهيم الحربي: حدثني شجاع بن مخلد ولم نكتب ها هنا عن أحد خير منه. وذكره ابن حبان في كتاب "الثقات" وقال الحسين بن فهم: شجاع بن مخلد من أبناء أهل خراسان من البغيين، وهو ثقة ثبت، (تهذيب الكمال ج ۱ ص ۳۷۹ تحت ترجمة شجاع بن مخلد)

شجاع بن مخلد الفلاس أبو الفضل البغوي نزيل بغداد صدوق وهم في حديث واحد رفعه وهو موقوف فذكره بسببه العقيلي من العاشرة مات سنة خمس وثلاثين (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۴۱۲)

۳۔ رہا بعض حضرات کا ان کو مدلس قرار دینا تو مجبوت فی روایت میں انہوں نے غلطی کے بغیر اس کو تحدیث کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ہشیم بن بشیر بن القاسم بن دینار السلمی، أبو معاوية بن أبي خازم، وقيل: أبو معاوية بن بشير بن أبي خازم، الواسطي، قيل: إنه بخاري الاصل قال أبو داود: قال أحمد بن حنبل: ليس أحد أصح حديثاً عن حصين بن هشيم. وقال أحمد بن علي الأبار: سمعت علي بن حجر يقول: هشيم في أبي بشر مثل ابن عيينة في الزهري، سبق الناس هشيم في أبي بشر. وقال إبراهيم بن موسى الرازي، عن عنبسة بن سعيد، عن ابن المبارك: من غير الدهر حفظه، فلم يغير حفظ هشيم. وقال أحمد بن سنان القطان: سمعت عبد الرحمن بن مهدي يقول: حفظ هشيم عندي

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس روایت کے تیسرے راوی یونس بن عبید ہیں، جو بہت بڑے محدث ہیں۔ ۱
اور اس روایت کے آخری راوی مشہور تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ہیں، جن کی مرسل
احادیث کو بھی قبولیت کا مقام حاصل ہے، اور اس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أثبت من حفظ أبي عوانة، وكتاب أبي عوانة أثبت عندی من حفظ هشيم. وقال محمد بن عبد الله بن عمار الموصلي : إذا اختلف أبو عوانة وهشيم فالقول قول هشيم، لم يعد عليه خطأ. وقال أحمد بن عبد الله العجلي : هشيم واسطى ثقة، وكان يدلس. وقال عبد الرحمن بن أبي حاتم : سئل أبي عن هشيم، ويزيد بن هارون، فقال : هشيم أحفظهما. وقال أيضا سألت أبي عن هشيم، فقال : ثقة، وهشيم أحفظ من أبي عوانة. وقال أيضا : سئل أبو زرعة عن جرير وهشيم؟ فقال : هشيم أحفظ. وقال محمد بن سعد : كان ثقة، كثير الحديث، ثبتا، يدلس كثيرا، فما قال في حديثه أخبرنا فهو حجة، وما لم يقل فيه أخبرنا فليس بشيء. وقال سليمان بن إسحاق الجلاب أيضا، عن إبراهيم (تهذيب الكمال ج ۳۰ ص ۲۷۲، تحت ترجمة هشيم بن بشير)

۱۔ یونس بن عبید بن دینار العبدي، أبو عبد الله، ويقال : أبو عبید البصري، مولى عبد القيس. رأى إبراهيم النخعي، وأنس بن مالك، وسعيد بن جبیر..... وذكره محمد بن سعد في الطبقة الرابعة من أهل البصرة، وقال : كان ثقة كثير الحديث. وقال أبو طالب عن أحمد بن حنبل، وإسحاق بن منصور عن يحيى بن معين، وأبو عبد الرحمن النسائي : ثقة. وقال عثمان بن سعيد الدارمي : قلت ليحيى بن معين : يونس بن عبید أحب إليك في الحسن أو حميد، يعني الطويل؟ فقال : كلاهما. وقال علي ابن المديني : يونس بن عبید أثبت في الحسن من ابن عون. وقال أبو زرعة : يونس بن عبید أحب إلي في الحسن من قتادة، لأن يونس من أصحاب الحسن، وقتادة ليس من أقران يونس، ويونس أحب إلي من هشام بن حسان. وقال أبو حاتم : ثقة، وهو أحب إلي من هشام بن حسان وأكبر من سليمان التيمي، ولا يبلغ التيمي منزلة يونس بن عبید (تهذيب الكمال ج ۳۲ ص ۵۱، تحت ترجمة يونس بن عبید)

یونس بن عبید بن دینار العبدي أبو عبید البصري ثقة ثبت فاضل ورع من الخامسة مات سنة تسع وثلاثين (تقريب التهذيب ج ۲ ص ۳۴۹)

۲۔ الحسن بن أبی الحسن، واسمه يسار، البصري، أبو سعيد، مولى زيد بن ثابت، ويقال : مولى جابر بن عبد الله، ويقال : مولى جميل بن قطبة بن عامر بن حديدة، ويقال : مولى أبي اليسر، وأمه خيرة مولاة أم سلمة، زوج النبي صلى الله عليه وسلم..... وقال محمد بن أحمد بن محمد بن أبي بكر المقدمي : سمعت علي ابن المديني، يقول : مراسلات يحيى بن أبي كثير، شبه الريح، ومراسلات الحسن البصري التي رواها عنه الثقات. صحاح ما أقل ما يسقط منها. وقال أبو أحمد بن عدي : سمعت الحسن بن عثمان يقول : سمعت أبا زرعة يقول : كل شيء قال الحسن : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "، وجدت له أصلا ثابتا، ما خلا أربعة أحاديث (تهذيب الكمال ج ۶ ص ۹۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً يُطِيلُونَ فِيهَا الْقِرَاءَةَ وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ (قيام

رمضان لمحمد بن نصر المروزی) ۱

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان کے مہینہ

میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے، جن میں لمبی قرائت کیا کرتے تھے، اور

تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت محمد بن کعب قرظی، جلیل القدر تابعی ہیں۔

جنہوں نے متعدد صحابہ کرام کی زیارت کی ہے، اور آخر میں مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی،

اور بعض حضرات کے بقول ان کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

الحسن بن أبی الحسن البصری واسم أبیه یسار بالتحناتية والمهملة الأنصاری مولاهم ثقة فقیہ فاضل مشہور وکان یرسل کثیرا ویدلس قال البزار کان یروی عن جماعة لم یسمع منهم فیتجوز ویقول حدثنا وخطبتنا یعنی قومہ الذین حدثوا وخطبوا بالبصرة هو رأس أهل الطبقة الثالثة مات سنة عشر ومائة وقد قارب التسعين (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۰۲)

۱۔ ص ۲۲۰، باب عدد الركعات التي يقوم بها الإمام للناس في رمضان، حديث أكادمی، فیصل آباد - پاکستان۔

۲۔ محمد بن کعب بن سلیم۔ وقال محمد بن سعد: محمد بن کعب بن حیان بن سلیم، بن أسد القرظی، أبو حمزة، وقيل: أبو عبد الله المدني، من حلفاء الاوس بن حارثة. وکان أبوه من سبی قریظہ. سكن الکوفة ثم تحول إلى المدينة فسكنها، واشترى بها مالا.....

ذکرہ محمد بن سعد فی الطبقة الثالثة من أهل المدينة، وقال: کان ثقة، عالما، کثیر الحديث، ورعا. وقال علی بن المدینی، وأبو زرعة: ثقة. وقال العجلی، مدنی، تابعی، ثقة، رجل صالح، عالم بالقرآن. وقال البخاری: کان أبوه ممن لم ینت يوم قریظہ فترک. قال: وحدثني ابن بشار، قال: حدثنا أبو بکر، یعنی الحنفی، قال: حدثنا الضحاک بن عثمان، عن أيوب بن موسى، قال: سمعت محمد بن کعب القرظی، قال: سمعت عبد الله بن مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم "من قرأ حرفا من كتاب الله فله حسنة." قال البخاری: لا أدري حفظه أم لا. وقال أبو داود: سمع من علی، ومعاوية، وعبد الله بن مسعود وقال فی موضع آخر: سمعت قتيبة بن سعيد يقول: بلغني

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

دَفَنَّا أَبَا بَكْرٍ لَيْلًا، فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَمْ أُوتِرْ، فَقَامَ وَصَفَّفْنَا وَرَاءَهُ،
فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ (شرح معانی الآثار،

حدیث نمبر ۱۷۴۲، کتاب الصلاة، باب الوتر)

ترجمہ: ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (فوت ہونے پر) رات کے وقت دفن کیا (فراغت پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ لی، آپ نے ہمیں تین رکعات نماز وتر پڑھائی اور سلام فقط ان کے آخر ہی میں پھیرا (ترجمہ ختم)

حضرت مسور بن مخرمہ اور ان کے والد دونوں کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔
اور ظاہر ہے کہ اس موقع پر دیگر جلیل القدر صحابہ کرام بھی موجود تھے، جن میں سے کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین وٹروں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنے پر نکیر نہیں کی۔
رہا بعض کا یہ وہم کہ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین وٹراں اس طرح پڑھے ہوں کہ درمیانی قعدہ نہ کیا ہو، یہ سراسر لاعلمی کی بات ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا، تو یہ طریقہ عام نمازوں کے طریقے کے خلاف ہوتا، کیونکہ کوئی دو رکعت سے زیادہ کی نماز ایسی نہیں، جس میں دو رکعت پر قعدہ نہ کیا جاتا ہو۔

اس لیے ایسا ہونے کی صورت میں اس کا روایت میں ضرور ذکر آتا۔ واذلا، فلا۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أن محمد بن كعب رأى النبي صلى الله عليه وسلم. وقال الترمذی: سمعت قتیبہ بن سعید يقول: بلغنی أن محمد بن كعب القرظی ولد فی حياة النبي صلى الله عليه وسلم (تهذيب الكمال ج ۲۶ ص ۳۴۴)

اور مرسل حدیث کے بارے میں اس بات سے اہل علم واقف ہیں کہ دوسری مرسل یا متصل ضعیف حدیث سے یہ قوت حاصل کر لیتی ہے، جبکہ یہاں قوی متصل و مرسل متعدد روایات موجود ہیں۔

۱۔ مسور بن مخرمہ بن نوفل بن اہیب: عن عبد مناف بن زهرة الزهري أبو عبد الرحمن، له ولأبيه صحبة (مغاني الاخيار، تحت رقم الترجمة ۵۹۲)

اور حضرت ابن سباق سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ دَفَنَ أَبَا بَكْرٍ لَيْلًا، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَأَوْتَرَ بِثَلَاثٍ (مصنف

ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۸۹۱، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث أو أكثر)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا،

پھر مسجد میں داخل ہوئے، اور وتر کی تین رکعات پڑھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت کھول سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ رَكَعَاتٍ لَمْ يَفْصِلْ بَيْنَهُنَّ

بِسَلَامٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں

رکعتوں میں سلام کے ذریعہ فصل نہیں کیا (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا، بلکہ

صرف آخر میں ہی سلام پھیرا) (ترجمہ ختم)

یہ روایت پہلی روایات سے مل کر حسن درجے میں داخل ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۶۹۰۱، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث أو أكثر.

۲۔ حضرت کھول جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عدم ساعت اس لئے مضر نہیں کہ اس سے پہلی روایت میں مسور بن مخرمہ سے اتصال کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل مروی ہے، اور ابو الزبیر کو حضرت یحییٰ بن معین، اور امام نسائی، اور ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے، اور امام بخاری نے ابو الزبیر کی روایت تائید آلی ہے، اور بعض نے ان پر جو جرح کی ہے، وہ کمزور جرح ہے، جو ان کو حسن درجے میں ہی داخل رکھتی ہے۔

اور خود حضرت کھول سے بھی تین و تراک سلام کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

پھر جمہور فقہاء کے نزدیک اس طرح کی مرسل حدیث بذات خود حجت ہے، اور جو اس کو حجت نہیں مانتا، وہ اس کا اپنا معاملہ ہے، اس کا دعویٰ دوسروں پر حجت نہیں۔

أبو الزبير محمد بن مسلم بن تدرس الامام الحافظ الصدوق، أبو الزبير القرشي الاسدي المكي مولى حكيم بن حزام. روى عن جابر بن عبد الله، وابن عباس، وابن عمر، وعبد الله بن عمرو، وأبي الطفيل، وابن الزبير، وحديثه عن عائشة أظنه منقطعاً..... روى ابن عيينة، عن أبي الزبير قال: كان عطاء يقدمني إلى جابر أحفظ لهم الحديث. وعن يعلى بن عطاء قال: حدثني أبو الزبير، وكان أكمل الناس عقلاً وأحفظهم. وأما أيوب السخيتاني، فكان إذا روى عنه، قال: حدثنا أبو الزبير، وأبو الزبير ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت حبیب معلم سے مروی ہے کہ:

قِيلَ لِلْحَسَنِ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ أَفْقَهُ مِنْهُ، كَانَ يَنْهَضُ فِي الثَّالِثَةِ بِالتَّكْبِيرِ (مستدرک حاکم) ۱

ترجمہ: حضرت حسن سے کہا گیا کہ ابن عمر وتر کی دوسری رکعت میں سلام پھیر دیتے تھے، تو حضرت حسن نے فرمایا کہ (خلیفہ راشد) حضرت عمر، اُن سے زیادہ فقیہ تھے، وہ (دوسری رکعت سے) تکبیر کہہ کر تیسری رکعت کے لئے (سلام

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ابو الزبیر۔ قال أحمد بن حنبل: يضعفه بذلك. وقال يحيى بن معين، والنسائي، وجماعة: ثقة. وأما أبو زرعة وأبو حاتم، والبخاري، فقالوا: لا يحتج به. وقد أخرج البخاري في "صحيحه" لابی الزبير مقرونا بغيره. قال أبو أحمد بن عدي: هو في نفسه ثقة، إلا أن يروى عنه بعض الضعفاء، فيكون ذلك من جهة الضعيف. قلت: هذا القول يصدق على مثل الزهري وقنادة، وقد عيب أبو الزبير بأمور لا توجب ضعفه المطلق، منها التذليس. وقد روى محمد بن جعفر المدائني، عن ورقاء، قلت لشعبة: لم تركت حديث أبي الزبير؟ قال: رأيته يزن ويسترجح في الميزان. وروى أبو داود، عن شعبة، قال: لم يكن في الدنيا شيء أحب إلي من رجل يقدم من مكة، فأسأله عن أبي الزبير..... قال محمد بن عثمان العيسى: سألت علي بن المديني عن أبي الزبير، فقال: ثقة ثبت. وقال عثمان بن سعيد: سألت يحيى: أيما أحب إليك أبو الزبير أو ابن المنكدر؟ فقال: كلاهما ثقتان. وقال أبو محمد بن حزم: فلا أقبل من حديثه إلا ما فيه "سمعت جابر" وأما رواية الليث عنه فأحتج بها مطلقا، لانه ما حمل عنه إلا ما سمعه من جابر، وعمدة ابن حزم حكاية الليث، ثم هي دالة على أن الذي عنده إنما هو منأولة فالثلة أعلم أسمع ذلك منه أم لا (سير اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۸۰، تا ۳۸۴)

أما على مذهبه من يحتج بالمرسل: كمالك، وأبي حنيفة، وأحمد، فلا إشكال، وأما على مذهبه من لا يحتج بالمرسل: فمرسل سعيد بن المسيب حجة عند كثير ممن لا يحتج بالمرسل، ولا سيما أنه اغتضد بحديث الحسن عن سمرة. فعلى قول من يصحح سماع الحسن عن سمرة: فلا إشكال في ثبوت ذلك: لأنه حينئذ حديث صحيح متصل وأما على قول من لا يثبت سماع الحسن عن سمرة - فاقول: درجابه أنه مرسل صحيح، اغتضد بمرسل صحيح. ومثل هذا يحتج به من يحتج بالمرسل ومن لا يحتج به، وقد قدمنا في "سورة المائدة"، كلام العلماء في سماع الحسن عن سمرة، وقد مناه في "سورة الأنعام" أن مثل هذا المرسل يحتج به بلا خلاف عنه الأئمة الأربعة (أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، سورة النحل، تحت آيت ۱۴)

۱۔ حديث نمبر ۱۱۴۱، كتاب الوتر، دار الكتب العلمية، بيروت، واللفظ له، السنن الكبرى، للبيهقي، حدث نمبر ۳۸۰۸.

پھیرے بغیر) کھڑے ہو جایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن رحمہ اللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وتر کی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کے عمل سے واقف اور اسی کے قائل تھے۔

اور امام حاکم نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسی طرح وتر پڑھنے کا اعتراف فرمایا ہے۔

چنانچہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ وَهَذَا وَتَرَأَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَعَنْهُ أَخَذَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ (مستدرک حاکم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری

رکعت میں ہی پھیرتے تھے (اس کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں)

اور یہی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے

تین وتر اہل مدینہ نے لئے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سلام اور دو تشہدوں کے ساتھ وتر پڑھنے

کا مسئلہ مسلمہ ہے، اور اس کا انکار کرنا لاعلمی یا خیانت پر مبنی ہے۔ ۲

اور بعض حضرات کا یہ کہنا کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

ثابت نہیں، اس لئے یہ روایت معتبر نہیں، یہ بات درست نہیں، کیونکہ حضرت حسن کی تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل احادیث بھی متعدد محدثین کے نزدیک معتبر ہیں۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرسل کے معتبر ہونے میں کیا مانع ہے، اور اگر پھر بھی کوئی اس کو

تسلیم نہیں کرتا، تو یہ معاملہ اس کا اپنا ہے، جب وہ بڑے بڑے محدثین کی بات کو اپنے اوپر

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۴۰، کتاب الوتر، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

۲۔ فکون عمر موترا بثلاث موصولہ مشہور لایشک فیہ (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۴۳، باب الایثار بثلاث)

حجت نہیں سمجھتا، تو دوسروں پر اس کی بات کیسے حجت ہو سکتی ہے۔ ۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات

خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ (مسند احمد) ۲

۱۔ الحسن بن أبی الحسن، واسمہ یسار، البصری، أبو سعید، مولیٰ زید بن ثابت، ويقال: مولیٰ جابر بن عبد الله، ويقال: مولیٰ جمیل بن قطبة بن عامر بن حدیة، ويقال: مولیٰ أبی الیسر، وأمه خیرة مولاة أم سلمة، زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... وقال محمد بن أحمد بن محمد بن أبی بکر المقدمی: سمعت علی ابن المدینی، يقول: مرسلات یحییٰ بن أبی کثیر، شبه الريح، ومرسلات الحسن البصری التي رواها عنه الثقات. صحاح ما أقل ما يسقط منها. وقال أبو أحمد بن عدی: سمعت الحسن بن عثمان يقول: سمعت أبا زرعة يقول: كل شيء قال الحسن: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"، وجدت له أصلاً ثابتاً، ما خلا أربعة أحاديث (تهذيب الكمال ج ۶ ص ۹۶)

الحسن بن أبی الحسن البصری واسم أبیه یسار بالتحثانية والمهملة الأنصاری مولاهم ثقة فقیہ فاضل مشہور وكان يرسل كثيراً ويدلس قال البزار كان يروى عن جماعة لم يسمع منهم فيتجوز ويقول حدثنا وخطبنا یعنی قومہ الذين حدثوا وخطبوا بالبصرة هو رأس أهل الطبقة الثالثة مات سنة عشر ومائة وقد قارب التسعين (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۲۰۲)

۲۔ حدیث نمبر ۶۸۵، مؤسسة الرسالة، بیروت.

حاشیہ مسند احمد:

حسن لغیره، وهذا إسناد ضعيف لضعف الحارث الأعور. أبو بكر: هو ابن عياش الأسدي الكوفي، وأبو إسحاق: هو السبيعي.

وأخرجه الترمذی ۴۶۹ عن هناد، عن أبی بکر بن عیاش، بهذا الإسناد. وانظر رقم

۶۷۸. وفي الباب عن أبی ایوب الأنصاری عند أحمد ۵/۴۱۸، وصححه ابن حبان

۲۴۰۷ وعن عائشة عند أحمد ۶/۱۵۵، ۱۵۶، وصححه الحاكم ۳/۳۰۱، ووافقه

الذهبی. وعن ابن عباس عند أحمد أيضاً ۲۷۴۰.

والحدیث سقیم من جهة السند لوجود الحارث الاعور ولكنی اقول الحارث بن عبد الله الاعور وان كذبه الشعبي فقد وثقه ابن معين واحمد بن صالح المصري وابن عبد البر وغيرهم حتى قال ابن عبد البر: اظن الشعبي عوقب بقوله في الحارث كذاب الخ، علان المحقق ان تكذيب الشعبي اياه انما هو في رأيه لافى روايته وفي مسند احمد عن وكيع عن ابیه قال حبيب بن ابی ثابت لابی اسحاق حين حدث عن الحارث عن علی فی الوتر یا ابا اسحاق حدیثك هذا ملا مسجداً ذهاباً ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک اور سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَمَانِي رَكَعَاتٍ
وَإِذَا كَانَ أَوْ قَرُبَ الْفَجْرِ أَوْ تَرَ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، حَتَّى إِذَا انْفَجَرَ
الْفَجْرُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (مسند البزار) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور جب فجر کا
وقت قریب ہوتا تھا، تو تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ جب فجر
طلوع ہو جاتی تھی، تو فجر سے پہلے دو رکعتیں (سنت) پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت زاذان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

مذکورہ روایات ایک دوسرے کے مطابق ہونے کی وجہ سے حسن درجے سے کم نہیں ہیں۔

اور آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ وتروں کی تین رکعات

اس طرح پڑھتے تھے کہ دو پر سلام نہیں پھیلتے تھے، بلکہ آخر میں ہی سلام پھیلتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ طریقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی حاصل کیا تھا۔

پس خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے جلیل القدر خلیفہ راشد، حضرت علی

رضی اللہ عنہ سے بھی وتر کی تین رکعات کا پڑھنا ثابت ہوا۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

كما في التهذيب، ثم بعد كل ذلك ان الحديث له شواهد صحيحة من حديث عائشة وغيرها في
الايتار بثلاث كما تقدم نبذ منها، ويأتى فلا يضر مذهب ابى حنيفة اصلا (معارف السنن
ج ۳ ص ۲۱۸، باب ماجاء في الوتر بثلاث)

۱۔ حدیث نمبر ۹۲۳، مکتبۃ العلوم والحکم - المدینۃ المنورۃ.

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۱۳، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُؤْتَرُ بِثَلَاثِ سُورٍ بِسَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى،
وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (قَالَ إِسْمَاعِيلُ: وَقَفَّهُ زُهَيْرٌ وَرَفَعَهُ

إِسْرَائِيلُ، السَّنَنِ الْكُبْرَى لِلْبَيْهَقِيِّ) ۱

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تین سورتوں کے ساتھ وتر پڑھا کرتے تھے،
سبح اسم ربك الاعلى، اور قل يا ايها الكافرون اور قل هو الله احد کے ساتھ (ترجمہ ختم)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی وتر کی تین رکعات کا پڑھنا معلوم ہوا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:
لَا تُؤْتِرُوا بِثَلَاثٍ أَوْ تِرُوا بِخَمْسٍ أَوْ بِسَبْعٍ وَلَا تَشْبَهُوا بِصَلَاةِ
الْمَغْرِبِ (سنن دارقطنی) ۲

ترجمہ: تم تین وتر نہ پڑھو، پانچ وتر پڑھو، یا سات وتر پڑھو، اور تم مغرب کی نماز
سے مشابہت نہ کرو (ترجمہ ختم)

اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وُتروں کو اس طرح نہ پڑھو کہ خالی وتر کی تین رکعت پڑھ لو،
بلکہ ان سے پہلے کچھ نوافل بھی پڑھو۔

کیونکہ اس حدیث میں پہلے تو تین وتر پڑھنے سے منع کیا گیا، اور پھر پانچ یا سات وتر پڑھنے کا
حکم فرمایا گیا، تاکہ مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے۔

اور پانچ یا سات وتر پڑھنے سے مراد یہی ہے کہ اس کے ساتھ الگ سے دو، چار نفلیں پڑھ لو۔

۱۔ حدیث نمبر ۴۸۵۸، کتاب الصلاة، باب ما يقرأ في الوتر بعد الفاتحة، دار الكتب العلمية،
بيروت.

۲۔ حدیث نمبر ۱۶۵۰، کتاب الوتر، باب لا تشبهوا الوتر بصلاة المغرب، مؤسسة الرسالة،
بيروت.

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نوافل کے ساتھ وتر پڑھنا ثابت ہے، اور پانچ، سات کو جو وتر کہا گیا ہے، وہ اسی معنیٰ کر ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ مَعْنَى مَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ عَشْرَةٍ، قَالَ إِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةِ رَكْعَةٍ مَعَ الْوُتْرِ فَتُسَبِّحُ صَلَاةُ اللَّيْلِ إِلَى الْوُتْرِ (سنن الترمذی) ۱

ترجمہ: اسحاق بن ابراہیم نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو یہ مروی ہے کہ وہ تیرہ وتر پڑھا کرتے تھے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ رات میں تیرہ رکعتیں وتر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، پس رات کی نماز کی نسبت وتر کی طرف کردی گئی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ:

لَا تُوتِرُ بِثَلَاثِ بُتْرٍ، صَلَّى قَبْلَهَا رَكْعَتَيْنِ، أَوْ أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
ترجمہ: تنہا تین وتر نہ پڑھے، ان سے پہلے (یعنی الگ سلام کے ساتھ) دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھے (ترجمہ ختم)

جب تین وتر کے ساتھ، دو یا چار یا زیادہ رکعتیں نفل کی پڑھ لی جائیں گی، تو تین وتر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو مجازاً پانچ، یا سات یا اس سے زیادہ وتر کہہ دیا جائے گا۔

اور اگر کوئی اس مطلب سے اتفاق نہ کرے، تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تین وتر پڑھنا سرے سے جائز ہی نہیں، اور یہ مطلب صحیح احادیث اور صحابہ و تابعین کے عمل کے خلاف ہوگا، اور ہم نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کا مطلب بیان کیا، وہ خود

۱۔ ابواب الوتر، باب ماجاء فی الوتر بسیع، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر.

۲۔ حدیث نمبر ۶۸۹۸، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی دوسری روایات کے الفاظ سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَا تُوتِرُوا بِثَلَاثٍ تَشَبَّهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، وَلَكِنْ أُوتِرُوا بِخَمْسٍ، أَوْ
بِسَبْعٍ، أَوْ بِتِسْعٍ، أَوْ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ
(مستدرک حاکم) ۱

ترجمہ: تم تین وتر نہ پڑھو، مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے،
بلکہ پانچ وتر پڑھو، یا سات یا نو یا گیارہ رکعت، یا اس سے زیادہ (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَا تُوتِرُوا بِثَلَاثٍ رَكَعَاتٍ تَشَبَّهُوا بِالْمَغْرِبِ وَلَكِنْ أُوتِرُوا بِخَمْسٍ
أَوْ بِسَبْعٍ أَوْ بِتِسْعٍ أَوْ بِإِحْدَى عَشْرَةَ (شرح معانی الآثار) ۲

ترجمہ: تم وتر کی تین رکعات مغرب کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے نہ پڑھو، بلکہ
پانچ یا سات، یا نو، یا گیارہ وتر پڑھو (ترجمہ ختم)

اور اگر کوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت کا یہ مطلب بیان کرے کہ مغرب کی
نماز کی مشابہت نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وتر کی تین رکعت ایک سلام اور دو قعدوں کے
ساتھ نہ پڑھی جائے، بلکہ یا تو ایک رکعت پڑھی جائے، یا دو رکعت پر سلام پھیر دیا جائے، یا
پھر دوسری رکعت پر بالکل قعدہ نہ کیا جائے۔

تو یہ مطلب خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور جمہور صحابہ کرام کے عمل کے خلاف ہے، کیونکہ ان سے مغرب کی طرح دو قعدوں اور ایک
سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنا ثابت ہے، اور اس پر جمہور امت کا اجماع ہے کہ دو تشهد اور

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۳۷، کتاب الوتر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سنن البیہقی، حدیث
نمبر ۴۸۱۶۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۷۳۹، کتاب الصلاة، باب الوتر

ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنا جائز ہے۔ ۱

۱۔ فَقَدْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ كَرَّةَ الْوُتْرِ حَتَّى يَكُونَ مَعَهُ شَفْعٌ عَلَى مَا قَدْ رَوَيْنَا قَبْلَ هَذَا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَيَكُونُ ذَلِكَ تَطَوُّعًا قَبْلَ الْوُتْرِ وَفِي ذَلِكَ نَفْيُ الْوَاحِدَةِ أَنْ تَكُونَ وَتَرًا. وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ عَلَى مَعْنَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ فِي التَّخْيِيرِ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِبَاحَةُ الْوُتْرِ بِالْوَاحِدَةِ (شرح معانی الآثار، تحت حدیث رقم ۱۷۳۹، کتاب الصلاة، باب الوتر)

ای لاوتر بثلاث منفصلة عما سبقها من الصلاة كالمغرب المنفصل عما يوتره من صلوات النهار مراعاة للفرق بين الفرض والواجب وتنبیہا علی كون وتر النهار ای المغرب صلاة مستقلة فی نفسها بخلاف وتر اللیل فانہ تابع ولهذا لیس له وقت منفرد عن وقت العشاء ولم یشرع له اذان ولا اقامة (فتح الملهم شرح صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۹۳)

لا توتروا بثلاث وأوتروا بخمس أو سبع، ولا تشبهوا الوتر بصلاة المغرب، مع أنه لو صح لحمل على أول الأمر لما سيأتى من الأحاديث الصحيحة الصريحة أنه -عليه السلام- صلى الوتر ثلاثا موصولا، أو المراد منه النهى التنزيهي عن الاختصار في صلاة الليل على ثلاث ركعات، ويؤيده قوله: أوتروا بخمس أو سبع للإجماع على جواز الثلاث وعلى عدم وجوب الخمس والسبع، وقوله عليه الصلاة والسلام: "لا تشبهوا الوتر بصلاة المغرب"، أي: في أنه لا يسبقه صلاة، أو بأن يكون بلا قنوت (مراقبة، ج ۳ ص ۹۴۰، کتاب الصلاة، باب الوتر)

("ومن أحب أن يوتر بثلاث") أي: بتسليمة كما عليه أئمتنا ولا خلاف في جوازه عند الكل، وإنما الخلاف عندهم في التفضيل، قال النووي: والخلاف في التفضيل بين الوصل والفصل، إنما هو في الثلاث، أما ما زاد عليها فالفصل فيه أفضل قطعا، أي: وإن نقص عدده عن الموصول، فيكون الأول أفضل من حيث زيادة الفصل، والثاني أفضل من حيث زيادة العدد، أو بتسليمتين على مقتضى مذهب الشافعي ("فليفعل") : وهو بظاهره ينافي ما ذكره ابن حجر من أنه صح حديث " : لا توتروا بثلاث وأوتروا بخمس أو سبع ولا تشبهوا الوتر بصلاة المغرب " فالجمع على تقدير صحته أن النهى للتنزيه على الاختصار بثلاث المتضمن لترك صلاة الليل المقتضى للاكتفاء بمجرد الواجب كصلاة المغرب والله أعلم (ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل") (مراقبة، ج ۳ ص ۹۴۵، کتاب الصلاة، باب الوتر)

فإن قلت: روى عن أبي هريرة عن النبي، قال: (لا توتروا بثلاث وأوتروا بخمس أو سبع، ولا تشبهوا بصلاة المغرب) . قلت: روى هذا موقوفا على أبي هريرة، كما روى مرفوعا، ومع هذا هو معارض بحديث علي وعائشة ومن ذكرنا معهما من الصحابة، وأيضا إن قوله: (لا توتروا بثلاث) ، يحتمل كراهة الوتر من غير تطوع قبله من الشفع، ويكون المعنى: لا توتروا بثلاث ركعات وحدها من غير أن يقدمها شيء من التطوع الفع، بل أوتروا هذه الثلاث مع شفع قبلها لتكون خمسا، وإليه أشار بقوله: (واوتروا بخمس) أو: أوتروا هذه الثلاث مع شفعين قبلها لتكون سبعا، وإليه أشار بقوله: (أو سبع) أي: أوتروا بسبع ركعات: أربع تطوع وثلاث وتر، ولا تفردوا هذه الثلاث كصلاة المغرب ليس قبلها شيء، وإليه أشار بقوله: (ولا تشبهوا بصلاة المغرب) ومعناه: لا

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وتر کی تین رکعات اس طرح پڑھنا پسندیدہ نہیں کہ اس سے پہلے کچھ بھی نوافل نہ پڑھی جائیں، اور صرف تین وتر پڑھنے پر اکتفاء کیا جائے، اور پانچ یا سات وتر پڑھنے سے مراد یہی ہے کہ اس کے ساتھ الگ سے دو، چار نفلیں پڑھ لی جائیں۔

اور اس حدیث سے مغرب کے ساتھ مشابہت سے یہ سمجھنا کہ اس طرح تین وتر پڑھنا منع ہیں کہ درمیان میں تشہد کیا جائے، یہ درست نہیں۔ اور بعض لوگوں کا اس صحیح مطلب کی تردید کر کے ایسے مطلب کو درست قرار دینا کہ جو کسی حیثیت سے درست نہیں بنتا، بلکہ صحابہ و تابعین کے عمل اور فہم کے بھی خلاف ہے، سراسر نا انصافی ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تشبهوا بصلاة المغرب في كونها منفردة عن تطوع قبلها، وليس معناه: لا تشبهوا بصلاة المغرب في كونها ثلاث ركعات. والنهي ليس بوارد على تشبيه الذات بالذات، وإنما هو وارد على تشبيه الصفة بالصفة، ومع هذا فيما ذكره نفى أن تكون الركعة الواحدة وترًا، لأنه أمر بالإيتار بخمس أو بسبع ليس إلا. فافهم (عمدة القاري، ج ۳ ص ۲۵۳، كتاب الصلاة، باب الحلق والجلوس في المسجد) ومن المعلوم أن حديث عائشة في عدم السلام في الركعتين مرجح على حديث أبي هريرة بوجوه لا تخفى على ماهر الفن مع أن حديث أبي هريرة معارض بحديث "ومن أحب أن يوتر بثلاث فليفل" المتخرج في السنن وهو من أسباب الترجيح هذا وقد يستدل على عدم الفصل بحديث عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعة الأولى من الوتر بفاتحة الكتاب و (سبح اسم ربك الأعلى) وفي الثانية بـ (قل يا أيها الكافرون) وفي الثالثة بـ (قل هو الله أحد) والمعوذتين أخرجه أصحاب السنن الأربعة وابن حبان في "صحيحه" والحاكم في "المستدرک" وقال: صحيح على شرط الشيخين والطحاوي وغيرهم فإن ظاهره أن الثالثة متصلة لا منفصلة وإلا لقاتل: وفي ركعة الوتر أو في الركعة المفردة أو نحو ذلك. وروى الطحاوي بنحوه من حديث ابن عباس وعلي وعمران بن حصين لكن وقع في طريق الدارقطني بلفظ: كان يقرأ في الركعتين اللتين يوتر بعدهما بـ (سبح اسم ربك الأعلى) و (قل يا أيها الكافرون) ويقرأ في الوتر بـ (قل هو الله أحد) و (قل أعوذ برب الفلق) و (قل أعوذ برب الناس) (التعليق الممجد على المؤطا، تحت حديث رقم ۲۶۶)

۱۔ جیسا کہ بعض ہٹ دھرم غیر مقلدوں نے اس مطلب کو تقلید پر مبنی قرار دے کر باطل، فاسد اور مردود قرار دیا، اور اس کے مقابلہ میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ (جو کہ خود امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں) کی بیان کردہ تاویل کو درست قرار دیا۔ حالانکہ اس حدیث کے صریح الفاظ تین رکعت کی کیفیت کی تشبیہ کی ممانعت کے بجائے رکعات کی تشبیہ کی ممانعت پر صراحتاً دلالت ہے۔

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابو غالب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَبُو أُمَامَةَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ رَكَعَاتٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کرتے ہیں، اور شہد کی وحدت یا تعدد کی تشبیہ کی ممانعت پر صراحتاً اور دلالتاً بلکہ التزاماً کسی حیثیت سے بھی دلالت نہیں کرتے۔ لیکن کیونکہ تعصب کی وجہ سے انسان کی نظروں سے حقیقت اوجھل ہو جاتی ہے، اس لئے متعصب کو یہ فرق بھی معلوم نہیں ہوتا کہ احادیث کی اصل دلالت کس چیز پر ہے، اور وہ تعصب کی وجہ سے ایک صحیح مطلب کو تقلید کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے، اور دوسرے مطلب کو جو کہ خود دوسرے مقلد کا بیان کیا ہوا ہے، درست قرار دیتا ہے، اور قرآن و سنت کے التزام کرنے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے اس دعوے پر نہ قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کرتا ہے، اور نہ کوئی صحیح حدیث۔ فیالمجب۔

فلیس معناه النهی عن الايتار بالثلاث مطلقاً كيف؟ وقد ثبت ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم قولاً وفعلًا واتفق عليه جمهور الصحابة كما سيحیی، واجمع الائمة الاربعة المقتدى بهم فی الدين علی جواز الايتار بالثلاث وان اختلفوا فيما دونه واكثر منه، بل معناه ما قلنا ان المراد النهی علی الاقتصار علی ثلاث الوتر ای وینبغی ان يتقدمه تطوع اما ركعتان او اربع ركعات او اكثر من ذلك. وقد جمع الحافظ فی "الفتح" بین احادیث الايتار بثلاث موصولة وبين النهی عنها لاجل التشبيه بالمغرب بحمل النهی علی صلاة الثلاث بتشهدین، قال بعضهم: هو جمع حسن، وقال القسطلانی: ثم الوصل بتشهد افضل منه بتشهدین فرقا بینہ وبين المغرب، قلت: هذا الجمع سخيف جدا بعيد غاية البعد، لا يذهب اليه ذهن ذاهن اصلا بل هو غلط صريح، لانه قوله "لا توتروا بثلاث ولكن اوتروا بخمس او بسبع او بتسع" يدل دلالة صريحة علی ارادة عدد الركعات وهو المتبادر منه واما وحده التشهد او تعدده فلا دلالة لهذه الآثار علیها لا مطابقة ولا تضمنا ولا التزاما فالمعنی ما قلنا: انه كره ترك التطوع قبل الايتار بثلاث فرقا بینہ وبين المغرب، كذا فی "التعليق الحسن" بمعناه. قلت: والجمع بالوجه الذي ذكره النيموى ماخوذ من قول الحطاوی رحمه الله فی "معانی الآثار" له ولا يصح استدلال من ذهب الى الايتار بواحدة علی النهی عن الايتار بثلاث بهذه الآثار اصلا، لانه ليس فيها ذكر الايتار برکعة ایضا، بل فيها امر الايتار بخمس او بسبع او باكثر من ذلك بعد النهی عن الثلاث، فيلز مهم ان يقولوا بافضلية الايتار باكثر من ثلاث بوجوبه، ولا يقول به احد منهم، فعادت الآثار علیهم بالنقض، ولا حجة لهم فيما رو محمد بن نصر باسناد صححه العراقي، عن سليمان بن يسار: انه سئل عن الوتر بثلاث فكره الثلاث، قال: لا تشبه التطوع بالفرضية او تر برکعة او بخمس او بسبع، كذا فی "النیل" لان سليمان بن يسار تابعی ولا يحتج باقوال التابعین عندهم مطلقاً، وكذلك عندنا اذا عارضها الآثار المرفوعة واقوال الصحابة، وههنا كذلك كما ستعرفه هذا (اعلاء السنن، ج ۶، ص ۳۶، ۳۷، باب الايتار بثلاث)

۱۔ حدیث نمبر ۶۸۹۶، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر، شرح معانی الآثار، باب الوتر، واللفظ له، جزء يحيى بن معين، حدیث نمبر ۱۲۳۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)
صحابی رسول حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی وتر کی تین رکعات کا پڑھنا معلوم ہوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَتَرُّ النَّهَارِ فَأَوْتِرُوا صَلَاةَ اللَّيْلِ (مسند احمد) ۱
ترجمہ: مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں، پس تم رات کے وتر پڑھو (ترجمہ ختم)
اور حضرت عقبہ بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْوُتْرِ فَقَالَ أَتَعْرِفُ
وَتَرُّ النَّهَارِ؟ قُلْتُ نَعَمْ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ قَالَ صَدَقْتَ أَوْ أَحْسَنْتَ

۱۔ حدیث نمبر ۴۸۴۷، و حدیث نمبر ۴۷۵۰، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لله، السنن الكبرى للنسائي، حدیث نمبر ۱۳۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۷۷۳، باب من قال وتر النهار المغرب، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۶۷۶۔
وهذا السند على شرط الشيخين (شرح سنن أبي داود، للعيني، ج ۵ ص ۳۳۰، كتاب الصلاة، باب: كم الوتر)
فی حاشیہ مسند احمد:

رجالہ ثقات رجال الشيخين. يزيد: هو ابن هارون، وهشام: هو ابن حسان الأزدي.
وأخرجه مختصراً ابن أبي شيبه ۲/۲۸۲ عن يزيد بن هارون، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد
الرزاق ۴۶۷۵ والنسائي في "الكبرى ۱۳۸۲ وابن عدى في "الكامل ۵/۱۸۳۷ " من
طريق، عن هشام، به. وأخرجه عبد الرزاق ۴۶۷۶ وابن عدى في "الكامل ۵/۱۸۳۷
والطبراني في "الأوسط ۹۶۵ من طريق، عن ابن سيرين، به. وأخرجه ابن أبي شيبه
۲/۲۸۲ من طريق خالد السلمي، والنسائي في الكبرى ۱۳۸۳ من طريق الأشعث بن
عبد الملك، كلاهما عن محمد بن سيرين، مرسلاً. وأخرجه أبو نعيم في "الحلية"
۳۴۸/۶ من طريق مالك بن سليمان الهروي، عن مالك بن أنس، عن عبد الله بن
دينار، عن ابن عمر، مرفوعاً. قال أبو نعيم: غريب من حديث مالك، تفرد به مالك بن
سليمان. وذكر الدارقطني في "العلل ۳" ورقة ۷۷ أن معن بن عيسى والقعنبي قد رواه
عن مالك موقوفاً. ورواه بسنحه موقوفاً ابن أبي شيبه ۲/۲۸۲ من طريق حبيب - وهو
ابن أبي ثابت - عن ابن عمر.

(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۶۶۷، کتاب الصلاة، باب الوتر)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وُتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم دن کے وتر جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ جی ہاں نمازِ مغرب، آپ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا یا خوب کہا (ترجمہ ختم)
اور حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَتُرُ صَلَاةُ النَّهَارِ
(موطا امام مالک) ۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی (جو کہ خود بعض اوقات وتر کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا کرتے تھے) مغرب کی طرح دوسری رکعت پر تشہد اور تیسری رکعت پر ہی سلام پھیرنے کے ساتھ وتر کی تین رکعت کو جائز قرار دیتے ہیں۔
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ:

لَيْسَ مِنْ صَلَاةٍ إِلَّا وَفِيهَا قِرَاءَةٌ، وَجُلُوسٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، وَتَشَهُدٌ وَتَسْلِيمٌ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ ذَلِكَ سَجَدَتِ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا تُسَلِّمُ، وَأَنْتَ جَالِسٌ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: کوئی نماز ایسی نہیں ہے کہ جس میں قرائت اور دو رکعتوں پر بیٹھنا اور تشہد پڑھنا اور (آخر میں) سلام پھیرنا نہ ہو، پس اگر آپ یہ عمل نہ کریں، تو سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے بیٹھے دو سجدے (سہو کے) کریں (ترجمہ ختم)

۱ کتاب السہو، باب الامر بالوتر، حدیث نمبر ۴۰۸، مؤسسة زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبي - الإمارات، موطا امام محمد حدیث نمبر (۲۴۹)
۲ حدیث نمبر ۸۸۰۶، کتاب الصلاة، باب فی الرجل ینسی التشهد.

اس سے معلوم ہوا کہ ہر دو رکعت پر شریعت کی طرف سے تشہد کا حکم ہے، اور سلام سے مراد تشہد ہی ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے صحیح احادیث کی رو سے ہر نبی رسول، مقرب فرشتوں اور عباد اللہ الصالحین پر سلام پہنچ جاتا ہے۔ ۱

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَا جُعِلَتِ الرَّاحَةُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ إِلَّا لِلتَّشْهَدِ (مصنف ابن

۱۔ الظاهر أن هذا الحديث محمول على تسليم التشهد حيث يقول: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، فإن عند التسليم بالخروج عن الصلاة لا ينوي الأنبياء باتفاق العلماء (مراقبة المفاتيح، ج ۲ ص ۷۹، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد) وقال: حديث على حديث حسن، واختار إسحاق بن إبراهيم أن لا يفصل في الأربع قبل العصر، واحتج بهذا الحديث، قال ومعنى أنه يفصل بينهما بالتسليم يعني التشهد (شرح أبي داود للعيني، ج ۵ ص ۶۲، كتاب الصلاة)

(يفصل بينهما بالتسليم على الملائكة المقربين ومن تبعهم من المسلمين والمؤمنين) المراد بالتسليم تسليم التشهد دون تسليم التحلل كما ستقف عليه..... قوله: (واختار إسحاق بن إبراهيم أن لا يفصل في الأربع قبل العصر) أى لا يصلى الأربع بتسليمتين بل بتسليمة واحدة (واحتج بهذا الحديث وقال معنى قوله إنه يفصل بينهما بالتسليم يعني التشهد) قاله البغوي : المراد بالتسليم التشهد دون السلام أى وسمى تسليمًا على من ذكر لاشتماله عليه ، وكذا قال ابن الملك . قال الطيبي : ويؤيده حديث عبد الله بن مسعود : كنا إذا صلينا قلنا السلام على الله قبل عباده السلام على جبريل وكان ذلك في التشهد انتهى .

قلت : وقيل المراد بالتسليم تسليم التحلل من الصلاة والراجع عندي هو ما اختاره إسحاق ويأتى تحقيقه حيث أعاد الترمذى هذا الحديث (تحفة الاحوذى، ابواب الصلاة، باب ما جاء في الأربع قبل العصر)

(بالتسليم) المراد به تسليم التشهد دون تسليم التحلل من الصلاة كما سيأتى . (على الملائكة المقربين) زاد الترمذى فى رواية : والنبيين والمرسلين . (ومن تبعهم) أى النبى بن والمرسلين . (من المسلمين) بيان لمن أى المتقادين ظاهراً وباطناً . (والمؤمنين) المصدقين بقلوبهم المقربين بالسنتهم، فلا فرق بينهما إلا فى مفهوم اللغة دون عرف الشريعة، قاله القارى . قال الترمذى : اختار إسحاق بن راهوية أن لا يفصل فى الأربع قبل العصر، واحتج بهذا الحديث، وقال معنى قوله : يفصل بينهما بالتسليم معنى التشهد . وقال البغوي : المراد بالتسليم التشهد دون السلام . أى وسمى تسليمًا على من ذكر لاشتماله عليه . قال الطيبي : ويؤيده حديث عبد الله بن مسعود : كنا إذا صلينا قلنا السلام على الله قبل عباده السلام على جبريل، وكان ذلك فى التشهد - انتهى . وقيل : المراد به تسليم التحلل من الصلاة حملة على (مرعاة المفاتيح، ج ۲ ص ۱۳۸)

ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۰۳۷، کتاب الصلاة، باب قَدَرُكُمْ يَقَعُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دو رکعتوں میں وقفہ صرف
تشہد کے لئے رکھا گیا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی تین و تروں اور تین و تر پڑھنے کی صورت
میں دو رکعتوں پر تشہد کے قائل تھے، البتہ بعض روایات میں ان سے دو رکعتوں پر سلام پھیرنا
ثابت ہے (جس کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے) لیکن دوسری رکعت پر بیٹھے بغیر تین و تر پڑھنا
ان سے بھی ثابت نہیں۔

مگر کیونکہ عام صحابہ کرام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم اور تابعین سے سلام پھیرے بغیر و تروں کا
پڑھنا ثابت ہے، اس لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

بعض جلیل القدر تابعین و محدثین کی روایات و آثار

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خبر دی اور وہ
فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے فرمایا
کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ
إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رُكْعَةً، ثَمَانِي رُكْعَاتٍ تَطَوُّعًا وَثَلَاثَ
رُكْعَاتٍ الْوُتْرِ، وَرُكْعَتَي الْفَجْرِ (موطا للامام محمد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر صبح کی نماز تک
کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے آٹھ رکعات نفل (تہجد) کی، تین
رکعات و تر اور دو رکعت فجر کی سنت (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۲۵۹، ابواب الصلاة، باب السلام فی الوتر، دار القلم، دمشق۔

امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی رحمہ اللہ، دراصل حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، اور ان کی یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور دوسری کئی صحیح احادیث و روایات کے مطابق ہونے کی وجہ سے درست ہے، بالخصوص جبکہ مرسل حدیث بھی اکثر فقہاء کے نزدیک معتبر ہے۔ ۱

اور حضرت محمد بن سیرین سے مرسل روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَتُرْ صَلَاةُ النَّهَارِ، فَأَوْتَرُوا صَلَاةَ اللَّيْلِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز دن کی نماز کے وتر ہیں، تو تم رات کی نماز کے وتر پڑھو (ترجمہ ختم)

حضرت محمد بن سیرین جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کی یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے، مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اس طرح کی مرسل حدیث حجت ہے، بالخصوص جبکہ یہ دوسری مرفوع احادیث کے مطابق ہے۔ ۳

۱۔ قوله: حدثنا أبو جعفر هو محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب وهو المعروف بالباقر سمي به لأنه تبحر في العلوم أي توسع وتبحر سمع أباه زين العابدين وجابر بن عبد الله وروى عنه ابنه جعفر الصادق وغيره ولد سنة 56هـ ومات بالمدينة سنة 117هـ (انظر ترجمته في تقريب التهذيب 2/ 192) كذا ذكره القاري في "سند الأنام شرح مسند الإمام" وقال: هذا الحديث رواه الشيخان وأبو داود عن عائشة: كان صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة منها الوتر وركعتا الفجر. انتهى (التعليق الممجد على المؤطا، تحت حديث رقم 259) وَقَالَ الْعَجَلِيّ مدني، تابعي، ثقة. وَقَالَ ابن البرقي: كان فقيها، فاضلا، قد روى عنه. وذكره النسائي في فقهاء التابعين من أهل المدينة (تهذيب الكمال، جزء 26، صفحہ 139)

۲۔ حدیث نمبر ۶۷۷۸، کتاب الصلاة، باب مَنْ قَالَ وَتَرُ النَّهَارِ الْمَغْرِبِ، السنن الكبرى للنسائي، حدیث نمبر ۱۳۸۷.

۳۔ محمد بن سیرین الأنصاری، أبو بكر بن ابی غمرة البصري، أخو أنس بن سيرين، ومعبد بن سيرين، وحفصة بنت سيرين، وكريمة بنت سيرين، مولی أنس بن مالک، وهو من سبي عين التمر الذين أسرههم خالد بن الوليد..... قال فضيل بن عياض: قلت لهشام بن حسان: كم أدرك الحسن من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال: عشرين ومئة. قلت: فابن سيرين؟ قال: ﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن سیرین بھی مغرب کی طرح دوسری رکعت پر قعدہ و تشہد کر کے تیسری رکعت کے آخر میں سلام پھیرنے کے ساتھ وتر کی تین رکعات کے قائل ہیں۔

اور جلیل القدر تابع حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

لَا يَسْلَمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا جائے گا (ترجمہ)

حضرت سعید بن مسیب صحابہ کی اولاد میں سے ہیں، اور اہل جاز کے فقیہ اور مفتی ہیں، اور امام مالک جن سات فقہاء کے اجماع کا اعتبار کرتے ہیں، اُن میں سے اول درجے کے فقیہ ہیں، اور ابن معین نے ان کی مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۲

جلیل القدر تابعین اور صحابہ کرام کے شاگرد دو رکعتوں پر سلام پھیرنے سے منع فرما رہے

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

ثلاثين وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ أَبِيهِ: سَمِعَ مِنْ أَنَسٍ وَابْنِ عُثْمَرَ وَعُمَرَ بْنَ حَصِينٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْئًا، كُلُّهَا يَقُولُ: نَبَيْتُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَالَ شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ: كُلُّ شَيْءٍ قَالَ مُحَمَّدٌ: نَبَيْتُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ عِكْرَمَةَ، لَقِيَهُ أَيَّامَ الْمُخْتَارِ بِالْكُوفَةِ. وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: حَجَّ ابْنُ سِيرِينَ زَمَانَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَسَمِعَ مِنْهُ، وَدَخَلَ الْكُوفَةَ فَسَمِعَ عَلْقَمَةَ وَالرَّبِيعَ بْنَ خَثِيمٍ، وَسَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَلَدَ لَسْتَيْنِ بَقِيَّتَا مِنْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَخِيهِ أَنَسٍ. وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْنٍ: كَانَ مُحَمَّدٌ يَحْدُثُ بِالْحَدِيثِ عَلَى حُرُوفِهِ. وَقَالَ عَوْنُ بْنُ عِمَارَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَنٍ: حَدَّثَنِي أَصْلَقُ مَنْ أَدْرَكَتْ مِنَ الْبُشَيْرِ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ. وَقَالَ أَبُو طَالِبٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ مِنَ الثَّقَاتِ. وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ ثَقَّةٌ. وَقَالَ عَبَّاسُ الدُّورِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ: سَمِعَ مِنْ ابْنِ عُثْمَرَ حَدِيثًا وَاحِدًا. وَقَالَ الْعَجَلِيُّ: بَصْرِيٌّ، تَابِعِيٌّ، ثَقَّةٌ، وَهُوَ مِنْ أَرَوِّ النَّاسِ عَنْ شَرِيحٍ وَغُبَيْدَةٍ، وَإِنَّمَا تَأْدِبُ بِالْكَوْفِيِّينَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَإِخْوَتُهُ مَعْبُدٌ، وَيَحْيَى، وَأَنَسٌ، وَحَفْصَةُ أُمُّ الْهَذِيلِ تَابِعِيُونَ ثَقَاتٌ (تهذيب الكمال، جزء ۲۵، صفحہ ۳۳۳)

۱۔ حدیث نمبر ۶۹۰۷، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

۲۔ وأصحها كما قال ابن معين: مراسيل ابن المسيب، لأنه من أولاد الصحابة، وأدرك القسرة، وفقهه أهل الحجاز ومفتيهم وأول الفقهاء السبعة الذين يعد مالک بإجماعهم، كما أجمع كافة الناس، وقد تأمل الأئمة المتقدمون مراسيله فوجدوها بأسانيد صحيحة، وهذه الشرائط لم توجد في مراسيل غيره (تذريب الراوي في شرح تقريب النواوي، النوع التاسع: المرسل)

ہیں، پھر ان کے مقابلہ میں کسی چودہویں صدی کے شخص کا دعویٰ اور دو رکعت پر سلام پھیر کر ہی تین وتر پڑھنے کو درست قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

اور حضرت امام ابو بکر بن ابی شیبہ، حضرت ہشیم سے، اور وہ حضرت مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ كَانُوا يُؤْتِرُونَ بِأَحْدَى عَشْرَةٍ، وَبِثَنٍّ، وَبِثَمَسٍ، وَكَانَ يُقَالُ لَا وَتْرَ بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱
ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ صحابہ کرام دو تابعین گیارہ، اور نو اور سات اور پانچ وتر پڑھا کرتے تھے، اور یہ کہا جاتا تھا کہ تین سے کم وتر نہیں ہیں (ترجمہ ختم)

تین سے زیادہ رکعتوں کو وتر کہنے کی وجہ پہلے گزر چکی ہے کہ رات اور تہجد کے نوافل کو وتروں کی طرف منسوب کر کے وتر کہا گیا اور ان کو وتروں کا نام دیا گیا ہے، کیونکہ دونوں رات کو ادا کئے جاتے ہیں، ورنہ جہاں تک حقیقی وتروں کا معاملہ ہے، تو اس کے بارے میں حضرت ابراہیم نخعی اسی روایت میں واضح فرما چکے ہیں کہ وہ تین سے کم نہیں ہیں۔

اور حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

نَهَانِي إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَسْلِمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوَتْرِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
ترجمہ: مجھے ابراہیم نخعی نے وتر کی دو رکعتوں پر سلام پھیرنے سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم نخعی جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، امام احمد اور ابن معین وغیرہ نے ان کی مرسل روایات بھی قابل اعتبار قرار دی ہیں۔

اور آپ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا ہے، اور اپنے زمانہ میں کوفہ کے مفتی رہ چکے

۱۔ حدیث نمبر ۶۹۰۳، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۰۸، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

ہیں، آپ کی وفات ۹۶ ہجری میں ہوئی۔ ۱

اور حضرت زیاد سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، وَخِلَاسًا عَنِ الْوُتْرِ؟ فَقَالَ اصْنَعْ فِيهِ كَمَا تَصْنَعُ فِي

الْمَغْرِبِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: میں نے حضرت ابوالعالیہ اور حضرت خلاس سے وتر کے بارے میں

۱۔ ابراہیم النخعی * (ع) الامام، الحافظ، فقیہ العراق، أبو عمران، ابراہیم بن یزید بن قیس ابن الاسود بن عمرو بن ربیعہ بن ذہل بن سعد بن مالک بن النخعی، الیمانی ثم الکوفی، أحد الاعلام، وهو ابن مليكة أخت الاسود بن یزید (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۲۰) قال أحمد بن عبد الله العجلي: لم يحدث عن أحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وقد أدرك منهم جماعة، ورأى عائشة رؤيا، وكان مفتي أهل الكوفة هو والشعبی فی زمانهما، وكان رجلا صالحا فقيها متوقفا قليل التكلف، ومات وهو مختف من الحجاج. وقال أبو أسامة عن الأعمش: كان إبراهيم صير في الحديث. وقال جرير بن عبد الحميد عن إسماعيل بن أبي خالد: كان الشعبي وإبراهيم وأبو الضحى يجتمعون في المسجد يتذاكرون الحديث، فإذا جاءهم شيء ليس عندهم فيه رواية رموا إبراهيم بأبصارهم. وقال عباس الدوري عن يحيى بن معين: مراسيل إبراهيم أحب إلي من مراسيل الشعبي..... قال البخاري: وقال أبو نعيم: مات إبراهيم سنة ست وتسعين. وقال غيره: مات وهو ابن تسع وأربعين، وقيل: ابن ثمان وخمسين. روى له الجماعة. (تهذيب الكمال ج ۲ ص ۲۳۳)

وقال أحمد بن حنبل: مرسلات سعيد بن المسيب أصح المرسلات، ومرسلات إبراهيم النخعی لا بأس بها..... وأما مراسيل النخعی فقال ابن معين: مراسيل إبراهيم أحب إلي من مراسيل الشعبي (تذريب الراوى فى شرح تقريب النواوى، النوع التاسع: المرسَل) فالاول حيث ارادت بيان مايقوم به الايتار حقيقتا والثانى حيث ارادت بيان ماوقع عليه فعله صلى الله عليه وسلم بدون الغرض الاول بل بياننا للواقع فقط..... واحاديثها (اى عائشة) هى الفاصلة فى المسئلة وهى اعلم اهل الارض بوتر رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيامه ليلا (معارف السنن ج ۴ ص ۱۹۹)

فالمحتمل لابدان نرجعه الى المفسر الغير المحتمل وهو التصريح بالثلاث وهذا ابن عباس يصدق عائشة ويعترف بانها اعلم اهل الارض بالوتر وعائشة فى تلك الرواية المصدقة صرحت بان الوتر ثلاث فينبغى ان يتأن فى الامر لا ان يتغامز ويستعجل فيما وجده موافقا لرأيه من غير ان يبحث عنه ويكشف حاله، واما اثر سعد بن ابى وقاص من الايتار بوحدة فقد عاب عليه ابن مسعود فى ايتاره بركة (معارف السنن ج ۴ ص ۲۱۶)

۲۔ حديث نمبر ۶۹۰۹، كتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر؛ الكنى والأسماء للدولابى، حديث نمبر ۹۸۹.

پوچھا، تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ تم وتر اسی طرح پڑھو، جس طرح (دوسری رکعت پر قعدہ و تشہد اور تیسری پر سلام کے ساتھ) مغرب پڑھتے ہو (ترجمہ ختم) اور حضرت ابوخلدہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوُتْرِ، فَقَالَ عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوُتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، غَيْرَ أَنَّا نَقْرَأُ فِي الثَّالِثَةِ، فَهَذَا وَتْرُ اللَّيْلِ، وَهَذَا وَتْرُ النَّهَارِ (شرح معانی الآثار) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے تعلیم دی یا فرمایا کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں، سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں بھی قرائت کرتے ہیں (جبکہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورت ملا کر قرائت نہیں) یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (یعنی مغرب) دن کے وتر ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت ابو العالیہ جلیل القدر مفسر و محدث ہیں، جنہوں نے جوانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پایا، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں اسلام لائے، اور حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے انہوں نے احادیث کی سماعت کی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۴۳، کتاب الصلاة، باب الوتر.

۲۔ أبو العالیہ: رفیع بن مہران، الامام المقرئ الحافظ المفسر، أبو العالیہ الریاحی البصری، أحد الاعلام. کان مولی لامرأة من بنی ریاح بن یربوع، ثم من بنی تمیم. أدرک زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو شاب، وأسلم فی خلافة أبی بکر الصدیق، ودخل علیہ. وسمع من عمر، وعلی، وأبی، وأبی ذر، وابن مسعود، وعائشة، وأبی موسی، وأبی ایوب، وابن عباس، وزید بن ثابت، وعدة (سیر اعلام النبلاء، جزء ۴، صفحہ ۲۰۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی طرح حضرت خلاص بھی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۱۔
پس اتنے جلیل القدر تابعین کا وتر کو مغرب کی نماز کے مثل قرار دینے اور اس کو صحابہ کرام کی تعلیم فرمانے سے معلوم ہوا کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تین وتر، درمیان میں سلام پھیرے بغیر دو تشهد اور ایک سلام کے ساتھ مغرب کی طرح پڑھنے کے قائل اور اس پر عامل تھے۔ ۲۔

اور امام طبرانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً،

وَكَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ (مسند الشاميين للطبرانی) ۳۔

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر ہمیں رمضان میں چوبیس رکعات اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

رفیع بن مهران ، أبو العالية الرياحی البَصْرِيُّ مولى امرأة من بنی رباح بن یربوع ، حی من بنی تمیم ، اعتقته سائبة . أدرك الجاهلية ، وأسلم بعد موت النبي صلى الله عليه وسلم بستين ، ودخل على أبي بكر الصديق ، وصلى خلف عُمر بن الخطاب . وروى عن : أبي بن كعب (د ت س) ، وأنس بن مالك (ت) ، وثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم (د) ، وحذيفة بن اليمان ، ورافع بن خديج (سی) ، وعبد الله بن عباس (ع) ، وعبد الله بن عُمر بن الخطاب ، وعبد الله بن مسعود ، وعلى بن أبي طالب ، وأبي أيوب الأنصاري ، وأبي برزة الأسلمي (د سی) ، وأبي ذر الغفاري وقيل : عن أبي مسلم الجذمي (س) ، عن أبي ذر ، وعن أبي سعيد الخدري (س) ، وأبي موسى الأشعري ، وأبي هريرة (ت) ، وعائشة أم المؤمنين (د ت س) (تهذيب الكمال، جزء ۹، صفحہ ۲۱۴)

۱۔ خلاص (ع) ابن عمرو الهجري، بصری ثقة، خرجوا له فی الصحاح . حدث عن علی، وعمار، وعائشة وأبي هريرة . وعنه قتادة، وعوف، وداود بن أبي هند، وآخرون . وثقه أحمد وغيره . (سير اعلام النبلاء، جزء ۴، صفحہ ۴۹۱)

۲۔ فقوله انهم علمونا ان الوتر مثل صلاة المغرب غير اننا نقرأ في الثالثة فهذا وتر الليل وهذا وتر النهار، دليل ای دلیل علی قول ابی حنیفة فی الوتر فانه لم یفرق بین الوتر وصلاة المغرب بشیء غیر ما ذکره ابو العالية عن الصحابة انه یقرأ فی ثالثه (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۴۵، ۴۶، باب الايتار بثلاث)

۳۔ حدیث نمبر ۲۲۷۲، مؤسسة الرسالة، بیروت.

چوبیس رکعتوں میں سے چار رکعات فرضوں کی اور بیس رکعات تراویح کی اور تین وتران سے الگ ہوتے تھے۔

اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہی مروی ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ وَيَقْنُثُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: وہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعائے قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت سعید بن جبیر بھی جلیل القدر تابعی اور حضرت ابن عباس اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی، اور ان کو حجاج بن یوسف نے ۹۵ ہجری میں شہید کیا۔ ۲

اور حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ:

كَانَ أَصْحَابُ عَلِيٍّ وَأَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ لَا يَسْلِمُونَ فِي رَكْعَتَي الْوُتْرِ

(مصنف ابن ابی شیبہ) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۶۹۰۵، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث أو أكثر.

۲۔ سعید بن جبیر (ع) ابن هشام، الامام الحافظ المقرء المفسر الشهيد، أبو محمد، ويقال: أبو عبد الله الأسدي الوالبي، مولا هم الكوفي، أحد الاعلام. روى عن ابن عباس فاكثرو وجود، وعن عبد الله بن مغفل، وعائشة، وعدى بن حاتم، وأبى موسى الأشعري في سنن النسائي، وأبى هريرة، وأبى مسعود البصري وهو مرسل وعن ابن عمر، وابن الزبير، والضحاك بن قيس، وأنس، وأبى سعيد الخدري. وروى عن التابعين، مثل أبى عبد الرحمن السلمي. وكان من كبار العلماء. قرأ القرآن على ابن عباس (سير اعلام النبلاء، جزء ۴، صفحہ ۳۲۱)

سعید بن جبیر بن هشام الأسدي الوالبي، مولا هم، أبو محمد، ويقال: أبو عبد الله الكوفي. ووالبة هو ابن الحارث بن ثعلبة بن دودان بن أسد بن خزيمه، فيما قاله له محمد بن حبيب. روى عن: أنس بن مالك (د س)، والضحاك بن قيس الفهري وعبد الله بن الزبير، وعبد الله بن عباس (ع)، وعبد الله بن عمر بن الخطاب (ع)، وعبد الله بن مغفل (م ق)، وعدى بن حاتم (ت س)، وعمرو بن ميمون الأودي (خ)، وأبى سعيد الخدري (ت)، وأبى عبد الرحمن السلمي (خ م س)، وأبى مسعود الأنصاري، وأبى موسى الأشعري (س)، وأبى هريرة، وعائشة..... وقال أبو القاسم هبة الله بن الحسن الطبري: هو ثقة، إمام حجة على المسلمين، قتل في شعبان سنة خمس وتسعين، وهو ابن تسع وأربعين سنة. روى له الجماعة (تهذيب الكمال ج ۱۰ ص ۳۸۵)

۳۔ حدیث نمبر ۶۹۱۱، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث أو أكثر.

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی بخاری کی شرط پر ہیں، اور حضرت ابواسحاق جلیل القدر تابعی ہیں، جنہوں نے صحابہ کرام سے سماعت کی ہے۔ ۱۔
اور حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

الْوُتْرُ ثَلَاثٌ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۶۹۰۰، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر)

ترجمہ: وتر تین رکعات ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت علقمہ بھی جلیل القدر تابعی ہیں، جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ وہ وتروں کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ ۲۔

۱۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث اسی سند کے ساتھ اس طرح روایت کی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ (بخاری، حدیث نمبر ۱۰۶۷)

اور ایک حدیث اس طرح روایت کی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (بخاری، حدیث نمبر ۲۶۹۸)

۲۔ علقمہ (ع) فقیہ الکوفہ و عالمہا و مقرئہا، الامام، الحافظ، المجود، المجتہد الکبیر، أبو شبل علقمہ بن قیس بن عبد اللہ بن مالک بن علقمہ بن سلمان ابن کھل، وقیل: ابن کھیل بن بکر بن عوف، ويقال: ابن المنتشر بن النخع، النخعی، الکوفی، الفقیہ عم الاسود بن یزید وأخيه عبدالرحمن، وخال فقیہ العراق إبراهيم النخعی. ولد فی أيام الرسالة المحمدية، وعداده فی المختصرین، وهاجر فی طلب العلم والجهاد، ونزل الکوفة، ولزم ابن مسعود حتی رأس فی العلم والعمل، وتفقه به العلماء، وبعد صيته قال أحمد بن حنبل: علقمة ثقة، من أهل الخیر، وكذا وثقه يحيى بن معين، وسئل عنه وعن عبدة فی عبد الله فلم یخیر. وقال عثمان بن سعید: علقمة أعلم بعبد الله. قال ابن المديني: لم یکن أحد من الصحابة له أصحاب حفظوا عنه، وقاموا بقوله فی الفقه إلا ثلاثة: زيد بن ثابت، وابن مسعود، وابن عباس، وأعلم الناس بابن مسعود:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ: اپنی سند سے حضرت ابوالخثری کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ وَيُتَوَرَّ بِثَلَاثٍ (مصنف

ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۷۷۶۸، کتاب الصلاة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة)

ترجمہ: حضرت ابوالخثری رمضان میں پانچ تروتکے (یعنی بیس رکعات تراویح)

اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی روایات میں تین وتروں کو تراویح سے الگ بیان کیا گیا ہے، جس کا مطلب واضح طور پر یہی ہے کہ تین وتر میں تراویح سے جدا، الگ سلام کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

حضرت ابوالخثری بھی عظیم تابعی اور کوفہ کے فاضلین میں سے ہیں، اور ان کو محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ا

اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

علقمة، والاسود، وعبيدة، والحارث. وروى زائدة عن أبي حمزة، قال: قلت لرباح أبي المثنى: أليس قد رأيت عبد الله؟ قال: بلى وحججت مع عمر ثلاث حجرات وأنا رجل (سير اعلام النبلاء، جزء ۲، صفحہ ۵۳، ۵۵)

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: لَمْ يَكُنْ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ لَهُ أَصْحَابٌ حَفَظُوا عَنْهُ، وَقَامُوا بِقَوْلِهِ فِي الْفَقْهِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ: زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَعْلَمُ النَّاسِ بَعْدَ اللَّهِ عَلَقْمَةُ، وَالْأَسُودُ، وَغُبَيْدَةُ، وَالْحَارِثُ (تهذيب الكمال، جزء ۲۰، صفحہ ۳۰۳)

ا۔ سعید بن فیروز، وهو ابن أبي عمران، أبو البختری، الطائي مولاهم، الكوفي

..... قال عبد الله بن شعيب الصابوني، عن يحيى بن معين: أبو البختری الطائي

اسمہ سعید، وهو ثبت، ولم يسمع من علي شيئا. وقال أبو بكر بن أبي خيثمة عن يحيى

بن معين، وأبو زرعة، وأبو حاتم: ثقة. زاد أبو حاتم: صدوق. وقال أبو داود: لم

يسمع من أبي سعيد. وقال فطر بن خليفة، عن حبيب بن أبي ثابت: اجتمعت أنا وسعيد

بن جبیر، وأبو البختری الطائي، وكان الطائي أعلمنا وأفقهنا. وقال هلال بن خباب:

كان من أفاضل أهل الكوفة. وقال أبو نعيم: مات في الجماجم سنة ثلاث وثمانين

(تهذيب الكمال ج ۱ ص ۳۲)

وَرَوَيْنَا عَنْ شَتِيرِ بْنِ شَكْلٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُؤْمَهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلَاثِ (السنن الكبرى للبيهقي) ۱

ترجمہ: اور ہم نے حضرت شتیر بن شکل سے روایت کیا، اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے کہ وہ لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے (ترجمہ ختم) حضرت شتیر بن شکل بہت اعلیٰ درجہ کے تابعی ہیں۔

اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے بھی ہیں۔ ۲

اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت حارث سے روایت کیا ہے کہ:
أَنَّهُ كَانَ يُؤْمُ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۳
ترجمہ: وہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت حارث دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، اور احادیث کے باب میں ان پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بعض حضرات نے ان کو ثقہ

۱۔ حدیث نمبر ۴۲۹۰، کتاب الصلاة، باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان، دار الكتب العلمية، بيروت.

۲۔ شتیر بن شکل بن حمید العبسی، أبو عیسیٰ الکوفی قال النسائی : ثقة. وذكره ابن حبان في كتاب "الثقات" (تهذيب الكمال ج ۲ ص ۳۷۶)
قلت: وقال مات في ولاية ابن الزبير وقال ابن سعد توفي زمن مصعب وكان ثقة قليل الحديث وقال العجلي ثقة من أصحاب عبدالله وقال أبو موسى في ذيل الصحابة يقال أنه أدرك الجاهلية (تهذيب التهذيب ج ۴ ص ۲۷۳)
۳۔ حدیث نمبر ۷۷۷۷، کتاب الصلاة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة.

قرار دیا ہے۔ ۱۔

اور اس وجہ سے ان کی مرویات حسن درجہ میں داخل ہیں، اور مشاہدات کے ہوتے ہوئے تو حسن درجہ میں داخل ہونے میں شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔ بہر حال اس بحث سے قطع نظر اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ شاگرد بھی تین وتر پڑھا کرتے تھے، بلکہ رمضان میں لوگوں کی امامت بھی کرایا کرتے تھے۔ اور امام ابن ابی الدنیا؛ حضرت شجاع بن مخلد سے، اور وہ ہشیم سے، اور وہ عبد الملک سے اور وہ جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوا يُصَلُّونَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَالْوُتْرَ ثَلَاثًا (فضائل

رمضان لابن ابی الدنیا حدیث نمبر ۴۹، ص ۷۹، دار السلف، الرياض - السعودية)

ترجمہ: صحابہ و تابعین رمضان کے مہینہ میں تراویح کی بیس رکعات اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔

چنانچہ اس روایت کے پہلے راوی شجاع بن مخلد ہیں۔

اور دوسرے راوی ہشیم ہیں، اور یہ دونوں ثقہ ہیں۔

اور تیسرے راوی عبد الملک بن ابی سلیمان ہیں جو کہ ثقہ ہیں، اور ان کا ۱۴۵ھ میں انتقال ہوا۔ ۲۔

۱۔ الحارث بن عبد اللہ الأعور الهمدانی الخارفي أبو زهير الكوفي. قال البخاری: وقال بعضهم: الحارث بن عبيد..... وقال أيضا: قيل ليحيى بن معين: الحارث صاحب علي؟ فقال: ضعيف. وقال عباس الدوري، عن يحيى بن معين: قد سمع من ابن مسعود وليس به بأس. وقال عثمان بن سعيد الدارمي: سألت يحيى بن معين، قلت: أي شيء حال الحارث في علي؟ قال: ثقة، قال عثمان: ليس يتابع عليه. وقال أبو زرعة: لا يحتج بحديثه. وقال أبو حاتم: ليس بقوي، ولا ممن يحتج بحديثه. وقال النسائي: ليس بالقوي، وقال في موضع آخر: ليس به بأس. (تهذيب الكمال ص ۲۴۴)

۲۔ عبد الملک بن ابی سلیمان واسمہ میسرۃ العرزمی، أبو محمد، وقیل: أبو سلیمان، وقیل: أبو عبد اللہ الکوفی، نزل جبانۃ عرزم بالکوفۃ فنسب إليها، وقیل: إن عرزم إنسان أسود وهو عم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام ابن شمیمہ؛ ابن نمیر سے اور وہ عبدالملک سے، اور وہ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

أَذْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوُتْرِ (مصنف ابن

ابی شمیمہ، حدیث نمبر ۷۷۷۰، کتاب الصلاة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة)

ترجمہ: میں نے لوگوں کو یعنی صحابہ و تابعین کو رمضان کے مہینہ میں بیس (تراویح)

اور تین و تر پڑھاتے ہوئے پایا ہے (ترجمہ ختم)

یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے مستند ہے۔

اور ابن ابی شمیمہ، حضرت فضل بن دکین سے اور وہ سعید بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ

وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ (مصنف ابن ابی شمیمہ) ۱

ترجمہ: علی بن ربیعہ ان کو رمضان میں پانچ ترویح (بیس رکعات تراویح) اور

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

محمد بن عبید اللہ العرزمی مولی النخع، وقیل: مولی بنی فزارة، وقیل: من أنفسهم..... وقال أبو الحسن الميموني، عن أحمد بن حنبل: عبد الملك بن أبي سليمان من عيون الكوفيين. وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه، ثقة. وقال صالح بن أحمد حنبل، عن أبيه: عبد الملك بن أبي سليمان من الحفاظ إلا أنه كان يخالف ابن جريج في إسناد أحاديث، وابن جريج أثبت منه عندنا. وقال أبو زرعة الدمشقي: سمعت أحمد ويحيى يقولان: كان عبد الملك بن أبي سليمان ثقة. وقال عثمان بن سعيد الدارمي: وسألته، يعني يحيى بن معين - قلت: عبد الملك بن أبي سليمان أحب إليك أو ابن جريج؟ فقال: كلاهما ثقتان. وقال إسحاق بن منصور، عن يحيى بن معين: ضعيف، وهو أثبت في عطاء من قيس بن سعد. وقال محمد بن عبد الله بن عمار الموصلي: ثقة حجة. وقال أحمد بن عبد الله العجلي: ثقة ثبت في الحديث، ويقال: كان سفيان الثوري يسميه الميزان، وكان راوية عن عطاء بن أبي رباح. وقال يعقوب بن سفيان: حدثنا أبو نعيم، قال: حدثنا سفيان عن عبد الملك بن أبي سليمان، العرزمي ثقة متقن فقيه. وقال في موضع آخر: عبد الملك بن أبي سليمان فزارى من أنفسهم ثقة. وقال النسائي: ثقة. وقال أبو زرعة الرازي: لا بأس به. قال أبو نعيم، والهيثم بن عدي، وغير واحد: مات سنة خمس وأربعين ومئة. زاد الهيثم: في ذي الحجة (تهذيب الكمال ج ۱ ص ۳۲۲) ۱

حدیث نمبر ۷۷۷۲، کتاب الصلاة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة.

تین وتر پڑھاتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند درست ہے۔

حضرت علی بن ربیعہ بھی بہت بڑے محدث تابعی ہیں۔ ۱

اور حضرت امام ابن ابی شیبہ، حضرت وکیع سے اور وہ حضرت ہشام بن غازی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ مَكْحُولٍ أَنَّهُ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيْنِ (مصنف ابن ابی

شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت مکحول (شامی) وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے

بعد سلام نہیں پھیرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت وکیع اور حضرت ہشام دونوں ثقہ ہیں۔ ۳

۱۔ علی بن ربیعہ بن نضلة الوابی بلام مکسورة وموحدة أبو المغيرة الكوفي ثقة من كبار الثالثة يقال هو الذي روى عنه العلاء بن صالح فقال حدثنا علي بن ربیعة الأسماء وفرق بينهما البخاری (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۶۹۴)

علی بن ربیعہ بن نضلة الوابی الأسدی، ويقال البجلي أبو المغيرة الكوفي..... قال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ثقة وكذلك قال النسائي وقال أبو حاتم صالح الحديث وقال أيضا علي بن ربیعة هذا هو البجلي الذي روى عنه العلاء بن صالح، هما واحدا روى له الجماعة (تہذیب الکمال ج ۲ ص ۴۳۱)

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۰۶، کتاب الصلاة، باب من كان يؤتِر بثلاث أو أكثر.

۳۔ ہشام بن الغازی بن ربیعہ الجرشى بضم الجیم وفتح الراء بعدها غدا الدمشقی نزیل بغداد ثقة من كبار السابعة (تقریب التہذیب، جزء ۲، صفحہ ۲۶۸)

ہشام بن الغازی بن ربیعہ الجرشى، أبو عبد الله، ويقال: أبو العباس الشامي الدمشقی، نزل بغداد، وكان على بيت المال لابی جعفر المنصور..... ذكره خليفة بن خياط في الطبقة الرابعة من أهل الشامات. وذكره محمد بن سعد في الصغير في الطبقة الرابعة، وفي الكبير في الطبقة الخامسة. وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: صالح الحديث وقال عباس الدوري، عن يحيى بن معين: ليس به بأس وقال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين، وعثمان بن سعيد الدارمي عن دحيث: ثقة. وكذلك قال محمد بن عبد الله بن عمار الموصلي. وقال يعقوب بن سفيان: قلت لعبد الرحمن بن إبراهيم: هشام بن الغازی؟ قال ما أحسن استقامته في الحديث. قال: وكان الوليد

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت مکحول شام کے جلیل القدر تابعی اور فقیہ ہیں۔ ۱

اور امام ابو بکر بن ابی شیبہ، حضرت ابواسامہ سے، اور وہ عثمان بن غیاث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن غیاث نے فرمایا کہ:

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ الْوُتْرُ ثَلَاثٌ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: میں نے حضرت جابر بن زید سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ وتر کی تین رکعات ہیں (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یثنیٰ علیہ. وَقَالَ يَعْقُوبُ أَيْضًا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ هِشَامُ بْنُ الْغَزَّازِ وَهُوَ ثَقَّةٌ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ بْنِ خَرَّاشٍ كَانَ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ. وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانٍ فِي كِتَابِ الثَّقَاتِ وَقَالَ: كَانَ عَابِدًا فَاضِلًا (تهذيب الكمال، ج ۳۰، ص ۲۵۸)

۱ مکحول الشامی ابو عبد اللہ و ذکرہ محمد بن سعد فی الطبقة الثالثة من تابعی اهل الشام. و ذکرہ ابو الحسن بن سمیع فی الطبقة الرابعة وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ بْنِ زُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ الزُّهْرِيِّ: الْعُلَمَاءُ أَرْبَعَةٌ: سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ بِالْمَدِينَةِ، وَعَامِرُ الشَّعْبِيِّ بِالْكُوفَةِ، وَالْحَسَنُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ بِالْبَصْرَةِ، وَمَكْحُولُ بِالشَّامِ. وَقَالَ أَبُو مَسْهَرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ: كَانَ سُكَّانَ بَنِي مُوسَى يَقُولُ إِذَا جَاءَ نَا الْعِلْمَ مِنَ الْحِجَازِ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَبْلَنَاهُ، وَإِذَا جَاءَ نَا مِنَ الْعِرَاقِ عَنْ الْحَسَنِ قَبْلَنَاهُ، وَإِذَا جَاءَ نَا مِنَ الْجَزِيرَةِ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ قَبْلَنَاهُ، وَإِذَا جَاءَ نَا مِنَ الشَّامِ عَنْ مَكْحُولِ قَبْلَنَاهُ. قَالَ سَعِيدٌ: وَكَانَ هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعَةِ عُلَمَاءَ النَّاسِ فِي خِلَافَةِ هِشَامٍ. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ: سَمِعْتُ مَرْوَانَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَحْدُثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: كَانَ مَكْحُولُ أَفْقَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: مَكْحُولُ أَفْقَهُ أَهْلِ الشَّامِ. وَقَالَ ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَطَاءٍ: كَانَ مَكْحُولُ رَجُلًا أَعْجَمِيًّا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ قُلْ، يَقُولُ: كُلْ، فَكُلْ مَا قَالَ بِالشَّامِ قَبْلَ مَنْ قَالَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْخَطِيبُ: أَرَادَ عُثْمَانُ أَنْ مَكْحُولًا كَانَ عِنْدَهُمْ مَعَ عَجْمَةٍ لِسَانَهُ بِحَمَلِ الْإِمَامَةِ وَمَوْضِعِ الْإِمَامَةِ يَقْبَلُونَ قَوْلَهُ وَيَعْمَلُونَ بِخَبَرِهِ، وَلَمْ يَرِدْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَحْكُونَ لَفْظَهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ. قَالَ أَبُو مَسْهَرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ: لَمْ يَكُنْ فِي زَمَنِ مَكْحُولِ أَبْصَرُ بِالْفَتْوَا مِنْهُ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَارٍ الْمَوْصِلِيُّ: مَكْحُولُ إِمَامٌ أَهْلُ الشَّامِ. وَقَالَ الْعَجَلِيُّ: تَابِعِي، ثَقَّةٌ. وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ: مَكْحُولُ شَامِي صَدُوقٌ، وَكَانَ يَرَى الْقَدْرَ. وَقَالَ مَرْوَانَ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ: لَمْ يَلْفِظْنَا أَنْ أَحَدًا مِنَ التَّابِعِينَ تَكَلَّمَ فِي الْقَدْرِ إِلَّا هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ الْحَسَنُ، وَمَكْحُولُ فَكَشَفْنَا عَنْ ذَلِكَ فَإِذَا هُوَ بَاطِلٌ. وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: مَا أَعْلَمُ بِالشَّامِ أَفْقَهُ مِنْ مَكْحُولٍ وَكَانَ فَهْمًا عَالِمًا رَأَى أَبَا إِمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ، وَأَنْسَ بِنَ مَالِكٍ، وَسَمِعَ وَائِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ (تهذيب الكمال، جزء ۲۸، صفحہ ۳۶۳ تا صفحہ ۳۷۳، ملخصاً)

۲ حدیث نمبر ۶۸۹۹، کتاب الصلاة، باب من كان یوتر بثلاث أو أكثر.

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور حضرت جابر بن زید مشہور فقیہ ہیں۔ ۱۔
اور امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد روایت کرتے ہیں کہ:

صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُؤْتِرُ
لَكَ مَا صَلَّيْتَ.

قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أَنَا مِنْذُ أَذْرَكُنَا يُؤْتِرُونَ بِثَلَاثٍ وَإِنْ كُنَّا لَوَاسِعٍ
أَرْجُو أَنْ لَا يَكُونُ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ (بخاری) ۲۔

ترجمہ: رات کی (نفل) نماز دو دو رکعت ہوتی ہے پھر جب تمہارا فارغ ہو کر
جانے کا ارادہ ہو تو ایک اور رکعت پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔
حضرت قاسم نے فرمایا کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا، اس وقت سے لوگوں کو

۱۔ حماد بن أسامة بن زيد القرشي، أبو أسامة الكوفي، مولى بني هاشم، قاله البخاري
..... قال حنبل بن إسحاق، عن أحمد بن حنبل: أبو أسامة ثقة، كان أعلم الناس بأمور
الناس، وأخبار أهل الكوفة، وما كان أرواه عن هشام بن عروة! وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ
بْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ أَبِيهِ: كَانَ ثَبَتًا، مَا كَانَ أَثْبَتَهُ لَا يَكْدَا يَخْطِئُ (تهذيب الكمال
ج ۷ ص ۲۲۱ تا ۲۲۳ ملخصاً)

عثمان بن غياث الراسبي، ويقال: الزاهراني البصري..... وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: ثَقَّةٌ،
وكان يرى الأرجاء. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَالنَّسَائِيُّ: ثَقَّةٌ. وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ:
صدوق. وَقَالَ صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ، سمعت يَحْيَى، يعني ابن
سَعِيدَ الْقَطَّانِ -يقول: كان عند عثمان بن غياث كتاب عن عكرمة فلم يصححها
لنا. وَقَالَ أَبُو عُثَيْبَةَ الْآجَرِيُّ، عَنْ أَبِي دَاوُدَ: مرجئة البصرة: عبيد الكريم أبو أمية،
وعثمان بن غياث، والقاسم بن الفضل. وذكره ابنُ جَبَّانٍ في كتاب "الفتا" روى له
البخاري، ومسلم، وأبو داود، والنسائي (تهذيب الكمال ج ۱ ص ۷۳ تا ۷۴ ملخصاً)

جابر بن زيد أبو الشعثاء الأزدي ثم الجوفي بفتح الجيم وسكون الواو بعدها فاء
البصري مشهور بكنيته ثقة فقيه من الثالثة مات سنة ثلاث وتسعين ويقال ثلاث ومائة
(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۵۲)

۲۔ حدیث نمبر ۹۹۳، کتاب الجمعة، باب ماجاء فی الوتر، دار طوق النجاة، بیروت.

تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا، اور ہر ایک کی گنجائش ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا (ترجمہ ختم)

حضرت قاسم بن محمد، دراصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، اور وہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو نقل کر رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں تعامل تین وتر پڑھنے کا ہی تھا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس حدیث سے یہ سمجھا تھا کہ وتر کی ایک رکعت سلام کے فصل سے پڑھنا بھی جائز ہے، اور اسی وجہ سے وہ بعض اوقات اس پر عمل بھی کر لیتے تھے۔ لیکن دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، ایک سلام کے ساتھ ہی تین وتر پڑھنا ثابت ہے۔

اور حضرت حسن بصری جیسے جلیل القدر تابعین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زیادہ فقیہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔

اس لئے فقہائے احناف نے ایک وتر کو الگ سے پڑھنے کے قول کو اختیار نہیں کیا، اور عام تعامل کو ہی اختیار کیا۔ ۱

جہاں تک مذکورہ حدیث کا تعلق ہے، جس میں ایک رکعت مزید پڑھ کر وتر بنا لینے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے اگرچہ بہت سے فقہاء نے وتر کی ایک رکعت کے جائز ہونے پر بھی استدلال کیا ہے، لیکن فقہائے احناف نے اس جیسی روایات کا مطلب دوسری احادیث اور تعامل امت کے پیش نظر یہ بیان کیا ہے کہ دو رکعتیں جو پہلے پڑھ لی گئی ہیں، ان کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر بنالیا جائے۔

۱۔ أخبرنا مالک أخبرنا نافع عن ابن عمر: أنه كان يسلم في الوتر بين الركعتين والركعة حتى يأمر ببعض حاجته .

قال محمد: ولسنا نأخذ بهذا ولكننا نأخذ بقول عبد الله ابن مسعود وابن عباس رضي الله عنهم ولا نرى أن يسلم بينهما (مؤطا امام محمد، حديث نمبر ۲۵۸، ابواب الصلاة، باب السلام في الوتر)

اس کی بعض دوسری احادیث میں صراحت بھی موجود ہے، بلکہ مذکورہ حدیث کے الفاظ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ فی قوله ”تَوْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ“ ۱۔

۱۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّ رَجُلًا، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ : كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ : مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ، تَوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ (بخاری، حدیث نمبر ۳۷۷۳)

عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ : سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ الْوَتْرِ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ : رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، وَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ (مسلم، حدیث نمبر ۷۵۳)

واحتجوا أيضا بما رواه مسلم من حديث ابن مجلز، قال : سمعت ابن عمر يحدث عن النبي قال : (الوتر ركعة من آخر الليل) ، وإليه ذهب عطاء بن أبي رباح وسعيد بن المسيب ومالك والشافعي وأحمد وأبو ثور وإسحاق وداود، وهم جعلوا هذا الحديث أصلا في الإيتار بركعة، إلا أن مالكا قال : ولا بد أن يكون قبلها شفع ليسلم بينهن في الحضر والسفر، وعنه : لا بأس أن يوتر المسافر بواحدة، وكذا فعله سحنون في مرضه، وقال ابن العربي : الركعة الواحدة لم تشرع إلا في الوتر، وفعله أبو بكر وعمر، وروى عن عثمان وسعد بن أبي وقاص وابن عباس ومعاوية وأبي موسى وابن الزبير وعائشة رضي تعالى عنهم.

وقال عمر بن عبد العزيز والثوري وأبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وأحمد، في رواية الحسن بن حي وابن المبارك : الوتر ثلاث ركعات لا يسلم إلا في آخرهن كصلاة المغرب، وقال أبو عمر : يروى ذلك عن عمر بن الخطاب، وعلي ابن أبي طالب وعبد ابن مسعود وأبي بن كعب وزيد بن ثابت وأنس بن مالك وأبي أمامة وحذيفة والفقهاء السبعة، وأجابوا عما احتجبت به أهل المقالة الأولى من الحديث المذكور ونحوه في هذا الباب بأن قوله : (الوتر ركعة من آخر الليل) ، يحتمل ما ذهبوا إليه، ويحتمل أن يكون ركعة مع شفع تقدمها، وذلك كله وتر، فتكون تلك الركعة توتر الشفع المتقدم لها، وقد بين ذلك آخر حديث الباب الذي احتج به هؤلاء، وهو قوله : (فأوترت له ما صلى) ، وكذلك قوله في الحديث الثاني من هذا الباب : (فأوتر بواحدة توتر لك ما قد صليت) ، وآخر حديثهم حجة عليهم (عمدة القاري للعيني، ج ۳ ص ۲۵۲، كتاب الصلاة، باب الحلق والجلوس في المسجد)

قوله : (وان كلاً) أى : وان كل واحد من الركعة والثلاث والسبع، يعنى : لا حرج في فعل أيهما شاء . وقال الكرماني : من الركعة والثلاث والخمس والسبع والتسع والإحدى عشرة لجائز . قلت : الكلام في الوتر الذي هو ركعة واحدة أم ثلاث ركعات وما فوق الثلاث من الأوتار ليس فيه خلاف، وقال بعضهم : فيه ما يقتضى أن القاسم فهم من قوله : (فاركع ركعة) أى : منفردة منفصلة، ودل ذلك على أنه لا فرق عنده بين الوصل والفصل في الوتر . قلت : القاسم صاحب لسان وفهم وعلم، كيف ينسب إليه ما لا يدل عليه اللفظ؟ فإن قوله : (فاركع ركعة) يعنى : ركعة واحدة، وهو أعم من ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ:

أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرُكْعَةٍ، وَعِنْدَهُ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَاتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: دَعُهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری، حدیث نمبر ۳۷۶۴)

ترجمہ: حضرت معاویہ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھے، اور ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، تو (وہ یہ دیکھ کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (اور ان سے یہ اشکال ذکر کیا) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو جانے دیجئے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کو ایک رکعت وتر پڑھنے پر اشکال اس لئے پیدا ہوا کہ ان کے نزدیک ایک وتر، ایک نئی بات اور عام معمول کے خلاف تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات صحابہ سے اگرچہ ایک رکعت وتر کا پڑھنا منقول ہے، مگر وہ عام معمول اور تواتر سے ہٹ کر ہے۔

اور فقہائے احناف نے عام معمول اور تواتر والے عمل کو اختیار کیا ہے، کیونکہ وہ ہر طرح کے سقم اور اختلاف سے پاک اور شرعی قواعد کے مطابق ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أن تكون متصلة أو منفصلة، ولكن قوله: (توتر لك ما صليت)، يدل على أنه يوصلها بالركعتين اللتين قبلها حتى يكون ما صلاه وترا ثلاث ركعات، لأن المراد من قوله: (ما صليت)، هو الذي صلاه قبل هذه الركعة، ولا يكون هذا وترا إلا إذا انضمت إليه هذه الركعة الواحدة من غير فصل، فإذا فصل لا يكون التوتر إلا هذه الركعة وهي واحدة، والواحدة بتبنياء، وقد نهى عنها على ما ذكرنا فيما مضى (عمدة القارى، ج ۷ ص ۷، كتاب التوتر)

۱ (عن ابن عباس قيل له: هل لك)، أى جواب أو إفتاء (فى أمير المؤمنين معاوية)، أى فى فعله (ما أوتر إلا بواحدة؟): ظاهره أنه اكتفى بركعة واحدة، ويحتمل أنه أوتر بركعة واحدة منضمة إلى شفع قبلها، فيكون الإنكار عليه من حيث الاكتفاء بالتوتر وترك التهجد، أو ترك سنة العشاء،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت امام مالک، ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ:
 أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ كَانَ يُؤْتِرُ بَعْدَ الْعَتَمَةِ بِوَاحِدَةٍ.
 قَالَ يَحْيَى، قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ عَلَى هَذَا الْعَمَلُ عِنْدَنَا وَلَكِنْ أَذْنَى
 الْوُتْرِ ثَلَاثٌ (موطا امام مالک) ۱

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا کرتے تھے۔
 حضرت یحییٰ (موطا امام مالک کے راوی) فرماتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ
 ہمارے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے، بلکہ کم از کم وتر تین ہیں (ترجمہ ختم)
 اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایک وتر
 پڑھنے پر انکار کرنے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

والله أعلم (قال)، ای ابن عباس: (أصاب) أي أدرك الثواب في اجتهاده (إنه فقيه)، أي مجتهد
 وهو مثاب وإن أخطأ، قال ابن حجر: ومن ثم كان يرقى منبر المدينة إذا سمع من فقهاء شيا
 يخالف السنة، ويقول: يا أهل المدينة، أين علماؤكم؟ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
 كذا، أو رأيته يفعل كذا.

(وفي رواية: قال ابن أبي مليكة) مصفرا (أوتر معاوية بعد العشاء بركة، وعنده مولی لابن عباس)
 نقل ميرك عن الشيخ هو كريب، رواه محمد بن نصر المروزي في كتاب الوتر، ورواه أيضا من
 طريق علي بن عبد الله بن عباس أنه شاهد ذلك من معاوية فسأل أباه عن ذلك، وهو المراد بقوله
 في الرواية الأولى قيل: لابن عباس. (فأتى ابن عباس فأخبره، فقال: دعه)، أي اتركه ولا تعترض
 عليه بالإنكار (فإنه قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم) قال الطيبي، أي فلا يفعل إلا ما رآه، یعنی:
 ولعله رأى ما لم ير غيره وأصحابه كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم، وهم عدول ولا يفعلون شيا من
 تلقاء أنفسهم، لكن الحديث صريح في كون معاوية شاذاً منفرداً عن سائر الصحابة، ولذا أنكر عليه،
 ويؤيده ما قدمناه من حكاية إجماع المسلمين (مرقاة، ج ۳ ص ۹۵۳، كتاب الصلاة، باب الوتر،
 الفصل الثالث)

۱۔ حدیث نمبر ۴۰۷، کتاب السهو، باب الامر بالوتر، مؤسسة زاید بن سلطان آل نهیان للأعمال
 الخيرية والإنسانية - أبو ظبي - الإمارات.

۲۔ بَلَغَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ سَعْدًا يُؤْتِرُ بِرَكْعَةٍ، قَالَ: مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةً قَطْرًا (المعجم الكبير للطبرانی،
 حدیث نمبر ۹۴۲۲)

وَقَدْ حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: ثنا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: ثنا حَمَّادٌ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ غَابَ
 ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات سے اگرچہ ایک وتر کا ثبوت ملتا ہے، مگر وہ تعامل کے خلاف اور شاذ ہے۔ ۱

امام طحاوی رحمہ اللہ، ربیع بن سلیمان مؤذن سے، اور وہ عبد اللہ بن وہب سے، اور وہ عبد الرحمن بن ابی الزناد سے، اور وہ اپنے والد ابوالزناد عبد اللہ بن ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَثَبْتُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوُتْرَ بِالْمَدِينَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۷۵۷، باب الوتر)
ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مدینہ طیبہ میں فقہاء کے قول کے مطابق وتر تین رکعت مقرر کر دیئے تھے جن میں سلام صرف آخر میں پھیرا جاتا تھا (ترجمہ ختم)
یہ روایت سند کے لحاظ سے حسن درجے میں داخل ہے۔

اس روایت کے پہلے راوی ربیع بن سلیمان ہیں، جو کہ ثقہ ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کی اہم کتابوں کے راوی ہیں۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

ذَلِكَ عَلَى سَعْدٍ وَمُحَالٌ عِنْدَنَا أَنْ يَكُونَ عَبْدُ اللَّهِ عَابَ ذَلِكَ عَلَى سَعْدٍ مَعَ ثَبَلٍ سَعْدٍ وَعَلَيْهِ إِلَّا لِمَعْنَى قَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ، وَهُوَ أَوْلَى مِنْ فَعْلِهِ، وَلَوْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِنَّمَا خَالَفَهُ بِرَأْيِهِ لَمَا كَانَ رَأْيُهُ أَوْلَى مِنْ رَأْيِ سَعْدٍ، وَلَكَمَا عَابَ ذَلِكَ عَلَى سَعْدٍ إِذَا كَانَ مَا أَخَذَ ذَلِكَ مِنْهُ هُوَ الرَّأْيُ، وَلَكِنْ الَّذِي عَلِمَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِمَّا خَالَفَ فَعَلَ سَعْدٍ فِي ذَلِكَ هُوَ غَيْرُ الرَّأْيِ (شرح معانی الآثار، تحت حدیث رقم ۱۷۵۵، کتاب الصلاة، باب الوتر)

۱۔ فلم یبق اثر سعد حجة ایضا لاجتماع اهل المدينة بعده على خلاف ما عمل به (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۴۷، باب الايتار بثلاث)

۲۔ الربیع بن سلیمان بن عبد الجبار المرادی أبو محمد المصری المؤذن صاحب الشافعی ثقة من الحادیة عشرة مات سنة سبعین وله ست وتسعون سنة (تقریب التهذیب ج ۱ ص ۲۹۲)
الربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل المرادی، مولاہم، أبو محمد المصری المؤذن صاحب الشافعی، وراوی کتب الامہات عنہ..... قال النسائی: لا بأس به. وقال أبو سعید بن یونس، وأبو بکر الخطیب: کان ثقة. وذكره ابن جبان فی کتاب "الفتا". وقال عبد الله بن محمد بن جعفر القزوينی القاضی: سمعت الربیع بن سلیمان یقول: کل محدث حدث بمصر بعد ابن وهب كنت مستملیه (تهذیب الکمال ج ۹ ص ۸۷ تا ۸۹ ملخصاً)

اور دوسرے راوی عبد اللہ بن وہب قرشی ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں، اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کی صحبت میں ان کی وفات تک رہے۔ ۱

اور تیسرے راوی عبد الرحمن بن ابی الزناد ہیں، جو کہ فقیہ ہیں، اور مدینہ میں خراج کے نگران رہ

۱۔ عبد اللہ بن وہب بن مسلم القرشی مولاهم أبو محمد المصری الفقیہ ثقة حافظ عابد من التاسعة مات سنة سبع وتسعين وله اثنتان وسبعون سنة (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۳۵) وقال أبو طالب، عن أحمد بن حنبل: عبد الله بن وهب صحيح الحديث، يفصل السماع من العرض، والحديث من الحديث، ما أصح حديثه وأثبت. قيل له: أليس كان يسئ الأخذ؟ قال: قد يسئ الأخذ، ولكن إذا نظرت في حديثه، وما روى عن مشايخه، وجدته صحيحاً وقال أبو بكر بن أبي خيثمة، عن يحيى بن معين: ثقة..... وقال عبد الرحمن بن أبي حاتم: قلت لأبي: ابن وهب أحب إليك أو عبد الله بن نافع؟ قال: ابن وهب. قلت: ما تقول في ابن وهب؟ قال: صالح الحديث، صدوق، أحب إلي من الوليد بن مسلم، وأصح حديثاً منه بكثير. وقال أيضاً: سمعت أبا زرعة يقول: نظرت في نحو ثلاثين ألف حديث من حديث ابن وهب بمصر وغير مصر، لا أعلم أني رأيت له حديثاً لا أصل له، وهو ثقة..... وقال أبو حاتم بن حبان: جمع ابن وهب وصنف، وهو حفظ على أهل الحجاز ومصر حديثهم، وعني بجميع ما روى من المسانيد والمقاطيع، وكان من العباد. وقال أبو أحمد بن عدي: وعبد الله بن وهب من أجلة الناس، ومن ثقاتهم، وحديث الحجاز ومصر وما إلى تلك البلاد، يدور على رواية ابن وهب، وجمعه لهم مسندهم ومقطوعهم، وقد تفرد عن غير شيخ بالرواية عنهم مثل عمرو بن الحارث وحيوة بن شريح ومعاوية بن صالح، وسليمان بن بلال وغيرهم من ثقات المسلمين ومن ضعفاتهم، ولا أعلم له حديثاً منكراً إذا حدث عنه ثقة من الثقات (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۸۲ تا ۲۸۵ ملخصاً)

ابن وهب الفقیہ المالکی: أبو محمد عبد الله بن وهب بن مسلم، القرشي بالولاء الفقیہ المالکی المصری مولی ریحانة مولاة أبي عبد الرحمن يزيد بن أنيس الفهری، كان أحد أئمة عصره وصاحب الإمام مالک بن أنس، رضى الله عنه، عشرين سنة، وصنف "الموطأ الكبير" و "الموطأ الصغير" وقال مالک في حقه: عبد الله بن وهب إمام. وقال أبو جعفر ابن الجزار: رحل ابن وهب إلى مالک في سنة ثمان وأربعين ومائة ولم يزل في صحبته إلى أن توفي مالک، وسمع من مالک قبل عبد الرحمن بن القاسم ببضع عشرة سنة. وكان مالک يكتب إليه إذا كتب في المسائل: إلى عبد الله بن وهب المفتی، ولم يكن يفعل هذا مع غيره. وأدرك من أصحاب ابن شهاب الزهري أكثر من عشرين رجلاً. وذكر ابن وهب وابن القاسم عند مالک، فقال: ابن وهب عالم وابن القاسم فقیہ. قال القاضي في كتاب "خطط مصر": "قبر عبد الله بن وهب مختلف فيه، وفي مجرّ بنی مسکین قبر صغير مخلوق يعرف بقبر عبد الله، وهو قبر قديم يشبه أن يكون قبره. وكان مولده في ذي القعدة سنة خمس، وقيل أربع وعشرين ومائة بمصر. وتوفي بها يوم الأحد لخمس بقين من شعبان سنة سبع وتسعين ومائة، رضى الله عنه (وفيات الاعيان ج ۳ ص ۳۶)

چکے ہیں، اور ان کو بعض نے اگرچہ ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بعض نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، پس یہ حسن درجے کے راوی ہیں، اور انہی کی وجہ سے یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہے۔ ۱

۱۔ عبد الرحمن بن ابی الزناد عبد اللہ بن ذکوان المدنی مولیٰ قریش صدوق تغیر حفظہ لما قدم ببغداد وکان فقیہا من السابعة ولی خراج المدينة فحمد مات سنة أربع وسبعین وله أربع وسبعون سنة ختم (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۶۹)

وقال الترمذی والمجلی ثقة وصحح الترمذی عدة من أحادیثه وقال فی اللباس ثقة حافظ وقال ابن عدی هو ممن یکتب حدیثه وقال الحاکم أبو أحمد لیس بالحافظ عندهم وقال الواقدی کان نبیلاً فی علمه ولی خراج المدينة فکان یستعین بأهل الخیر والورع وکان کثیر الحدیث عالماً (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۵۷)

عبد الرحمن بن ابی الزناد الامام الحافظ أبو محمد المدنی . سمع اباه وعمرو بن ابی عمرو وسہیل بن ابی صالح وھشام بن عروة وطبقتهم . حدث عنه احمد بن یونس وسعيد ابن منصور وعلی بن حجر وھناد بن السری وخلق کثیر . وحدث عنه من شیوخہ ابن جریج . قال ابن معین : هو اثبت الناس فی ہشام ابن عروة . وقال ابن سعد : کان مفتیاً فقیہاً وضعفہ عبد الرحمن بن مہدی وقد احتج بہ النسائی واهل السنن . وقال أبو عمرو الدانی اخذ القراءة عرضاً علی ابی جعفر القراء . قلت مات ببغداد فی سنة أربع وسبعین ومائة . وهو من اوعية العلم لكنه لیس بالثبت جدا مع ان حجة فی ہشام بن عروة . وقد قال یعقوب السدوسی : سمعت ابن المدینی یقول : حدیثہ بالمدينة مقارب وما حدث بہ بالعراق فهو مضطرب (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳۷، ۲۳۸)

وَقَالَ یعقوب بن شیبۃ : ثقة ، صدوق ، وفی حدیثہ ضعف ، سمعت علی بن المدینی یقول : حدیثہ بالمدينة مقارب ، وما حدث بہ بالعراق فهو مضطرب . قال علی : وقد نظرت فیما روى عنه سُليمان بن داود الهاشمی ، فرأيتها مقاربة . وَقَالَ عمرو بن علی فیہ ضعف ، ما حدث بالمدينة ، أصح مما حدث ببغداد..... استشهد بہ البخاری فی الصحيح ، وروی لہ فی کتاب "رفع الیدین فی الصلاة" ، وفی کتاب "الأدب" . "وروی لہ مسلم فی مقدمة کتابہ وروی لہ الباقون (تہذیب الکمال، جزء ۱، صفحہ ۹۵)

وهو من أهل مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم انتقل إلى بغداد فسكنها وحدث بها إلى حين وفاته خبرني الصيمري، حدثنا علي بن الحسن الرازي، حدثنا محمد بن الحسين الزعفراني، حدثنا أحمد بن زهير، أخبرني مصعب قال : كان أبو الزناد أحسب أهل المدينة وابنه وابن ابنه . أخبرنا ابن الفضل، أخبرنا دعلج بن أحمد، أخبرنا أحمد بن علي الأبار، حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا ابن أبي مريم عن خاله موسى بن سلمة قال : قدمت المدينة فأتيت مالك بن أنس فقلت له : إني قدمت لأسمع العلم، وأسمع ممن تأمرني به فقال : عليك بابن أبي الزناد..... سمعت محمد بن المثنى قال : مات سلام بن أبي مطيع وعبد الرحمن بن أبي الزناد سنة أربع وسبعين ومائة . أخبرنا علي بن محمد بن عبد الله المعدل، أخبرنا الحسين بن صفوان البرذعي، حدثنا عبد الله بن محمد بن أبي الدنيا قال : حدثنا محمد بن سعد قال : عبد الرحمن ابن أبي الزناد مولی رملۃ بنت شیبۃ بن ﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور چوتھے راوی ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان قرشی ہیں، جو کہ ثقہ اور تابعی اور اہل مدینہ کے فقیہ ہیں، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث کی سماعت کی ہے، اور ان کو خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کوفہ کے بیت المال کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ربیعہ، ویکنی ابا محمد، وکان یفتی، مات ببغداد سنة أربع وسبعین ومائة، وهو ابن أربع وسبعین سنة (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۲۹)

قال شعيب الأرنؤط:

عبد الرحمن بن أبي الزناد صدوق حسن الحديث (حاشية مسند احمد، تحت حديث رقم ۱۳۱۸)

عبد الرحمن بن أبي الزناد، فقد روى له أصحاب السنن وعلق له البخاری، وروی له مسلم فی المقدمة، وهو حسن الحديث (حاشية مسند احمد، تحت حديث رقم ۲۹۱۳)

وقال الهيثمي:

وفيه عبد الرحمن بن أبي الزناد، وحديثه حسن، وفيه ضعف (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۶)

واسناده في غاية القوة ونهاية الصحة من طريق ربيع المؤذن وهو صاحب الشافعي من رجال النسائي وابي داود ثقة، وابن وهب: عبدالله بن وهب من رجال الجماعة، وابن ابی الزناد وهو عبد الرحمن من رجال مسلم والأربعة، وابوه ابو الزناد عبدالله بن ذکوان من رجال الجماعة، فهؤلاء الكبار رجال الاسناد (معارف السنن ج ۳ ص ۲۰۷، ۲۰۸)

۱۔ عبد الله بن ذکوان القرشي أبو عبد الرحمن المدني المعروف بمعد الزناد ثقة فقيه من الخامسة مات سنة ثلاثين وقيل بعدها (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۳۹۰)

عبد الله بن ذکوان القرشي، أبو عبد الرحمن المدني المعروف بابي الزناد..... قال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: ثقة. وقال حرب بن إسماعيل، عن أحمد بن حنبل: كان سفيان يسمى أبا الزناد أمير المؤمنين في الحديث. قال أحمد: وهو فوق العلاء بن عبد الرحمن، وفوق سهيل بن أبي صالح، وفوق محمد بن عمرو. وأبو زُرعة الدمشقي: أخبرني أحمد بن حنبل أن أبا الزناد أعلم من ربعة، قلت لأحمد: فحديث ربعة؟ قال: ثقة، وأبو الزناد أعلم منه. وقال إسحاق بن منصور، وأحمد بن سعد بن أبي مريم، عن يحيى بن معين: ثقة. زاد ابن أبي مريم: حجة. وقال علي ابن المديني: لم يكن بالمدينة بعد كبار التابعين أعلم من ابن شهاب، ويحيى بن سعيد الأنصاري، وأبي الزناد، وبكير بن عبد الله بن الأشج. وقال خليفة بن خياط: طبقة عددهم عند الناس في اتباع التابعين، وقد لقوا الصحابة منهم: أبو الزناد، قد لقي عبد الله بن عمرو، وأنس بن مالك، وأبا أمامة بن سهل بن حنيف. وقال العجلي: مدني، تابعي، ثقة، سمع من أنس بن مالك..... وقال أبو يوسف: عن أبي حنيفة: قدمت المدينة فأتيت أبا الزناد، ورأيت ربعة، فإذا الناس على ربعة،

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ دراصل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پوتی کے بیٹے تھے، انتہائی عادل ائمہ میں سے تھے، آپ کی اقتداء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی، اور آپ کی نماز کی تعریف فرمائی، آپ سلیمان بن عبد الملک کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے، آپ کی خلافت، خلافتِ راشدہ کا نمونہ تھی، آپ کی خلافت کا زمانہ پہلی اور دوسری صدی کے سنگم پر تھا (اس لئے دوسری صدی کا مجدد بھی آپ کو شمار کیا گیا ہے) ۱۔

﴿گزشتہ صفحہ کا قیہ حاشیہ﴾ و أبو الزناد أفقه الرجلين ، فقلت له : أنت أفقه أهل بلدك والعمل على ربيعة . فقال : ويحك كف من حظ ، خير من جراب من علم . وقال أبو بكر بن أبي خيثمة ، عن مصعب بن عبد الله الزبيري : كان أبو الزناد فقيه أهل المدينة ، وكان صاحب كتاب وحساب ، وكان كاتباً لخالد بن عبد الملك بن الحارث بن الحكم بالمدينة ، وكان كاتباً لعبد الحميد بن عبد الرحمن بن زيد بن الخطاب ، وقدم على هشام بن عبد الملك بحساب ديوان المدينة ، فجالس هشاماً مع ابن شهاب ، فسأل هشام ابن شهاب : في أي شهر كان يخرج عثمان العطاء لأهل المدينة ؟ قال : لا أدري . قال أبو الزناد : كنا نرى ابن شهاب لا يسأل عن شيء إلا وجد علمه عنده . قال أبو الزناد : فسألني هشام ، فقلت : المحرم . قال هشام لابن شهاب : يا أبا بكر ، هذا علم أفدته اليوم . قال ابن شهاب : مجلس أمير المؤمنين أهل أن يفاد فيه العلم . قال : وكان أبو الزناد معادياً لربيعة بن أبي عبد الرحمن ، وكان أبو الزناد وربيعة فقيهي البلد في زمانهما ، وكان الماجشون ، واسمه يعقوب بن أبي سلمة ، مولى الهدير يعين ربيعة على أبي الزناد ، كان الماجشون أول من علم الغناء من أهل المروءة بالمدينة..... وقال الأصبغى ، عن عبد الرحمن بن أبي الزناد ، عن أبيه : كان الفقهاء بالمدينة يأتون عُمر بن عبد العزيز ، خلا سعيد بن المسيب ، فإن عُمر كان يرضى أن يكون بينهما رسول ، وأنا كنت الرسول بينهما . وقال سُلَيْمان بن أبي شيخ : ولي عُمر بن عبد العزيز أبا الزناد بيت مال الكوفة (تهذيب الكمال ج ۴ ص ۷۶ تا ۸۲ ملخصاً)

۱۔ عُمر بن عبد العزيز بن مروان بن الحكم بن أبي العاص بن أمية القرشي الأموي ، أبو حفص المدني ثم الدمشقي أمير المؤمنين الإمام ، العادل والخليفة الصالح .
وامه أم عاصم حفصة ، وقيل : ليلى بنت عاصم بن عُمر بن الخطاب . ولي الخلافة بعد ابن عمه سُلَيْمان بن عبد الملك بن مروان . وكان من أئمة العدل وأهل الدين والفضل ، وكانت ولايته تسعة وعشرين شهراً مثل ولاية أبي بكر الصديق . رَوَى عَنْ : أنس بن مالك وصلى أنس خلفه ، وقال : ما رأيت أحداً أشبه صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا الفتى (تهذيب الكمال، جزء ۲، صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۴)

عمر بن عبد العزيز بن مروان بن الحكم بن أبي العاص الأموي أمير المؤمنين أمه أم عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطاب ولي إمرة المدينة للوليد وكان مع سليمان كالوزير وولي الخلافة بعده فعد مع الخلفاء الراشدين من الرابعة مات في رجب سنة إحدى ومائة وله أربعون سنة ومدة خلافته سنتان ونصف (تقريب التهذيب، جزء ۱، صفحہ ۷۲۲)

اور امام طحاوی رحمہ اللہ اپنے شیخ ابوالعوام محمد بن عبد اللہ بن عبد الجبار المرادی سے اور وہ خالد بن نزار ایلی سے، اور وہ عبد الرحمن بن ابی الزناد سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ أَبِيهِ، عَنِ السَّبْعَةِ، سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَخَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلِيمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَشِيخَةٍ سِوَاهُمْ أَهْلُ فِقْهِ وَصَلَاةٍ وَفَضْلٍ وَرُبَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الشَّيْءِ فَأَخَذَ بِقَوْلِ أَكْثَرِهِمْ وَأَفْضَلِهِمْ رَأْيًا فَكَانَ مِمَّا وَعَيْثُ عَنْهُمْ عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ (شرح معانی الآثار) ۱

ترجمہ: ان کے والد (ابوالزناد عبد اللہ بن ذکوان) اپنے اہل فقہ و صلاح، و اہل فضل مشائخ میں سے (مدینہ کے فقہائے) سبعة سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر اور قاسم بن محمد اور ابوبکر بن عبد الرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے مسئلہ اخذ کرتے، اور جب یہ حضرات کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو اس شخص کے قول پر عمل کرتے جو زیادہ ذی رائے اور افضل ہوتا، میں نے جو باتیں ان (فقہائے سبعة سے) مذکورہ طریقہ کے مطابق یاد کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وتر تین رکعات ہیں، اور ان کے آخر میں ہی سلام پھیرا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

یہ روایت پہلی روایت کے ساتھ مل کر حسن درجے میں داخل ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۵۸، کتاب الصلاة، باب الوتر.

۲۔ ابوالعوام تو امام طحاوی رحمہ اللہ کے شیخ ہیں، جن سے انہوں نے کئی احادیث روایت کی ہیں، اور ان کی وفات کی تاریخ بھی بیان کی ہے، اور ان کا اس حدیث سے استدلال کرنا ان کے نزدیک اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔
اور خالد بن نزار ایلی کو ابن حبان اور علامہ ذہبی اور محمد بن وضاح نے ثقہ قرار دیا ہے، اور ابن جارود نے ان کو حرمی بن عمارہ سے اثبت قرار دیا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تفصیل کو نقل کرنے کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَهَذَا مَنْ ذَكَرْنَا مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِينَةِ وَعُلَمَائِهِمْ قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ الْوِتْرَ
ثَلَاثٌ لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ وَتَابَعَهُمْ عَلَى ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ
الْعَزِيزِ وَلَمْ يُنْكَرْ ذَلِكَ مِنْكُمْ سِوَاهُمْ وَقَدْ عَلِمَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ربانہ بن حبان کا ان کے متعلق مغرب و مخطی کہنا، تو ان الفاظ سے وہ حسن الحدیث سے خارج نہیں ہوتے، بالخصوص جبکہ ابن حبان کی جرح محدثین کے نزدیک زیادہ معتبر شمار نہیں ہوتی، اور پہلی روایت بھی اس کی مؤید ہے، جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مدینہ طیبہ کے فقہاء کے قول کے مطابق تین وتر مقرر کرنے کا ذکر ہے، اور یہ حضرات اسی دور کے مدینہ کے فقہائے کرام میں داخل ہیں۔

سنة ثمان وستين ومائتين قال أبو جعفر الطحاوي فيها مات أبو العوام محمد بن عبد الله بن عبد الجبار المرادي في شوال (مولد العلماء ووفياتهم، ج ۲ ص ۵۸۵، لمحمد بن عبد الله بن أحمد بن سليمان بن زهر الربيعي)

خالد بن نزار بن المغيرة بن سليم الغساني، مولاہم، أبو يزيد الأيلي والد طاهر بن خالد بن نزار..... ذكره ابن حبان في "الثقات" وقال أبو سعيد بن يونس: مات سنة اثنتين وعشرين ومئتين. روى له أبو داود والنسائي (تهذيب الكمال ج ۸ ص ۱۸۳، ۱۸۵)
قلت: بقية كلام ابن حبان يغرب ويخطئ وقال مسلمة بن قاسم وثقة محمد بن وضاح وقال ابن الجارود في كتاب الآحاد وخالد بن نزار أثبت من حرمي بن عمار (تهذيب التهذيب ج ۳ ص ۱۰۶)

(خالد بن نزار بن المغيرة بن أبو يزيد الأيلي) عن: الأوزاعي، وغبراهيم بن طهمان، ونافع بن عمر، ومالك بن انس، وجماعة. وعنه: ابنه طاهر بن خالد، وأحمد بن صالح المصري، ومحمد بن عبد الله بن عبد الحكم، وهارون بن سعيد الأيلي، وخلق آخرهم مقدم بن داود الرعيني. وكان ثقة. توفي سنة اثنتين وعشرين. قال الدائلي: روى القراء عة عرضاً، وسامعاً عن نافع بن أبي نعيم (تاريخ الاسلام للإمام الذهبي، ج ۱ ص ۱۳۹، ۱۵۰)

أن المجتهد إذا استدل بحديث كان تصحيحاً فلا يحتاج إلى شيء بعده ومحمد - رحمه الله تعالى - إما مجتهد أو ناقل أدلة الإمام الأعظم فاستدلاله تصحيح (البحر الرائق، ج ۵ ص ۳۲۳، كتاب البيع، فصل يدخل البناء والمفاتيح في بيع الدار)

قلت: فكل حديث ذكره محمد بن الحسن الامام، او المحدث الحافظ الطحاوي، محتجين به، فهو حجة صحيحة على هذا الاصل لكونهما محدثين مجتهدين كما سبقين في موضعه (قواعد في علوم الحديث مقدمة اعلاء السنن جلد ۱ ص ۵۸)

مَا كَانَ مِنْ وَتْرٍ سَعِدٍ فَأَفْتَى بِغَيْرِهِ وَرَأَاهُ أُولَى مِنْهُ وَقَدْ أَفْتَى عُرْوَةُ بْنُ
 الزُّبَيْرِ بِذَلِكَ أَيْضًا وَقَدْ رَوَى عَنْهُ الزُّهْرِيُّ وَابْنُهُ هِشَامٌ فِي الْوَتْرِ مَا
 قَدْ تَقَدَّمَ رَوَيْنَا لَهُ فِي هَذَا الْبَابِ فَهَذَا عِنْدَنَا مِمَّا لَا يَنْبَغِي خِلَافُهُ
 لِمَا قَدْ شَهِدَ لَهُ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَعَلَ
 أَصْحَابُهُ وَأَقْوَالُ أَكْثَرِهِمْ مِنْ بَعْدِهِ ثُمَّ اتَّفَقَ عَلَيْهِ تَابِعُوهُمْ (شرح معانی
 الآثار للطحاوی، تحت حدیث رقم ۱۷۵۸، کتاب الصلاة، باب الوتر)

ترجمہ: پس یہ جو ہم نے مدینہ کے فقہاء اور علماء کا ذکر کیا، ان کا اس بات پر اجماع
 ہو گیا کہ وتر تین ہیں، ان کے آخر میں ہی سلام پھیرا جائے گا، اسی کی اتباع
 حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کی، اور ان کے علاوہ کسی انکار کرنے والے
 نے اس کا انکار نہیں کیا، اور حضرت سعید بن مسیب نے حضرت سعد کے ایک وتر
 پڑھنے کے عمل کو جاننے کے باوجود اس کے خلاف فتویٰ دیا، اور اس کے خلاف کو
 ہی اولیٰ قرار دیا، اور حضرت عروہ بن زبیر نے بھی اسی پر فتویٰ دیا، دراصل حالیکہ ان
 سے حضرت زہری اور ان کے بیٹے حضرت ہشام نے وتر کے بارے میں وہ
 روایت نقل کی ہے، جو ہم نے اس باب کے شروع میں ذکر کر دی ہے، اس لئے
 ہمارے نزدیک ایک سلام کے ساتھ تین و تروں کے خلاف عمل کرنا درست نہیں،
 کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس کی گواہی دیتی ہے، پھر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا فعل، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکثر
 حضرات صحابہ کے اقوال، اور پھر اسی پر تابعین کا اتفاق بھی ہے (ترجمہ ختم)

اس تفصیل سے حضرت عروہ، جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مختلف روایات کے راوی
 ہیں، اور ان کی مبہم روایات سے بعض لوگ تین و تروں کے خلاف پر استدلال کرتے ہیں۔
 اس کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ حضرت عروہ ان فقہائے سبعہ میں سے ہیں، جنہوں نے یہ

فتویٰ جاری فرمایا کہ وتر تین ہیں، جن کے آخر میں ہی سلام پھیرا جائے گا۔ ۱۔

خلاصہ

بچم اللہ تعالیٰ گزشتہ احادیث، روایات و آثار اور صحابہ کرام و تابعین عظام کے تعامل و اقوال سے و تروں کی تین رکعات (کے ایک سلام سے ہونے) کا ثبوت ہو گیا۔ ۲۔

جن میں سے بہت سی روایات میں دو پر سلام نہ پھیرنے، اور آخری رکعت میں ہی سلام پھیرنے کی صراحت بھی موجود ہے، اور دو رکعت پر سلام پھیرنے یا دو رکعت پر قعدہ کئے بغیر کھڑے ہونے کا ذکر نہیں، تو اس سے و تروں کی تین رکعات کا اس طرح پڑھنا بھی ثابت ہو گیا کہ جن میں دوسری رکعت پر قعدہ کیا جائے، اور آخر میں سلام پھیرا جائے۔

اور اس کے باوجود بعض کم علم یا متعصب لوگوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ احادیث و روایات اور آثار میں تین و تر پڑھنے کا تو ذکر ہے، مگر دوسری رکعت پر بیٹھنے یا سلام نہ پھیرنے کا ذکر نہیں، لہذا اس سے دوسری رکعت پر بیٹھنے کا ثبوت یا سلام کی نفی لازم نہیں آتی۔

۱۔ وعروة من الفقهاء السبعة يفتي بان الوتر ثلاث لا يسلم الا في آخرهن كما عند الطحاوي، وهو راوى للحديث فلم يحوجنا ذلك التعبير الا الى عناية فيه فذلك بعد وضوح المراد سهل يسير (معارف السنن ج ۲، ص ۲۰۱، ۲۰۲)

۲۔ وهذا لفظ حديث ابي بن كعب عند النسائي يرويه نحو عشرين من الصحابة منهم: عبد الله بن مسعود، وعائشة، وعمران بن حصين، وابن عباس، وجابر، وابوامامة، وابن عمر، وعبد الرحمن ابن ابزي، اشار الى بعضها الزيلعي والى بعضها في التلخيص وانظر الكشف (ص ۲۶) وحديث ابي عند النسائي، وحديث عبد الرحمن بن ابزي عنده وعند احمد والطحاوي، وحديث ابن عباس عند الترمذي، كل منها صحيح باعتراف الحافظ العراقي وغيره، واضحت شواهد لصحة البقية، وافراد الثلاث بالقرأة دليل شاف على وحدة الصلاة، ووحدة الصلاة دليل على انها بتسليم، وقد اعترف الحافظ في "الفتح" (۲-۳۰۰). مبرية. بدلالة هذه الاحاديث على وصل الثلاث بسلام واحد، ورد بها كلام ابن نصر في الانكار على صحة الوصل، فهل بعد ذلك يبقى مجال البحث للمنصف او ريب في قوة ما اختاره ابو حنيفة ومن وافقه من الائمة؟ وليس من النصفة في شيء وضع متمسكاته المحتملة موضع النص الصريح، ووضع صرائح نصوص الخصم كالمسكوت عنه، او عدم ملاحظتها كالمسكوت عنه المطروح، ودليل الحنفية في ترجيح الثلاث بانها جائزة عند الكل وما عداها ما فوقها وما دونها مختلف فيه في غاية القوة (معارف السنن ج ۲، ص ۲۲۲، ۲۲۳)

یہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے، کیونکہ اولاً تو کئی احادیث و روایات اور آثار میں اس کی صراحت اور وضاحت پائی جاتی ہے، اور یہ احادیث و روایات اور آثار، اُن احادیث و روایات اور آثار کی تفصیل و تشریح بن جاتے ہیں، جن میں صراحاً ان چیزوں کا ذکر نہیں۔ ۱۔

دوسرے جب بغیر کسی تفصیل کے تین و تروں کا پڑھنا ثابت ہو گیا، تو اسی سے و تروں کی مذکورہ ہیئت و طریقہ بھی خود بخود ثابت ہو گیا، کیونکہ دو رکعتوں سے زیادہ پر مشتمل نماز پڑھنے کا کوئی بھی دوسرا ایسا طریقہ شریعت سے ثابت نہیں کہ جس میں دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا جائے، یا قعدہ کر کے سلام پھیر دیا جائے، یا ایک رکعت الگ سے پڑھی جائے۔ ۲۔

اس کے باوجود بعض کم علم لوگوں کا دو رکعتوں پر تشہد پڑھ کر کھڑے ہونے کے صراحاً ذکر کا متلاشی رہنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ مغرب کی تین رکعتوں کے ثبوت کے باوجود کوئی شخص دو رکعتوں پر تشہد کو تسلیم نہ کرے، اور صراحاً دو رکعتوں پر تشہد پڑھ کر کھڑے ہونے کے ذکر کا متلاشی رہے۔

ظاہر ہے کہ مغرب سمیت جتنی بھی نمازوں کی رکعتیں ہیں، ان سب میں یہ بات اصولی انداز میں قدر مشترک کے طور پر مسلم ہے کہ ہر دو رکعت پر تشہد کیا جاتا ہے، اور کوئی شخص بھی تین یا چار رکعتیں جو شریعت سے ثابت ہیں، ان میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تین یا چار رکعتیں تو ثابت ہیں، لیکن ان میں دو رکعت پر تشہد ثابت نہیں۔

۱۔ جن احادیث و روایات میں و تروں کی دو رکعت پر سلام نہ پھیرنے یا سلام کے ساتھ فصل نہ کرنے کا ذکر ہے، تو ان سے جس طرح دو رکعتوں پر سلام نہ پھیرنا ثابت ہوتا ہے، اسی طرح قعدہ و تشہد کا ثبوت بھی ہوتا ہے، کیونکہ اگر قعدہ و تشہد نہ ہوتا تو سلام کی نفی کے بجائے قعدے و تشہد کی نفی کی جانی چاہئے تھی۔

مگر تعجب ہے کہ بعض لوگوں کو اتنے واضح الفاظ بھی نظر نہیں آتے، اور وہ ان سے سماعت اختیار کرتے ہیں۔

۲۔ فَلَمَّا بَيَّنَّ عَنْهُمْ أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ، نَظَرْنَا فِي حُكْمِ التَّسْلِيمِ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ مِنْهُنَّ، كَيْفَ هُوَ؟ فَرَأَيْنَا التَّسْلِيمَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ وَيَخْرُجُ الْمُسْلِمُ بِهَا مِنْهَا، حَتَّى يَكُونَ فِي غَيْرِ صَلَاةٍ. وَقَدْ رَأَيْنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ مِنَ الْفَرَضِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُفْصَلَ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ بِسَلَامٍ. فَكَانَ النَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ، الْوُتْرُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُفْصَلَ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ بِسَلَامٍ (شرح معانی الآثار، تحت حدیث رقم ۱۷۴۹، کتاب الصلاة، باب الوتر)

تیسرے کئی روایات میں وتروں کی نماز کو مغرب کی نماز کی طرح قرار دیا گیا ہے، اور مغرب کی نماز کی طرح قرار دیئے جانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس طرح مغرب کی تین رکعتیں دو قعدوں اور ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح وتر کی تین رکعتیں بھی پڑھی جائیں گی۔

چوتھے بعض روایات میں ہر دوسری رکعت پر قعدہ و شہد پڑھنے کو ایک اصول کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، بلکہ کئی صحیح احادیث میں ہر دو رکعت پر شہد اور اتحیات کا حکم اور بھول کر قعدہ اولیٰ چھوٹ جانے کی صورت میں سجدہ سہو کا ذکر بھی موجود ہے، اور ان میں وتر کی نماز کا استثناء مذکور نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن نحسینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنْ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ (بخاری) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دوسری رکعت سے (بھول کر) کھڑے ہو گئے، اور بیٹھے نہیں، پھر جب نماز پوری فرمائی، تو (سہو کے) دو سجدے کئے، پھر اس کے بعد (دونوں طرف) سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتِ (مسلم) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۲۲۵، کتاب الجمعة، باب ما جاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة، دار طوق النجاة، بيروت.

۲۔ حدیث نمبر ۴۹۸، ج ۱ ص ۳۵۷، کتاب الصلاة، باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتح به ويختتم به الخ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ له، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۰۳۰، ابو داؤد، حدیث نمبر ۷۸۳، باب من لم ير الجهر ب بسم الله الرحمن الرحيم. فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط مسلم، بدیل - وهو ابن ميسرة العقيلي - من رجاله، وبقية

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت میں التحیات پڑھا کرتے تھے
(ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہر دو رکعت پر التحیات پڑھنے کی تھی، اگر وتر کی دوسری رکعت میں التحیات پڑھنے کی عادت نہ ہوتی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا الگ حکم بیان فرماتیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَزِيدُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ عَلَى
التَّشَهُّدِ (مسند أبي يعلى الموصلي) ١

ترجمہ: رسول اللہ دو رکعتوں میں (یعنی قعدہ اولیٰ میں) تشہد پر زیادتی نہیں فرماتے تھے (ترجمہ نعم)

(گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

رجاله ثقات رجال الشيخين .إسحاق الأزرق :هو ابن يوسف، وحسين المُكْتَب :هو ابن ذكوان المعلم، وأبو الجوزاء :هو أوس بن عبد الله الرّبيعي .
وأخبره مطولاً ومختصراً عبد الرزاق في "مصنفه(٢٥٣٠) " و٢٦٠٢ و٢٨٤٣ و٣٠١٤ و٣٠٥٠، وابن أبي شيبة ٢٩٩/١ و٢٥٢ و٢٨٣ و٢٨٥ و٢٨٩، وإسحاق بن راهوية في "مسنده١٣٣١"، ومسلم ٢٩٨، وأبو داود ٤٨٣، وابن ماجه ٨١٢ و٨٦٩ و٨٩٣، وأبو يعلى ٣٦٦، وابن خزيمة ٦٩٩، وأبو عوانة ٩٣/٢ و٩٦ و١٦٣ و١٨٩، وابن حبان ٤٦٨، والبيهقي في "السنن ١٥/٢ و٨٥ و١٣ و١٤٢ امن طرق عن حسين، بهذا الإسناد.

١. حديث نمبر ٢٣٤٣، مسند عائشة، دار المأمون للتراث - دمشق.

قال الهيثمي:

ورواه أبو يعلى من رواية أبي الحويرث عن عائشة، والظاهر أنه خالد بن الحويرث وهو الثقة، وبقية رجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد ج ٢ ص ١٢٢)

وقال حسين سليم أسد في تعليق أبي يعلى: إسناده صحيح.

قلت: له شاهد من حديث عبد الله بن مسعود رواه أبو داود، والنسائي والترمذي (إتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، تحت حديث رقم ١٣٦٩، باب التخفيف في التشهد الأول)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَشْهَدُ وَتَسْلِمُ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ (المعجم

الكبير للطبرانی، حدیث نمبر ۸۶۹، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں تشهد ہے، اور سلام ہے رسولوں پر، اور ان کی اتباع کرنے والے عباد اللہ الصالحین پر (ترجمہ ختم)

اور رسولوں اور عباد اللہ الصالحین پر سلام سے مراد تشهد کے الفاظ ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور اس اصول میں وتر بھی داخل ہیں، کیونکہ ان کا استثناء نہیں کیا گیا۔ ۲

۱۔ یہ حدیث اگرچہ بعض کے نزدیک ضعیف ہے، مگر اس مفہوم کی دوسری حدیثوں سے مل کر حسن درجے میں داخل ہے، اور ناصر الدین البانی صاحب نے بھی اس حدیث میں شاہد بنی کی صلاحیت کا اعتراف کیا ہے۔ قال الہیثمی:

وعن أم سلمة أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: في كل ركعتين تشهد وتسليم على المرسلين وعلى من تبعهم من عباد الله الصالحين. رواه الطبرانی في الكبير وفيه علي بن زيد واختلف في الاحتجاج به وقد وثق (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۱۳۹)

وقال الالبانی:

أخرج الطبرانی في "المعجم الكبير" (۸۶۹/۳۶۷/۲۳) من طريق أبي همام الخاركي: حدثني عدي بن أبي عدي عن علي بن زيد عن الحسن عن أمه عن أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فذكره. قلت: وهذا حديث حسن، رجاله ثقات علي ضعف في علي بن زيد، وهو ابن جدعان، وقال الہیثمی فی "المجمع" (۱۳۹/۲): "واختلف في الاحتجاج به، وقد وثق". قلت: فمثله يستشهد به حدیثه

(السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حدیث رقم ۲۸۷۶)

قلت: علی بن زید هذا هو ابن جدعان، وقد مر غیر مرة انه حسن الحديث (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۵۱، باب الايتار بثلاث)

۲۔ هذا الحديث محمولة على التشهد اجماعا لكونه واردا في مطلق الصلاة دون صلاة الليل خاصة (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۵۱، باب الايتار بثلاث)

القول مقدم على الفعل وهو لا يعارض القول الا اذا كان مقارنا لدليل التأسي كما ذكرناه، في المقدمة ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پانچویں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک وتر پڑھنے پر نکیر بھی منقول ہے، اور اس کے مقابلہ میں تین وتر پڑھنے پر کسی کی طرف سے نکیر منقول نہیں، اور ایک سلام اور دوسری رکعت پر قعدہ و تشہد کے ساتھ تین وتر کا جائز ہونا فقہائے کرام کے درمیان مسئلہ ہے۔

اتنے دلائل و شواہد کے ہوتے ہوئے وتر کی تین رکعات کو دو قعدوں اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کے طریقے کو بعض متعصبین کا ممنوع یا ناجائز قرار دینا لاعلمی یا خیانت یا پھر سخت ہٹ دھرمی پڑنی ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولم يوجد فانه صلى الله عليه وسلم كان لا يصلي صلاة الليل بمحضر من الناس بل في بيته ، والناس نيام فالكيفيات التي وردت فيها خالية عن دليل التأسى مع الاختلاف الكثير والمضادة الشديدة في حكايته ، فكيف يجوز تخصيص الامر العام بها ، والحال هذه ، فان القول حجة ملزمة على الامة لا يترك ولا يخصص الا بمثله فافهم وتيقظ وكن من المتبصرين ، وهذا ما وعدنا بيانه في باب هيئة جلسة التشهدين تحت حديث عائشة المذكور في المتن ههنا وهناك (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۵۵، ۵۴، باب الايتار بثلاث)

۱۔ جیسا کہ ایک غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

خلاصۃ التفتیح یہ ہے کہ مغرب کی طرح (یعنی دو تشہدوں کے ساتھ) تین وتر پڑھنا ممنوع ہے، لہذا تین وتر پڑھنے کے دو طریقے صحیح ہیں۔

اول دور کعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے، اور ایک وتر علیحدہ پڑھیں۔

دوم قیس بن سعد سے روایت ہے کہ عطاء (بن ابی رباح) تین وتر پڑھتے، ان کے درمیان نہ بیٹھتے، اور صرف آخری رکعت میں تشہد پڑھتے تھے (نماز وتر کی بعض روایات مع تحقیق و تخریج، ص ۴، مضمون: زیر علی زئی، محرمہ مورخہ: ۱۳۰۱ھ فروری ۲۰۱۱ء)

حالانکہ ان صاحب کے پاس اپنے اس دعوے کی کوئی صریح دلیل نہیں، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے دور کعتیں پڑھ کر سلام پھیر دینے، اور ایک وتر علیحدہ پڑھنے پر جو استدلال کیا ہے، وہ درست نہیں، کیونکہ اولاً تو پہلے مغرب کی طرح تین وتر پڑھنے کو ممنوع قرار دینا، اور پھر دو کعتیں پڑھ کر سلام پھیر دینے اور ایک وتر علیحدہ پڑھنے کو تین وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ قرار دینا ہی غلط ہے، کیونکہ جب خود ایک وتر علیحدہ پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے، تو ان کو تین وتر قرار دینا کیسے درست ہوا۔

جس سے معلوم ہوا کہ ان صاحب کو اپنے تین اور ایک کے دعوے میں بھی فرق معلوم نہیں۔

دوسرے ایک غیر مقلد کا صریح احادیث اور صحابہ کرام کے تعامل کو نظر انداز کر کے کسی تابعی کے عمل کو حجت میں پیش کرنا، خود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس بعض آثار میں اگرچہ ایک رکعت وتر پڑھنے کا بھی ذکر ہے، لیکن تین رکعت وتر کا دو تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا صحیح احادیث و روایات اور آثار اور جمہور صحابہ کرام اور خیر القرون کے تعامل کے مطابق ہونے اور فقہائے کرام کے درمیان مسئلہ ہونے کی وجہ سے رائج ہے، اور اس کو غلط قرار دینا خود غلطی پر مبنی ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اس کے دعوے کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اس کے نزدیک تابعین کا قول حجت نہیں۔ بالخصوص جبکہ وہ اخبار صحیحہ مرفوعہ و موقوفہ کے بھی خلاف ہوں۔

ولا یمتنع باقوال التابعین عندهم مطلقاً (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۷، باب الايتار بثلاث)
فعل التابعی عند معارضته الاخبار الصحيحة المرفوعة والموقوفة ليس بشیء (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۵۵، باب الايتار بثلاث)
اور اگر وہ حجت سمجھتا ہے تو اس کی وضاحت کرنی چاہئے، اور اس معیار پر اس مسئلہ کا بے شمار جلیل القدر تابعین کے آثار کو سامنے رکھ کر جائزہ لینا چاہئے۔
پھر ایک غیر مقلد کا اپنے لئے توہم ہر قسم کے دلائل اور علماء کے اقوال کو ردوارکھنا اور دوسرے کی طرف سے کسی کا قول پیش کرنے پر اس کا رد کرنا ہر معیار ہے۔
چنانچہ امداد الاحکام میں ہے:

اگر غیر مقلد اس کے ضعیف ہونے کا دعویٰ کریں، تو کتاب و سنت سے دلیل لائیں، کسی عالم کا قول بیان نہ کریں، کیونکہ کسی عالم کا قول جب خود ان کے اوپر حجت نہیں، تو دوسروں پر اس سے حجت قائم کرنے کا ان کو کیا حق ہے؟

دوسرے اگر وہ دوعالموں کا قول اپنی تائید میں لائیں گے، تو ہم دس کا قول اس کے خلاف دکھلا سکتے ہیں (امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۴۲)

کسی راوی میں کسی محدث کے طعن و جرح سے اگر وہ راوی ضعیف یا اس کی احادیث ضعیف ہو جایا کریں تو خود امام بخاری بھی ضعیف اور ان کی احادیث بھی ضعیف ہو جائیں گی، کیونکہ امام بخاری پر بھی امام محمد بن یحییٰ ذہبی نے جرح کی ہے، دیکھو مقدمہ فتح الباری، نیز بخاری کے بہت سے راویوں پر بعض محدثین نے جرح و طعن کیا ہے، جیسا کہ مقدمہ فتح الباری کے مطالعہ سے واضح ہوگا (امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۴۹)

۱۔ قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی الوتر ثلاث رکعات کثلاث المغرب لا تفصیل بینہن بسلام ولا غیرہ یقر فی کل رکعة بفاتحة الكتاب وسورة

وقال بعض اهل المدينة لا باس بان یوتر برکعة و ذکر و اذک لک عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
انه صلی العشاء ثم قام خلف المقام فصلى رکعة واحدة قرا فیہا القرآن و ذکر و اذک و ايضا عن سعد بن
﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور انصاف و اعتدال کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
اور امت میں انتشار و افتراق پیدا کرنے سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

نقطہ

نقطہ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۲۹/ربیع الآخر/۱۴۳۲ھ 04/اپریل/2011ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ابی وقاص انہ کان یوتر برکعة وقال بعضهم وممن قال ذلک مالک بن انس ومن قال بقوله لیس ینبغی ان یوتر برکعة لیس معها غیرها ولكنه یوتر بثلاث الا انه یفصل بین الرکعتین بین الشفع و بین الرکعة بسلام واحب الینا ان لا یزاد فی الفصل من الوتر والشفع قبله علی السلام (الحجة علی اهل المدينة، ج ۱ ص ۱۹۰، باب عدد الوتر)

اما من جهة الروایة فظاهر، لان العدد الكثير اولی من الواحد، ولان عائشة رضی اللہ عنہا كانت ترى وتره صلى الله عليه وسلم اکثر مما يراه ابن عمر، لانه صلى الله عليه وسلم كان یوتر فی بيته دائما وفي آخر الليل غالباً، ولا يحضره ابن عمر فی مثل هذا الوقت ولا فی بيته بعد العشاء، وكذا انس رضی اللہ عنہ كان يحضر منه صلى الله عليه وسلم مالا يحضره غيره من الرجال لكونه من خواص خدمه، واما دراية: فلان الفصل بین الشفع والوتر مما لانظيره له فی المكتوبة ولا فی التطوع، فما رواه الجماعة موافق للقياس دون ما رواه ابن عمر (اعلاء السنن، ج ۲ ص ۳۱، باب الايتار بثلاث)

قلت: وليس مرادنا الا ترجيح الوتر بثلاث علی الايتار بواحدة، ولا نقول: ان الوتر بواحدة لا اصل له فی الشريعة رأساً، كيف؟ وقد نعلم ان بعض الصحابة قد اوتر بها، لكن ذلك لم یکن متعارفا بينهم كما يشعر به هذا الاثر، ولم یذهب اليه الا قليل منهم كما استعرف (اعلاء السنن، ج ۲ ص ۴۱، باب الايتار بثلاث)

وبالجملة فقد تبين ان كون الوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخره من كان متعارفاً متقراً عند المسلمین والصحابة منهم والتابعين (اعلاء السنن، ج ۲ ص ۵۰، باب الايتار بثلاث)
وبالجملة قد جاءت روايات وجوه عديدة واتفقت فی المعنی والمرفوع يجب ان یكون متوافقاً البتة والوصل هو عمل اکثر الصحابة والسلف فی وتر رمضان (معارف السنن ج ۳ ص ۱۹۹)

قنوت وتر و فجر کا ثبوت اور اس کا موقع و محل

سوال

احادیث کی رو سے دعائے قنوت کون کون سی نماز میں پڑھنی چاہئے، کیا فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے؟ اور وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے، یا رکوع کے بعد، اور دعائے قنوت کہتے وقت تکبیر کہنے کا ثبوت کیا ہے؟ اور دعائے قنوت کے وقت میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت نازلہ کی دعا نہیں ہے، البتہ مخصوص حالات میں قنوت نازلہ پڑھی جاتی ہے، جو دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہے، اور رکوع سے پہلے پڑھنے کی بھی گنجائش ہے، اور وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت ہمیشہ پڑھنی چاہئے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ وٹروں کی تیسری رکعت میں قرائت سے فارغ ہو کر تکبیر کہے، اور تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ (تکبیر تحریمہ کی طرح) کانوں تک اٹھائے، پھر دعائے قنوت پڑھے، اور پھر دعائے قنوت سے فارغ ہو کر تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔

۱۔ وقال أبو حنيفة رحمه الله القنوت في الوتر قبل الركعة الثالثة إذا فرغ من السورة كبر ورفع يديه ثم خفضهما ثم دعا ثم كبر فلم يرفع يديه ثم ركع (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۱۹۹، باب عدد الوتر)

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ. فَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا، وَاخْتَارَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَإِسْحَاقُ، وَأَهْلُ الْكُوفَةِ، وَقَدْ رَوَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي النَّصَفِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَكَانَ يَقْنُتُ بَعْدَ الرُّكُوعِ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ (سنن الترمذی، تحت حدیث رقم ۴۶۴، ابواب الوتر، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر)

حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ
الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فَلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ
بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ زُهَاءَ
سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ذُونَ أُولَئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ
وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ (بخاری) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت کے بارے
میں سوال کیا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ
دعائے قنوت تو (شریعت میں) ہے، حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا
کہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ رکوع سے پہلے ہے۔

حضرت عاصم نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کی طرف سے یہ خبر دی ہے
کہ آپ نے یہ فرمایا کہ دعائے قنوت رکوع کے بعد ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کہ اس نے حقیقت کے خلاف بات کہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے تو صرف ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت (نازلہ) پڑھا تھا۔

میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قراء حضرات کو، جن کی
تعداد ستر کے قریب تھی مشرکین کی ایک قوم کی طرف بھیجا تھا، جنہوں نے ان کو قید
کر لیا تھا، اور ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد (یعنی صلح کا

۱۔ حدیث نمبر ۱۰۰۲، کتاب الجمعة، باب قنوت قبل الركوع وبعده، دار طوق النجاة، بیروت۔

معاہدہ) تھا (جس کی مشرکین کی طرف سے خلاف ورزی ہوئی تھی) تو (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت (نازلہ) پڑھا تھا، جس میں آپ ان (مشرکین) کے لئے بددعا فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور مسلم شریف کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّمَا قَتَتْ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَنْاسٍ قَتَلُوا أَنْاسًا مِّنْ أَصْحَابِهِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت (نازلہ) پڑھا تھا۔

جس میں آپ ان لوگوں کے لئے بددعا فرمایا کرتے تھے، جنہوں نے آپ کے قاری صحابہ کرام کو قتل کر دیا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ روایت بیان کی کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَتْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، عَلَى رِعْلٍ، وَذُكْوَانَ، وَعُصَيْيَّةَ، وَبَنِي لَحْيَانَ (بخاری) ۲

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح (یعنی فجر) کی نماز میں عرب کے بعض قبیلوں، یعنی قبیلہ رعل اور قبیلہ ذکوان، اور قبیلہ عصیہ، اور قبیلہ بنی لحيان کے خلاف دعا فرمائی (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۶۷۷، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب القنوت، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۴۰۹۰، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، ورعل، و ذکوان الخ، دار طوق النجاة، بیروت.

اور حضرت ابو جحزہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

قَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى رِغْلٍ، وَذُكْوَانَ، وَيَقُولُ عُصِيَّةُ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح (یعنی فجر) کی نماز میں رکوع کے بعد قبیلہ رعل اور قبیلہ ذکوان کے خلاف دعا فرمائی، اور یہ فرمایا کہ قبیلہ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبدالعزیز سے ایک لمبی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْعَدَاةِ وَذَلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ.

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ أُنْسًا عَنِ الْقُنُوتِ أَبْعَدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ (بخاری) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف فجر کی نماز میں ایک مہینہ تک بد دعا فرمائی اور یہ قنوت کی ابتداء تھی اور ہم (اس سے پہلے) یہ قنوت نہیں پڑھتے۔

عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ رکوع کے بعد ہے یا قرائت سے فارغ ہونے کے وقت ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد نہیں

۱۔ حدیث نمبر ۶۷۷، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب القنوت، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۴۰۸۸، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، ورعل و ذکوان و بشر معونة، دار طوق النجاة، بیروت.

بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے وقت ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ سَأَلَ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ (سنن نسائی) ۱

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک پڑھا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رکوع سے پہلے پڑھا تھا یا رکوع کے بعد؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد (ترجمہ ختم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بعض روایات کے آخر میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبل کے خلاف فجر میں قنوت پڑھا تھا، لیکن بعد میں اس کو ترک فرمادیا تھا۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ رُفِعَ ذَلِكَ بَعْدَ (بخاری) ۲

ترجمہ: پھر اس کے بعد یہ (فجر میں قنوت نازلہ کا) حکم ختم کر دیا گیا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءِ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ (مسلم) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۱۰۷۱، کتاب التطبيق، باب القنوت فی صلاة الصبح، مکتب المطبوعات الإسلامية، حلب۔

۲۔ حدیث نمبر ۳۰۶۲، کتاب الجہاد والسير، باب العون بالمدد، دار طوق النجاة، بیروت۔

۳۔ حدیث نمبر ۶۷۷، کتاب الصلاة، باب القنوت فی الصلوات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، مسند احمد حدیث نمبر ۱۲۹۹۰۔
فی حاشیہ مسند احمد: اسنادہ صحیح علی شرط الصحیحین۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت (نازلہ) عرب کے قبیلوں میں سے بعض قبیلوں کے خلاف پڑھا تھا، جس میں ان کے خلاف دعا فرمائی تھی، پھر اس کو چھوڑ دیا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن سیرین اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهُ (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت (نازلہ) پڑھا تھا، پھر چھوڑ دیا تھا (ترجمہ ختم)

اور چھوڑنے کی وجہ یہی تھی کہ وہ نازلہ وحادثہ ختم ہو گیا تھا۔ ۲
ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت نازلہ نہیں پڑھا، بلکہ ضرورت کے وقت ہی پڑھا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْنُتُ إِلَّا أَنْ يَدْعُوا لِقَوْمٍ عَلَى قَوْمٍ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوا عَلَى قَوْمٍ أَوْ يَدْعُوا لِقَوْمٍ، قَنَتَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ (صحيح ابن خزيمة) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۱۴۲۵، کتاب الصلاة، باب القنوت فی الصلوات، المكتبة العصرية، بیروت.
۲۔ ثم تركه لانه قنت في نازله فارتفعت وزالت (بذل المجهود ج ۲ ص ۳۳۵، باب القنوت فی الصلوات)

۳۔ حدیث نمبر ۱۰۹۷، ج ۲ ص ۵۳، کتاب الصلاة، المكتبة الاسلامی، بیروت.
كان إذا رفع رأسه من الركوع في صلاة الصبح في آخر ركعة قنت. "
رواه ابن نصر في "قيام الليل" ص (۱۳۲) قال: حدثنا محمد بن عبيد بن حساب حدثنا سفيان عن الزهري عن سعيد عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ... قلت: وهذا إسناد صحيح على شرط مسلم، وقد أخرجه (۱۳۵/۲) من طريقين آخرين عن ابن عيينة به. و أخرجه هو و البخاري (۲۱۸۲۱/۳) و أحمد (۲۵۵/۲) من طرق أخرى عن الزهري به أتم منه.
﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم قنوت (نازلہ) اسی وقت پڑھتے تھے، جب کچھ لوگوں کے لئے دعا اور کچھ لوگوں کے خلاف بددعا فرماتے تھے، پس جب کسی قوم کے لئے دعایا بددعا کا ارادہ فرماتے، تو اس وقت قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے، جبکہ فجر کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تھے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں جس قنوت کے ضرورت کے وقت میں فجر کی نماز میں پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد قنوتِ نازلہ ہے، کیونکہ اس میں بددعا کا ذکر ہے، جو ضرورت کے وقت ہی پڑھنا چاہئے، ہمیشہ نہیں۔

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں فقہائے احناف اور بعض دیگر فقہاء نے فرمایا کہ فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ ہمیشہ نہیں ہے، بلکہ ضرورت کے وقت میں ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(تنبیہ) : القنوت الوارد فی هذا الحديث هو قنوت النازلة، بدلیل قوله فی حدیث الشیخین " : فیدعوا للمؤمنین ویلعن الکفار . " و انظر "الإرواء" (۱۶۴، ۱۶۰/۲) . وأصرح منه رواية ابن خزيمة بلفظ " : كان لا یقنت إلا أن یدعو لأحد، أو علی أحد . " وسنده صحیح (السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حدیث رقم ۲۰۷۱)

۱۔ مسألة لا یسن القنوت فی الفجر وقال مالک والشافعی یسن. لنا تسعة أحادیث:

الحدیث الأول: أخبرنا ابن الحصین قال أنبأنا ابن المذهب أنبأنا أحمد بن جعفر قال حدثنا عبد الله بن أحمد قال حدثني أبي قال حدثنا يزيد بن هارون أنبأنا أبو مالك قال قلت لأبي يا أبا إنك قد صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان وعلي ههنا بالكوفة قريباً من خمس سنين أكانوا يقنتون فقال أي بنی محدث

أخبرنا سعد الخير أنبأنا عبد الرحمن بن حمد الدونى أنبأنا أحمد بن الحسين الكسار قال أنبأنا أبو بكر بن محمد السنى قال أنبأنا أبو عبد الرحمن النسائى أنبأنا قتيبة عن خلف عن أبي مالك الأشجعی عن أبيه قال صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم فلم يقنت وصليت خلف أبي بكر فلم يقنت وصليت خلف عمر فلم يقنت وصليت خلف عثمان فلم يقنت وصليت خلف علي فلم يقنت ثم قال يا بنی إنها بدعة .

اسم أبی مالک سعد بن طارق بن الأشیم قال البخاری طارق بن الأشیم له صحبة وهذا الإسناد صحیح وقد تعصب أبو بکر الخطیب فقال فی صحبة طارق نظر قال وإن صح الحدیث حملناه علی دعاء أحدثه أهل ذلك العصر وهذا منه تعصب ازداد لا وجه للنظر بعد ثبوت صحبته عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض روایات میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کا ذکر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البخاری و محمد بن سعد وغیرہما ممن ذکر فی الصحابة وأما حملة فحمل من لا يفهم لأن الإنكار كان للدعاء في ذلك الوقت لا لنفس الدعاء .

الحديث الثاني : أخبرنا المبارك بن أحمد قال أنبأنا الحسن بن مرزوق قال أنبأنا أحمد بن علي قال أخبرني عبد الله بن أبي الفتح قال حدثنا المعافي بن زكريا قال حدثنا محمد بن مرزوق قال حدثنا محمد بن عبد الله الأنصاري قال حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يقنت إلا إذا دعا لقوم أو دعا على قوم .

الحديث الثاني : أخبرنا ابن المبارك أنبأنا ابن مرزوق أنبأنا أحمد بن علي أخبرني الحسين بن أبي الحسن حدثنا عمر بن أحمد الواعظ حدثنا أحمد بن محمد بن سعيد حدثنا الحسن بن علي بن عفان حدثنا عبد الحميد الحماني عن سفيان عن عاصم عن أنس بن مالك أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يقنت إلا شهرا واحدا حتى مات .

فإن قالوا عبد الحميد قد ضعفه أحمد قلنا فقد وثقه يحيى بن معين .

الحديث الرابع : أخبرنا المبارك قال أنبأنا ابن مرزوق أنبأنا أحمد بن علي بن ثابت أنبأنا أحمد بن أبي جعفر حدثنا عبد الله بن أحمد بن يعقوب أنبأنا إسحاق بن سيار قال أنبأنا أبو همام حدثنا عمر بن عبد الواحد عن ابن ثوبان عن الحسن بن الحر عن إبراهيم بن الأسود عن عمر بن الخطاب أنه لم يكن يقنت إلا أن يستنصر قال ولا رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا أبو بكر .

فإن قالوا ابن ثوبان ضعيف قلنا قد قال يحيى ليس به بأس .

الحديث الخامس : أخبرنا أبو المعمر الأنصاري أنبأنا ابن مرزوق قال أنبأنا الحسين بن عمر بن برهان حدثنا إسماعيل بن محمد الصفار حدثنا عبد الرحمن بن مرزوق حدثنا شابة حدثنا قيس بن الربيع عن عاصم بن سليمان قال قلنا لأنس إن قوما يزعمون أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يزل يقنت بالفجر فقال كذبوا إنما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا واحدا يدعو على حي من أحياء المشركين .

فإن قالوا تفرد به قيس بن الربيع وقد ضعفه يحيى قلنا قد كان شعبة يثنى عليه .

الحديث السادس : أخبرنا ابن الحصين قال أنبأنا ابن المذهب أنبأنا أحمد بن جعفر قال حدثنا عبد الله بن أحمد قال حدثني أبي قال حدثنا يحيى عن هشام قال حدثنا قتادة عن أنس قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا بعد الركوع يدعو على أحياء من أحياء العرب ثم تركه أخرجه في الصحيحين وقد احتج الخصم بأحاديث و أحاديثهم تنقسم أربعة أقسام أحدها ما هو مطلق وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قنت وهذا لا تنازع فيه لأنه قد ثبت أنه قنت والثاني مقيد بأنه قنت في صلاة الصبح وهذا لا نزاع فيه لأنه قد فعل ذلك شهرا والثالث لفظ محتمل كان يقنت في الصبح فيحمله على ما فعله شهرا بآدلتنا (تَنْقِيحُ التَّحْقِيقِ فِي أَحَادِيثِ التَّغْلِيْقِ، مسألة لا يسن القنوت في الفجر وقال مالك والشافعي يسن لنا تسعة أحاديث، تحت حديث رقم ۶۷۷ تا ۶۸۳) ﴿بقية حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے، تو وہ مشہور احادیث کے خلاف اور شاذ ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

والذی یظهر بہ ان یقنت بعد الركوع لا قبلہ بدلیل ان ما استدل بہ الشافعی رحمہ اللہ علی قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع، حملة علمائنا علی القنوت للنازلة ثم رأيت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظهر الحموی انه قبلہ والاظهر ما قلناه، قلت حدیث انس فی الصحيح یفید القنوت للنوازل بعد الركوع وكذا حدیث ابی هريرة (اعلاء السنن جلد ۶ صفحہ ۱۱۹ احکام القنوت النازلة)

۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ يَعْنِي الرَّازِيَّ، عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: "مَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۲۶۵۷)

فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده ضعيف، أبو جعفر الرازي - واسمه عيسى بن ماهان - سيء الحفظ، وقد خالف رواية الشقات لهذا الحديث عن أنس، فالرواية الصحيحة عنه: أن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قننت شهراً يدعو على أحياء من أحياء العرب: عصبية وذكوان ورعل ولحيان. انظر (۱۲۰۶۴).

والحديث في "مصنف عبد الرزاق (۴۹۶۴)"، ومن طريقه أخرجه الدارقطني ۳۹/۲، والضياء في "المختار" ۲۱۲. وأخرجه بنحوه ابن أبي شيبة ۳۱۲/۲، والبزار (۵۵۲)، كشف الأستار، والطحاوي في "شرح معاني الآثار ۲۴۴/۱"، والدارقطني ۳۹/۲، والبيهقي ۲۰۱/۲، والبغوي ۲۳۹، والحازمي في "الاعتبار" ص ۸۶، والضياء ۲۱۲۸ من طرق عن أبي جعفر الرازي، بهذا الإسناد. وأخرج الطحاوي ۲۴۳/۱، والبيهقي ۲۰۲/۲ من طريق عمرو بن عبيد، عن الحسن، عن أنس قال: صليت مع النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فلم يزل يقنت في صلاة الغداة حتى فارقت، وصليت مع عمر بن الخطاب فلم يزل يقنت في صلاة الغداة حتى فارقت. وقرن البيهقي بعمرو بن عبيد إسماعيل بن مسلم المكي، وقال: لا نحتج بهما. قلنا: وهما متفق على تركهما (محقق مسند احمد: شعيب الأرناؤوط - عادل مرشد، وآخرون)

قال الالباني:

"ما زال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقنت في صلاة الغداة حتى فارق الدنيا" منكر، أخرجه عبد الرزاق في "المصنف ۴۹۶۴/۱۱۰/۳" وابن أبي شيبة (۳۱۲/۲) - مختصراً - والطحاوي في "شرح المعاني" (۱۳۳/۱) والدارقطني ص ۱۷۸، والحاكم في "الأربعين" وعنه البيهقي ۲۰۱/۲ وكذا البغوي في "شرح السنة ۲۳۹/۱۲۳/۳" وابن الجوزي في "الواهي ۴۴۴/۱" و ۴۴۵، أحمد ۱۶۲/۳ من طريق أبي جعفر الرازي عن الربيع بن أنس قال: "كنت جالسا عند ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾"

اور حضرت ابوما لک الجعفی سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أنس بن مالك، فقیل له : إنما كنت رسول الله شهرا، فقال : " فذكره . وقال البغوی : " قال الحاكم : إسناده حسن . " وقال البيهقي : " قال أبو عبد الله : هذا إسناد صحيح سنده ، ثقة رواه ، و الربيع بن أنس تابعي معروف " .. وأقره ! وتعقبه ابن الترمذی بقوله : " كيف يكون سنده صحيحا و رواه عن الربيع أبو جعفر عيسى بن ماهان الرازي متكلم فيه ، قال ابن حنبل و النسائي : ليس بالقوي ، وقال أبو زرعة : يهم كثيرا ، وقال أبو زرعة : يهم كثيرا ، وقال الفلاس : سيء الحفظ ، وقال ابن حبان : يحدث بالمناكير عن المشاهير . " وقال ابن القيم في " زاد المعاد " ۱/ ۱۹۹ : " فأبو جعفر قد ضعفه أحمد وغيره ، وقال ابن المديني : كان يخلط . و هذا قال أبو زرعة : كان يهم كثيرا .. وقال لي شيخنا ابن تيمية قدس الله روحه : و هذا الإسناد نفسه هو إسناد حديث * : (و إذا أخذ ربك من بني آدم من ظهورهم *) حديث أبي بن كعب الطويل ، وفيه : و كان روح عيسى عليه السلام من تلك الأرواح التي أخذ عليها العهد و الميثاق في زمن آدم ، فأرسل تلك الروح إلى مريم عليها السلام حين انتبذت من أهلها مكانا شرقيا فأرسله الله في صورة بشر فتمثل لها بشرا سويا ، قال : فحملت الذي يخاطبها فدخل من فيها . و هذا غلط محض ، فإن الذي أرسل إليها الملك الذي قال لها * : (إنما أنا رسول ربك لأهب لك غلاما زكيا *) و لم يكن الذي خاطبها بهذا هو عيسى ابن مريم ، هذا محال . و المقصود أن أبا جعفر صاحب مناقير لا يحتج بما تفرد به أحد من أهل الحديث البتة . " و قال الحافظ ابن حجر في " التقریب : " " صدوق سيء الحفظ الحفظ خصوصا عن مغيرة . " و قال الزيلعي في " نصب الرأية " ۳۲/ ۲ : " بعد أن خرج الحديث : " و ضعفه ابن الجوزي في " التحقيق " ، و في " العلل المتناهية " و قال : هذا حديث لا يصح ، فإن أبا جعفر الرازي و اسمه عيسى بن ماهان قال ابن المديني : كان يخلط . " ... لكن قال البيهقي في " المعرفة " كما في " الزيلعي : " " وله شواهد عن أنس ذكرناها في (السنن) . " قلت : فوجب النظر في الشواهد المشار إليها هل هي صالحة للاستشهاد بها أم لا ؟

و هما شاهدان : الأول : يرويه إسماعيل بن مسلم المكي و عمرو بن عبيد عن الحسن عن أنس قال : " كنت رسول الله صلى الله عليه وسلم و أبو بكر و عمر و عثمان رضی الله عنهم - و أحسبه قال : رابع - حتى فارقتهم . " أخرجه الدارقطني و البيهقي و قال : " لا نحتاج بإسماعيل المكي و لا بعمر و بن عبيد . " قلت : إسماعيل ضعيف الحديث ﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ هَاهُنَا بِالْكُوفَةِ، نَحْوًا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

، وقال الخطيب في "الكفاية" (۳۷۲): "متروك الحديث . "و كذلك قال النسائي، وتركه جماعة . و عمرو و متهم بالكذب مع كونه من المعتزلة ، ثم إن الحسن البصري مع جلالة ، فهو مدلس و قد عنعنه . فلو صح السند إليه فلا يحتج به ، فكيف قد رواه عنه متروكان ؟ الثاني : يرويه خليل بن دعلج عن قتادة عن أنس بن مالك قال : "صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقتت ، و خلف عمر فقتت ، و خلف عثمان فقتت . " أخرجه البيهقي شاهدا ، و تعقبه ابن الترمذاني بقوله : " قلت : يحتاج أن ينظر في أمر خليل هل يصلح أن يستشهد به أم لا ؟ فإن ابن حنبل و ابن معين و الدارقطني ضعفوه . و قال ابن معين مرة : ليس بشيء . و قال النسائي : ليس بثقة . و في "الميزان" : "عده الدارقطني من المتروكين . ثم إن المستغرب من حديث الترجمة قوله " : ما زال يقتت في صلاة الغداة حتى فارق الدنيا . " و ليس ذلك في حديث خليل ، و غنا فيه أنه عليه السلام فقتت ، و ذلك معروف ، و إنما المستغرب دوامه حتى فارق الدنيا . فعلى تقدير صلاحية خليل للاستشهاد به كيف يشهد حديثه لحديث أنس ؟ . " قلت : و للحديث شاهد آخر ، يرويه دينار بن عبد الله خادم أنس عن أنس قال : " ما زال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقتت في صلاة الصبح حتى مات . " أخرجه الخطيب في "كتاب القنوت" له ، و شنع عليه ابن الجوزي بسببه لأن ديناراً هذا قال ابن حبان فيه : " يروى عن أنس آثاراً موضوعة لا يحل في الكتب إلا على سبيل القدر فيه . " و قد دافع عن الخطيب العلامة عبد الرحمن المعلمي في كتابه "التكميل" في فصل خاص عقده لذلك ، دافع فيه عن رواية الخطيب لهذا الحديث و نحوه من أوجه سبعة بينها . و لكنه رحمه الله مال إلى تقوية الحديث فقال عقب الشاهد المذكور : " فقد ورد من وجهين آخرين أو أكثر عن أنس ، صحح بعض الحفاظ بعضها ، و جاء نحو معناه من وجوه أخرى ، راجع "سنن الدارقطني" و "سنن البيهقي" ، و بمجموع ذلك يقوى الحديث . " فأقول : قد استقصينا في هذا التحقيق جميع الوجوه المشار إليها و هي كلها واهية جداً ، سوى الوجه الأول ، فإنه ضعيف فقط ، و لكنه منكر لما سيأتي بيانه . و الوجه الثاني : فيه إسماعيل بن مسلم المكي و عمرو بن عبيد المعتزلي و هما متروكان . و الوجه الثالث : فيه خليل بن دعلج ، و هو ضعيف على أن حديثه شاهد قاصر لأنه لم يقل فيه " : فقتت في الفجر حتى فارق الدنيا ! " و الوجه الرابع : فيه دينار بن عبد الله ، و هو متهم كما عرفت ذلك من عبارة ابن حبان السابقة ، و قد أقره الشيخ المعلمي رحمه الله ، فمع هذا الضعف الشديد في كل هؤلاء الرواة على التفصيل المذكور كيف يصح أن يقال " : و بمجموع ذلك يقوى الحديث " ؟ ! و ظني أنه إنما حمله على هذا التساهل في تقوية ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، فَكَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْفَجْرِ؟ فَقَالَ أَيُّ بَنِي مُحَدَّثٍ

(سنن ابن ماجہ) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا الحديث المنكر، إنما هو تحمسه الشديد في الرد على ابن الجوزي، و الدفاع عن الخطيب و البغدادی، و كان يكفيه في ذلك أن يذكر ما هو معلوم عنده أن المحدث إذا ساق الحديث بسنده فقد برئت عهده منه، و لا لوم عليه في ذلك حتى و لو كان موضوعا، و ابن الجوزي الذي له كتاب "الموضوعات" هو نفسه قد يفعل ذلك في بعض مصنفاته، مثل كتابه "تلبیس إبلیس"، بل رأيت ذكر في غيره ما لا أصل له من الحديث، و بدون إسناد، مثل حديث "صلاة النهار عجماء". "ذكره في "صيد الخاطر" كما نبهت عليه في التخریج المختصر له الملحق بآخره. و أما أن الحديث منكر، فلأنه معارض لحديثين ثابتين: أحدهما: عن أنس نفسه: "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يقنت إلا إذا دعى لقوم أو دعى على قوم". أخرجه الخطيب نفسه في كتابه "القنوت" من طريق محمد بن عبد الله الأنصاري: حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عنه. و الآخر: عن أبي هريرة قال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقنت في صلاة الصبح إلا أن يدعو لقوم، أو على قوم".

قال الزيلعي ۱۳۰/۲: "أخرجه ابن حبان عن إبراهيم بن سعد عن سعيد و أبي سلمة عنه. قال صاحب "التنقيح": "و سند هذين الحديثين صحيح، و هما نص في أن القنوت مختص بالنازلة". و حديث أنس عزاه الحافظ في "التلخيص" ۱/۲۳۵ لابن خزيمة في "صحيحه" من طريق سعيد به. و حديث ابن حبان لم يورده الهيثمي في "موارد الظمان". و قال الحافظ في "الدراية" ص ۷۱: "عقب الحديثين: "و إسناد كل منهما صحيح". و قال في "التلخيص" "عقب ما سبق ذكره من الأحاديث عن أنس: "فاختلفت الأحاديث عن أنس، و اضطربت فلا يقوم بمثل هذا حجة". يعني حديث أبي جعفر الرازي هذا. ثم قال: "تنبيه: عزاه هذا الحديث بعض الأئمة إلى مسلم فوهم، و عزاه النووي إلى "المستدرک" للحاكم، و ليس هو فيه، و إنما أورده و صححه في جزء له مفرد في القنوت، و نقل البيهقي تصحيحه عن الحاكم، فظن الشيخ أنه في (المستدرک). (فائدة): جاء في ترجمة أبي الحسن الكرجي الشافعي المتوفى سنة ۵۳۲هـ أنه كان لا يقنت في الفجر، و يقول: "لم يصح في ذلك حديث". قلت: و هذا مما يدل على علمه و إنصافه رحمه الله تعالى، و أنه ممن عافاهم الله عز وجل من آفة التعصب المذهبي، جعلنا الله منهم بمنه و كرمه. (السلسلة الضعيفة للالباني، تحت حديث رقم ۱۲۳۸)

۱. حديث نمبر ۱۲۴۱، کتاب اقامه الصلاة و السنة فيها، باب ماجاء في القنوت في صلاة الفجر. قال الالباني:

(حديث مالك الأشجعي قال: "قلت لأبي: يا أبت إنك صليت خلف رسول الله

﴿بقيہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے اپنے والد (حضرت طارق) سے عرض کیا کہ اے میرے ابا جان! بے شک آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے، اور حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر، اور حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ سال تک نماز پڑھی ہے، تو کیا یہ حضرات فجر کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! یہ بعد کی ایجاد ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات عام طور پر فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے، اس لئے فجر کی نماز میں قنوت نازلہ کا دائمی معمول درست نہیں۔ جہاں تک ضرورت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنے کا تعلق ہے، تو اس کے ثبوت میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے علاوہ کئی احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا فجر کی نماز میں صرف ضرورت کے وقت ہی قنوت پڑھنا ثابت ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر وعثمان وعلي ها هنا بالكوفة نحو خمس سنين
اكانوا يقنتون في الفجر؟ قال " :أى بنى محدث " رواه أحمد والترمذی وصححه
(ص ۱۰۹) صحیح.

رواه أحمد ۲/۳۷۲ و ۳۹۲ والترمذی ۲/۲۵۲ وكذا النسائی ۱/۶۳ وابن
ماجه ۲۳۱ والطحاوی ۱/۳۶ وابن أبی شیبہ ۲/۵۸ والطیالسی ۱۳۲۸ وعنه
البیهقی ۲/۲۱۳ من طرق عن أبی مالک به . والسیاق لابن ماجه وقال " :نحواً " .
وكذا قال الترمذی ، وقال أحمد "قريباً " . وفي رواية له " :كان أبی قد صلی خلف
رسول الله صلی الله عليه وسلم ، وهو ابن ست عشرة سنة " قلت : وإسناده
صحیح ، وقال الترمذی " :حدیث حسن صحیح " . (إرواء الغلیل فی تخريج أحادیث
منار السبیل، تحت حدیث رقم ۳۳۵)

۱۔ قال حدثنا يوسف بن ابی يوسف عن ابیه عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن النبی صلی
الله عليه وسلم انه لم یقنت فی الفجر الا شهرا واحدا حارب حیا من المشرکین قنت یدعو علیهم
لم یر قانتا قبلها ولا بعدها .

حدثنا يوسف عن ابیه عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله رضی الله عنه عن
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز متعدد احادیث و روایات کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جلیل القدر صحابہ کرام سے فجر کی نماز میں عام حالات میں قنوت پڑھنا ثابت نہیں۔ ۱۔
اور اس کے برعکس وتر کی نماز میں دعائے قنوت ہمیشہ تکبیر کہہ کر پڑھنا چاہئے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله تعالیٰ (کتاب الآثار لابن یوسف، حدیث نمبر ۳۴۹، ۳۵۰)
قال حدثنا یوسف بن ابی یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان ابا بکر رضی اللہ
عنه لم یقنت حتی لحق باللہ تعالیٰ (کتاب الآثار لابن یوسف، حدیث نمبر ۳۵۱)
قال حدثنا یوسف بن ابی یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان علیاً رضی اللہ عنه
قنت یدعو علی معاویۃ رضی اللہ عنه حین حاربہ فأخذ اهل الکوفۃ عنه وقت معاویۃ یدعو علی علی
فأخذ اهل الشام عنه (کتاب الآثار لابن یوسف، حدیث نمبر ۳۵۲)
قال ثنا یوسف بن ابی یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن عبد الملک ابن میسرۃ (عن زید بن وہب
ان عمر رضی اللہ عنه کان یقنت اذا حارب ویدع القنوت اذا لم یحارب (کتاب الآثار لابن
یوسف، حدیث نمبر ۳۵۳)
قال ثنا یوسف بن ابی یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود قال صحبت
عمر رضی اللہ عنه سنتین لم ارہ قانتا فی سفر ولا حضر (کتاب الآثار لابن یوسف، حدیث نمبر
۳۵۴)
قال ثنا یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ قال ثنا الصلت بن بہرام عن حوط عن ابی الشعثاء عن ابن عمر
رضی اللہ عنہما انه قال لابن الشعثاء انبت ان امامکم بالعراق یقوم فی آخر رکعۃ من الفجر لا تالی
قران ولا راکع (کتاب الآثار لابن یوسف، حدیث نمبر ۳۵۵)
۱۔ عن علقمۃ ، والأسود أنهما أقاما عند عمر رضوان اللہ علیہ سنتین ، أو حولین ، یصلیان معہ
صلاة الصبح ، لا یقنت فیہما (تہذیب الآثار للطبری، حدیث نمبر ۶۳۷)
عن الأسود ، قال : صلیت مع عمر رضی اللہ عنہ فی السفر وفی الحضر ما لا أحصى ، فكان لا
یقنت ، - یعنی فی الصبح (ایضاً، حدیث نمبر ۶۳۸)
عن الأسود ، وعمر بن میمون أن عمر ، رضی اللہ عنہ کان لا یقنت فی الصبح (ایضاً، حدیث نمبر ۶۳۶)
عن ابراہیم أن عمر ، وابن مسعود کانا لا یقنتان فی الفجر (ایضاً ، حدیث نمبر ۶۳۷)
عن ابراہیم ، قال : کان أصحاب عبد اللہ إذا ذکر القنوت - یعنی فی الفجر - ، قالوا : حفظنا من
عمر رضی اللہ عنہ أنه کان إذا افتتح الصلاة ، قال : سبحانک اللہم وبحمدک ، وتبارک
اسمک ، وتعالیٰ جدک ، ولا إله غیرک ، وإذا رکع کبر ووضع یدیه علی ركبتيہ ، وإذا انحط
للسجود انحط بالتکبیر ، فیقع كما یقع البعیر ، تقع ركبته قبل یدیه ، ویکبر إذا سجد وإذا رفع وإذا
نهض ، لا نحفظ له أنه یقوم بعد القراءة یدعو (تہذیب الآثار للطبری، حدیث نمبر ۶۵۰)
﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

حضرت عبدالرحمن بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ،
كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا
أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ

(نسائی) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخبرنا محمد بن قيس، قال: قال الشعبي: كان عبد الله لا يقنت، ولو قنت عمر لقنت عبد الله،
وعبد الله، يقول: لو سلك الناس واديا وشعبا، وسلك عمر كرم الله وجهه واديا وشعبا،
لسلكت وادى عمر وشعبه (تهذيب الآثار للطبري، حديث نمبر ۲۵۳)
عن علقمة قال: سألت أبا الدرداء عن القنوت في الصلاة، فقال: لا تقنت في صلاة
الصبح (تهذيب الآثار للطبري، حديث نمبر ۲۵۵)
حدثنا المعتمر، عن أبيه، قال: صليت بالحي صلاة الغداة، وصلى خلفي شيخ فلم أقنت، فأعجبه
الذي صنعت، فلما صلينا قام إلى، فقال: صليت خلف عثمان صلاة الغداة فلم يقنت قبل الركوع
ولا بعده (تهذيب الآثار للطبري، حديث نمبر ۲۵۶)
عن قتادة، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر رضوان الله عليهما لا يقنتون في
صلاة الغداة (تهذيب الآثار للطبري، حديث نمبر ۲۶۱)
حدثنا عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، أن ابن مسعود، لم يقنت في صلاة الصبح (تهذيب الآثار
للطبري، حديث نمبر ۲۷۳)
عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، قال: كان عبد الله لا يقنت في شيء من الصلاة، إلا في
الوتر قبل الركوع (تهذيب الآثار للطبري، حديث نمبر ۲۶۶)
عن سعيد بن جبیر، قال: صليت مع ابن عمر وابن عباس الصبح فكانا لا يقنتان (تهذيب الآثار
للطبري، حديث نمبر ۲۷۷)
عن قتادة، عن أبي مجلز، قال: صليت مع ابن عمر الصبح فلم يقنت، قلت: ما يمنعك من
القنوت؟ قال: لا أحفظه عن أحد (تهذيب الآثار للطبري، حديث نمبر ۲۷۹)
حدثنا حصين، قال: أخبرني عمران بن الحارث، قال: صليت مع ابن عباس مرارا الفجر، فلم
يقنت (تهذيب الآثار للطبري، حديث نمبر ۲۸۷)
عن قتادة، عن لاحق بن حميد أنه صلى مع ابن عباس صلاة الصبح فلم يقنت (تهذيب الآثار
للطبري، حديث نمبر ۲۹۰، مطبعة المدني، القاهرة)
۱۔ حديث نمبر ۱۲۹۹، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب كيف الوتر بثلاث، مكتب
المطبوعات الإسلامية - حلب، واللفظ له، السنن الكبرى للنسائي، حديث نمبر ۱۰۵۰۲، سنن
دارقطني، حديث نمبر ۱۲۵۹۔ ﴿بقية حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے، اور پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ، اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الالبانی:

(حدیث أبی بن کعب "أن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کان یقنت قبل الرکوع . " (رواہ أبو داود) ص ۷۰۷ صحیح . أخرجه النسائی ۲۴۸/۱ وابن ماجہ ۱۸۲ والیضیاء المقدسی فی "الأحادیث المختارة" ۳۰۰/۱ و ۲/۳۰۱ من طریق علی بن میمون الرقی ثنا مخلد بن یزید عن سفیان عن زبید الیامی عن سعید بن عبد الرحمن بن أبزی عن أبیه عن أبی بن کعب به . قلت : وهذا سند جید رجاله کلهم ثقات رجال الشیخین غیر علی بن میمون وهو ثقة کما فی "التقریب . " وقد تابعه فطر بن خلیفة عند الدارقطنی ۷۵ و مسعر بن کدام عند البیهقی ۳۰/۲ کلاهما عن زبید به . قلت : فصح بذلك الإسناد . وله إسناد آخر عن سعید بن عبد الرحمن فقال ابن نصر ۱۳۱ : حدثنا إسحاق أخبرنا عیسی بن یونس ثنا سعید عن قتادة عن سعید بن عبد الرحمن بن أبزی به . وأخرجه الدارقطنی وعنه البیهقی ۳۹/۲ من طریق المسیب بن واضح ثنا عیسی بن یونس به . وهذا إسناد صحیح أيضا وقد أعله أبو داود ۴۲۷ بأن جماعة روه عن زبید وآخرون عن سعید - وهو ابن أبی عروبة - بلفظ " : کان یوتر ب (سبح اسم ربک الاعلیٰ و قل یا ایہا الکافرون و قل ھو اللہ أحد . " لم یذكروا فیہ القنوت . وهذا الإعلال لیس بشء لاتفاق الجماعة من الثقات علی رواية هذه الزیادة فیہ مقبولة . ولذلك صحح الحدیث غیر واحد من العلماء ومن أعله فلا حجة له قال الحافظ فی (التلخیص) ۱۱۸ " رواہ أبو داود والنسائی وابن ماجہ وأبو علی بن السکن فی صحیحہ (إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل ، تحت حدیث رقم ۴۲۶)

وأما قول المصنف " : ویروی أن أبیا کان یقنت فی النصف من رمضان . " فهو یعنی الإشارة إلى تضعیف هذه الزیادة من طریق المتن ؛ فإنه لو كانت ثابتة عن أبی ؛ لم یکن لیدع القنوت فی النصف الأول من رمضان ! وهذا فی نظری لیس بشیء ؛ لأن السند قرب الروایة المذكورة عن أبی لا یصح ، ولعل المصنف أشار إلى ذلك بقوله " : روی . " ولو صح فلیس نصاً فیما ذهب إلیه المصنف ، كما بینت فی الكتاب الآخر (صحیح أبی داود للالبانی ، تحت حدیث رقم ۲۸۳ ، باب القنوت فی الوتر)

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوترُ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ فِيهِنَّ حَتَّى يَنْصَرِفَ، أَوَّلُ رُكْعَةٍ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَالثَّانِيَةُ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَالثَّالِثَةُ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَأَنَّهُ قَنَتٌ قَبْلَ الرُّكُوعِ (شرح مشکل الآثار للطحاوی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے، اور ان کو ختم کرنے سے پہلے سلام نہیں پھیرتے تھے، پہلی رکعت میں سبوح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل ینا ایہا الکفرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُوترُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ (ابن ماجہ) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھا کرتے تھے، اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حبیب بن ابی ثابت، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ بَشْرُ بْنُ خَالَتِي مَيْمُونَةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرَ فَقَرَأَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَقَرَأَ فِي الثَّانِيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَقُلْ

۱۔ حدیث نمبر ۴۵۰۱، باب بیان مشکل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت في الوتر، وهل هو قبل الركوع أو بعده؟ مؤسسة الرسالة، بيروت، مسند الشاشی، حدیث نمبر ۱۳۵۶۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۱۸۲، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنة فیہا، باب ما جاء فی القنوت قبل الركوع وبعده۔

حکم الالبانی: صحیح۔

هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَنَتَ وَدَعَا، ثُمَّ رَكَعَ (مشکل الآثار للحطاوی) ۱۔
ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ حضرت
میمونہ کے پاس رات گزاری پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت (تہجد) کی پڑھیں، پھر وتر کی نماز پڑھی، اور وتر
کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سج اسم ربک الاعلیٰ پڑھی اور دوسری رکعت میں
سورہ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون پڑھی، اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل ہو
اللہ احد پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے قنوت پڑھی اور پھر رکوع کیا
(ترجمہ ختم)

ملاحظہ رہے کہ حضرت حبیب بن ابی ثابت کا حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر

۱۔ حدیث نمبر ۲۵۰۲، باب بیان مشکل ما اختلف اهل العلم فيه من القنوت في الوتر الخ،
مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لله، كتاب الحجۃ علی اهل المدينة، باب عدد الوتر.
قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه عطاء بن سالم الخفاف، وثقه ابن حبان وقال غيره:
ضعيف وهو رجل صالح ولكنه دفن كتبه فلا يثبت حديثه (مجمع الزوائد
ج ۲ ص ۷۵)
وقال فی موضع آخر:

وفيه عطاء بن مسلم وهو ثقة وفيه ضعف، وبقيۃ رجاله ثقات (مجمع الزوائد
ج ۸ ص ۳۰)

وقال ابن الترمذی فی موضع:
قلت حکى صاحب الکمال عن ابن معین انه ثقة وفي الکامل لابن عدی ثنا محمد بن
یوسف الفربری ثنا علی بن حزم سمعت الفضل بن موسی وکیعاً یقولان عطاء بن
مسلم ثقة (الجوهر النقی ج ۳ ص ۴۳)

وقال الالبانی فی موضع:
وهذا إسناد لا بأس به فی الشواهد و المتابعات، المسیب بن واضح سىء الحفظ، و
مثله شیخه الخفاف (السلسلة الصحیحة، تحت حدیث رقم ۷۹۶)

وقال ابن القطان الفاسی فی موضع:
أما عطاء بن مسلم فهو الخفاف، ثقة (بیان الوهم والإيهام فی کتاب الأحکام،
ج ۳ ص ۱۷۶)

رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت ہے۔ ۱

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، وَيَجْعَلُ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ (المعجم الأوسط) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے، اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

یہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، مگر دوسری احادیث کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس کا ضعف قابلِ تحمل ہے۔ ۳

۱۔ فقال قائل فهل يثبت سماع حبيب بن أبي ثابت من ابن عباس فكان جوابنا له في ذلك أن سماعه منه ومن عبد الله بن عمر ثابت وقد روى فيما سمعه منه ما قد حدثنا إبراهيم بن مرزوق حدثنا أبو داود أخبرنا شعبة عن حبيب بن أبي ثابت أنه سمع ابن عباس وسأله رجل فقال إني رجل من أهل السواد أتقبل بالقربة لا أريد أن أظلم إنما أريد أن أدرا عن نفسي الظلم ثم قرأ هذه الآية "قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله" إلى قوله "وهم صاغرون" ثم قال ينزع الصغار من أعناقهم ويضعه في عنقك (مشكل الآثار للحطاي، باب بيان مشكل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت في الوتر الخ) ۲ للطبرانی، حديث نمبر ۷۸۸۵، دار الحرمین، القاهرة. ۳ قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الأوسط وفيه سهل بن العباس الترمذی قال الدارقطني: ليس بثقة (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۱۳۸، باب القنوت)

وأخرج أبو نعیم فی الحلیة عن عطاء بن مسلم حدثنا العلاء بن المسيب عن حبيب بن أبي ثابت عن ابن عباس قال (أوتر النبي صلى الله عليه وسلم بثلاث ففقت فيها قبل الركوع) وأخرج الطبرانی فی الأوسط حدثنا محمود بن محمد المروزی ، حدثنا سهيل بن العباس الترمذی ، حدثنا سعيد بن سالم القداح عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر (أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات ويجعل القنوت قبل الركوع) وقول أبي نعیم غریب من حدیث حبيب ، والعلاء تفرد به عطاء بن مسلم ، وقول الطبرانی لم يروه عن عبيد الله إلا سعيد بن سالم لا يوجب البعد لما قلنا فی كلام النسائی ، بل قد حصل من انفراد سفيان الثوري عن زبيد ، ومن تفرد عطاء بن مسلم عن العلاء ، ومن تفرد سعيد عن عبيد الله مع حديث ابن مسعود الذي سكت عليه في التحقيق تظافر كثير مع أن كل طريق منها إما حسن أو صحيح (فتح القدير، باب صلاة الوتر)

اور حضرت سوید بن غفلہ سے بسندِ ضعیف روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا يَقُولُونَ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ الْوُتْرِ وَكَانُوا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ (سنن الدارقطني) ۱
ترجمہ: میں نے حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے آخر میں دعائے قنوت پڑھی ہے، اور یہ حضرات بھی وتر کے آخر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ قَنَتَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۱۶۶۴، کتاب الوتر، باب ما یقرأ فی رکعات الوتر والقنوت فیہ، مؤسسة الرسالة، بیروت۔

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۸۴، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده، واللفظ لہ، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۹۹۲۔

ثم قال (ورواه الثوري عن ابان ومدار الحديث على ابان وهو متروك) * قلت * قد تابعه على ذلك الاعمش * قال البيهقي في الخلافيات (انا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو الفضل الحسن بن يعقوب بن يوسف المعدل من اصل كتابه ثنا احمد بن الخليل البغدادی ثنا أبو النضر ثنا سفيان الثوري عن الاعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم قنن في الوتر قبل الركعة ثم قال (هذا غلط والمشهور رواية الجماعة عن الثوري عن ابان) * قلت * الحسن بن يعقوب عدل في نفس الاسناد وبقية رجاله ثقات فيحمل على ان الثوري رواه عن الاعمش وابان كلاهما عن ابراهيم وهذا اولی مما فعله البيهقي من التغليب (الجواهر النقي لابن الترمكاني، ج ۳ ص ۴۲، ۴۳، دار الفكر، بیروت)

۳۔ حدیث نمبر ۶۹۷۲، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی (ترجمہ ختم)

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ صَحِبْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَكَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (كتاب الحجة على اهل المدينة، ج ۱ ص ۲۰۱، باب عدد الوتر)

ترجمہ: حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھ مہینے رہا، وہ وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْفَجْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كَبَّرَ، ثُمَّ قَنَتَ، ثُمَّ كَبَّرَ، ثُمَّ رَكَعَ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، پھر جب وہ قرائت سے فارغ ہو گئے، تو انہوں نے تکبیر پڑھی، پھر قنوت پڑھا، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا (ترجمہ ختم)

اس روایت میں اگرچہ فجر کی نماز کا ذکر ہے، جس سے مراد قنوت نازلہ ہے، لیکن اتنی بات معلوم ہو گئی کہ خواہ وتر کی نماز میں دعائے قنوت کا معاملہ ہو، یا فجر کی نماز میں قرائت سے پہلے دعائے قنوت کا معاملہ ہو، بہر صورت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قنوت سے پہلے تکبیر کہتے تھے۔

اور حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۷۱۰۶، کتاب الصلاة، باب فی التكبير فی قنوت الفجر من فعله.

أَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ فِي الْقُنُوتِ حِينَ فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَحِينَ رَكَعَ (شرح

مشکل الآثار للطحاوی) ۱

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قنوت سے فارغ ہو کر قنوت میں تکبیر کہی، اور رکوع کے وقت بھی تکبیر کہی (ترجمہ ختم)

اور حضرت حارث سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يَفْتَتِحُ الْقُنُوتَ بِالتَّكْبِيرِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۲

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ دعائے قنوت کو تکبیر کہہ کر شروع فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ حِينَ قَنَتَ فِي الْفَجْرِ وَكَبَّرَ حِينَ رَكَعَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۳

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب فجر کی نماز میں قنوت پڑھا، تو تکبیر کہی، اور رکوع میں جاتے وقت بھی تکبیر کہی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوالجہم سے روایت ہے کہ:

كَانَ الْبَرَاءُ يُكَبِّرُ قَبْلَ أَنْ يَقْنُتَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۴

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ قنوت سے پہلے تکبیر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّهُ قَنَتَ فِي الْفَجْرِ فَكَبَّرَ حِينَ فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَكَبَّرَ

حِينَ رَكَعَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۵

۱۔ باب بیان مشکل ما اختلف اهل العلم فيه من القنوت في الوتر الخ، مؤسسة الرسالة، بيروت.

۲۔ حدیث نمبر ۱۱۳، باب فی التکبیر فی قنوت الفجر من فعله.

۳۔ حدیث نمبر ۱۰۷، کتاب الصلاة، باب فی التکبیر فی قنوت الفجر من فعله.

۴۔ حدیث نمبر ۱۰۸، کتاب الصلاة، باب فی التکبیر فی قنوت الفجر من فعله.

۵۔ کتاب الصلاة، حدیث نمبر ۱۰۹، باب فی التکبیر فی قنوت الفجر من فعله.

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھا، تو قرائت سے فارغ ہو کر تکبیر کہی، اور رکوع میں جانے کے وقت میں بھی تکبیر کہی (ترجمہ ختم) اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت کے وقت تکبیر کہنا ثابت ہے۔ ۱

معلوم ہوا کہ رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہنا چاہئے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن اسود اپنے والد حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ يُوتِرُ، فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسود کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (شرح مشکل الآثار للطحاوی) ۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے، سوائے وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے کے (ترجمہ ختم)

۱ عن طارق بن شهاب؟ أن عمر بن الخطاب "لما فرغ من القراءة كبر، ثم قنت، ثم كبر وركع، يعنى في الفجر وعن علي، أنه كبر في القنوت حين فرغ من القراءة وحين ركع. وفي رواية: كان يفتح القنوت بتكبيره وكان عبد الله بن مسعود يكبر في الوتر إذا فرغ من قراءته حين يقنت، وإذا فرغ من القنوت وقال زهير، قلت لأبي إسحاق، أتكبر أنت في القنوت في الفجر؟ قال: نعم وعن البراء: أنه كان إذا فرغ من السورة كبر ثم قنت وعن إبراهيم، يقوم في القنوت في الوتر، إذا فرغ من القراءة، ثم قنت ثم كبر وركع وعن سفیان، كانوا يستحبون إذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة من الوتر أن يكبر، ثم يقنت وعن أحمد، إذا كان يقنت قبل الركوع افتتح القنوت بتكبيره (صلاة الوتر لمحمد بن نصر المروزي، ص ۲۱۹، باب التكبير للقنوت)

۲ حدیث نمبر ۶۹۷۵، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده.

۳ ج ۱ ص ۳۶۶، باب بیان مشکل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت في الوتر، وهل هو قبل الركوع أو بعده؟ مؤسسة الرسالة، بيروت.

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ، لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَإِذَا قَنَتَ فِي الْوُتْرِ قَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ (المعجم الكبير) ۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے، اور جب وتر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے، تو رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسود ہی سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقْرَأُ فِي آخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوُتْرِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ (المعجم الكبير) ۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ہو اللہ احد، پھر رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ الفاظ ہیں کہ:

۱۔ للطبرانی، حدیث نمبر ۹۱۶۶، مکتبہ ابن تیمیہ، القاهرة۔
قال الهیثمی:

وعن عبد الله بن مسعود أنه كان لا يقنت في صلاة الغداة، وإذا قنت في الوتر قنت قبل الركعة. وفي رواية عنه أيضا قال: كان عبد الله لا يقنت في شيء من الصلوات إلا في الوتر قبل الركعة. رواهما الطبرانی في الكبير وإسنادهما حسن. (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۱۳۷، باب القنوت)

۲۔ للطبرانی، حدیث نمبر ۹۴۲۵، مکتبہ ابن تیمیہ، القاهرة، رفع الیدین للبخاری حدیث نمبر ۹۱۔

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی في الكبير، وفيه ليث بن أبي سليم وهو مدلس وهو ثقة (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۳)

وقال البخاری:

هذه الأحاديث كلها صحيحة (رفع الیدین، حوالہ بالا)

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ، فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقُنُوتِ كَبَّرَ ثُمَّ رَكَعَ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب قرائت سے فارغ ہو جاتے تھے، تو تکبیر کہتے تھے، پھر قنوت پڑھتے تھے، پھر جب قنوت سے فارغ ہو جاتے تھے، تو تکبیر کہہ کر رکوع کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ؛ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَنَتَ فِي الْوُتْرِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب وتر میں قنوت پڑھتے تھے، تو اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (کتاب الآثار لابن یوسف) ۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۴

۱۔ حدیث نمبر ۷۰۲۱، کتاب الصلاة، باب فی التکبیر للقنوت.

۲۔ حدیث نمبر ۷۰۲۸، کتاب الصلاة، باب فی رفع الیدین فی قنوت الوتر.

۳۔ حدیث نمبر ۳۴۶، باب فی الاضحی، دارالکتب العلمیہ، بیروت.

۴۔ حدیث نمبر ۶۹۸۳، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده، مشکل الآثار للحطاوی، باب بیان مشکل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت فی الوتر الخ. قال الالبانی: وهذا سند جيد وهو على شرط مسلم (ارواء الغلیل، تحت حدیث رقم ۳۲۵، ج ۲ ص ۱۶۶)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم) اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ہی ایک روایت اس طرح ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (كتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، باب عدد الوتر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پورے سال وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم) اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْوُتْرِ، ثُمَّ يُرْسِلُهُمَا بَعْدُ (مصنف عبد الرزاق) ۱

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں اپنے ہاتھ اٹھاتے، پھر بعد میں چھوڑ دیتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کی یہ روایت اگرچہ مرسل ہے، مگر اولاً تو ان کی مرسل روایات معتبر ہیں، دوسرے بطور خاص بعض محدثین نے ان کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۲ اور حضرت ابو حمزہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ (المعجم الكبير للطبرانی) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۷۹۵۲، کتاب الصیام، باب ما یکرہ أن یصنع فی المصاحف، المکتب الاسلامی، بیروت۔
۲۔ ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود بن عمرو بن ربیعۃ بن ذہل النخعی، أبو عمران الکوفی الفقیہ.... وقال الحافظ أبو سعید العلّامی هو مكثر من الارسال وجماعة من الائمة صححو ا مراسيله وخص البيهقي ذلك بما أرسله عن ابن مسعود (تهذيب التهذيب، ج ۱ ص ۱۵۶)
۳۔ حدیث نمبر ۹۴۳۲، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے، اور فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور امام طحاوی رحمہ اللہ، حضرت مسروق اور حضرت اسود اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي الْوُتْرِ، وَكَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ، يُكَبِّرُ إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ تَبَّحِينَ يَقْنُتُ (شرح مشکل الآثار للطحاوی) ۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف وتر کی نماز میں ہی قنوت پڑھا کرتے تھے، اور وہ وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، اور جب قرائت سے فارغ ہو جاتے، تو قنوت کے وقت تکبیر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

مذکورہ احادیث و روایات مختلف سندوں سے ثابت ہیں، اس لئے بعض روایات کی سندوں میں کچھ ضعف ہونا نقصان دہ نہیں ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی احادیث اور ان کا اپنا عمل صرف اپنی عقل اور سمجھ کی بنیاد پر نہیں ہوگا، بلکہ ان مقدس شخصیات کے بارے میں یہی گمان کرنا چاہیے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا کہ یہی اس عمل کو اختیار کیا ہوگا۔

اس لئے ان کا یہ عمل بھی مرفوع حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔ ۲

۱ ج ۱ ص ۷۴، باب بیان مشکل ما اختلف اهل العلم فيه من القنوت في الوتر الخ، مؤسسة الرسالة، بيروت.

۲ فَقَالَ قَائِلٌ مِمَّنْ يُنَكِّرُ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ: قَدْ وَجَدْتُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَقْنُتُونَ قَبْلَ الرُّكُوعِ يَزِيدُونَ فِي هَذِهِ الصَّلَاةِ تَكْبِيرَةً لَمْ يَجِدْ لَهَا أَصْلًا، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَزَادَ فِي الصَّلَوَاتِ مَا لَا يُوجَدُ لَهُ أَصْلٌ. فَكَانَ جَوَابَنَا لَهُ فِي ذَلِكَ: أَنَّ الَّذِينَ زَادُوا هَذِهِ التَّكْبِيرَةَ قَدْ وَجَدُوا لَهَا أَصْلًا عَنْ رَجُلَيْنِ جَلِيلَيْنِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ. ﴿بقیہ حاشیہ گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابراہیم خنی، حضرت اسود سے نقل کرتے ہیں کہ:

اِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكْعَةِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: حضرت اسود وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم خنی رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ:

يَقُولُونَ الْقُنُوتَ بَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنَ الْقِرَاءَةِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرات (صحابہ و تابعین) فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت قراءت سے فارغ ہو کر (رکوع سے پہلے) ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مغیرہ، حضرت ابراہیم خنی سے نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ يَقُولُ فِي قُنُوتِ الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ

(مصنف ابن ابی شیبہ) ۳

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

كَمَا قَدْ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى يَعْنِي الثَّعْلَبِيَّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ: أَنَّ عَلِيًّا "كَبُرَ فِي الْقُنُوتِ حِينَ فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَحِينَ رَكَعَ" وَكَمَا قَدْ حَدَّثَنَا عَلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَخْبَرَنَا حُدَيْجُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مَسْرُوقٍ وَالْأَسْوَدِ، وَأَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ قَالُوا: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ "لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي الْوُتْرِ، وَكَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ، يُكَبِّرُ إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ حِينَ يَقْنُتُ"

فَكَانَ هَذَا مِمَّا يُعْلَمُ أَنَّ عَلِيًّا وَعَبْدَ اللَّهِ لَمْ يَقُولَاهُ اسْتِنْبَاطًا، وَلَا اسْتِخْرَاجًا، إِذْ كَانَ مِثْلُهُ لَا يُقَالُ بِالْإِسْتِنْبَاطِ وَلَا بِالْإِسْتِخْرَاجِ، وَإِنَّمَا يُقَالُ بِالتَّوْقِيفِ الَّذِي وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ عَلَيْهِ، فَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَنَا لَا يَجِبُ تَرْكُهُ، وَمِمَّا يَجِبُ أَنْ يُحْمَدَ عَلَيْهِ قَائِلُوهُ. ثُمَّ قَدْ وَجَدْنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا قَدْ شَدَّ هَذَا الْمَعْنَى أَيْضًا فِي قُنُوتِهِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ الرُّكُوعِ فِيهَا (شرح مشکل الآثار للطحاوی، بَابُ بَيَانِ مُشْكِكِ مَا اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيهِ مِنَ الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، وَهَلْ هُوَ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ الخ)

۱۔ حدیث نمبر ۶۹۷۹، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده.

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۸۰، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده.

۳۔ حدیث نمبر ۶۹۸۱، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده.

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی وتر کے قنوت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ رکوع سے پہلے اور قراءت سے فارغ ہو کر ہے (ترجمہ ختم) اور حضرت حکم سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ الْقُنُوتُ فِي الْوُتْرِ مِنَ السَّنَةِ كُلِّهَا قَبْلَ الرُّكْعَةِ
(مصنف عبدالرزاق) ۱

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ وتر میں دعائے قنوت پورے سال ہے، رکوع سے پہلے (ترجمہ ختم) اور حضرت حماد سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ
الرُّكُوعِ فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَقْنُتَ كَبَّرْتَ فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَرْكَعَ كَبَّرْتَ
الرُّكُوعَ (كتاب الآثار لابن يوسف) ۲

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وتر میں دعائے قنوت رمضان اور غیر رمضان میں رکوع سے پہلے ہے، پس جب آپ دعائے قنوت پڑھنے کا ارادہ کریں، تو تکبیر کہیں، پھر جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کریں، تو رکوع کی تکبیر کہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:
إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَقْنُتَ، فَكَبِّرْ لِلْقُنُوتِ، وَكَبِّرْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَرْكَعَ
(مصنف ابن ابی شیبہ) ۳

ترجمہ: جب آپ قنوت پڑھنا چاہیں، تو قنوت کے لئے تکبیر کہیں، اور جب آپ

۱۔ حدیث نمبر ۴۹۹۳، کتاب الصلاة، باب القنوت، المكتب الاسلامی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۳۴۵، ص ۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت.

۳۔ حدیث نمبر ۷۰۲۲ و حدیث نمبر ۷۰۲۳، کتاب الصلاة، باب فی التکبیر للقنوت.

رکوع کرنا چاہیں، تو (رکوع کے لئے) تکبیر کہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت مغیرہ سے ہی روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ارْفَعْ يَدَيْكَ لِلْقُنُوتِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۱

ترجمہ: تم قنوت کے لئے رفع یدین کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے، اور وہ حضرت حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

أَنَّ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ وَاجِبٌ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ الرُّكُوعِ،
فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ أَيْضًا (کتاب

الآثار لمحمد بن الحسن) ۲

ترجمہ: وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت واجب ہے، رمضان کے مہینے میں اور غیر رمضان کے مہینے میں، پس جب آپ قنوت پڑھنا چاہیں، تو تکبیر کہیں، اور جب رکوع کرنا چاہیں، تو بھی (رکوع میں جانے کی) تکبیر کہیں (ترجمہ ختم)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَبِهِ نَأْخُذُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى قَبْلَ الْقُنُوتِ كَمَا يَرْفَعُ
يَدَيْهِ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَضَعُهُمَا، وَيَدْعُو وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ

(کتاب الآثار لمحمد بن الحسن) ۳

ترجمہ: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور قنوت سے پہلے کی تکبیر کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے، جس طرح نماز کے شروع میں اٹھاتا ہے، پھر ہاتھوں کو اپنی جگہ

۱۔ حدیث نمبر ۷۰۲۶، کتاب الصلاة، باب فی رفع الیدین فی قنوت الوتر.

۲۔ حدیث نمبر ۲۱۲، باب القنوت فی الصلاة، دار الکتب العلمیہ، بیروت، واللفظ لہ، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، باب عدد الوتر.

۳۔ حدیث نمبر ۲۱۲، باب القنوت فی الصلاة، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

رکھ لے، اور دعائے قنوت پڑھے، اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (ترجمہ ختم)

اور جلیل القدر محدث امام شعبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ الْحَكَمَ، وَحَمَّادًا، وَأَبَا إِسْحَاقَ، يَقُولُونَ فِي قُنُوتِ الْوُتْرِ إِذَا
فَرَّغَ كَبَّرَ، ثُمَّ قَنَتَ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت حکم اور حضرت حماد اور حضرت ابواسحاق سے سنا، وہ قنوت
وتر کے بارے میں فرماتے تھے کہ جب (قرائت سے) فارغ ہو جائے، تو
تکبیر کہے، پھر قنوت پڑھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسماعیل بن عبد الملک سے روایت ہے کہ:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن
ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر بن نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا
کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ
الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۳

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعائے قنوت
وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت سعید بن جبیر جلیل القدر تابعی اور حضرت ابن عباس اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے
شاگرد ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی، اور

۱۔ حدیث نمبر ۷۰۲۵، کتاب الصلاة، باب فی التکبیر للقنوت.

۲۔ حدیث نمبر ۶۹۸۲، کتاب الصلاة، باب فی القنوت قبل الركوع او بعده.

۳۔ حدیث نمبر ۶۹۰۵، کتاب الصلاة، باب من كان يوتر بثلاث او اكثر.

ان کو حجاج بن یوسف نے ۹۵ ہجری میں شہید کیا۔ ۱

اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت حارث سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّه كَانَ يُؤْمِ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: وہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت حارث دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، اور احادیث کے باب میں ان پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بعض حضرات نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ۳

۱۔ سعید بن جبیر (ع) ابن ہشام، الامام الحافظ المقرء المفسر الشہید، أبو محمد، ويقال: أبو عبد الله الاسدي الوالي، مولا هم الكوفي، أحد الاعلام. روى عن ابن عباس فاكثر وجود، وعن عبد الله بن مغفل، وعائشة، وعدى بن حاتم، وأبي موسى الأشعري في سنن النسائي، وأبي هريرة، وأبي مسعود البصري وهو مرسل وعن ابن عمر، وابن الزبير، والضحاك بن قيس، وأنس، وأبي سعيد الخدري. وروى عن التابعين، مثل أبي عبد الرحمن السلمي. وكان من كبار العلماء. قرأ القرآن على ابن عباس (سير اعلام النبلاء، جزء ۴، صفحہ ۳۲۱)

سعید بن جبیر بن ہشام الأسدي الوالي، مولا هم، أبو محمد، ويقال: أبو عبد الله الكوفي. ووالية هو ابن الحارث بن ثعلبة بن دودان بن أسد بن خزيمه، فيما قاله له محمد بن حبيب. روى عن: أنس بن مالك (د س)، والضحاك بن قيس الفهري وعبد الله بن الزبير، وعبد الله بن عباس (ع)، وعبد الله بن عمر بن الخطاب (ع)، وعبد الله بن مغفل (م ق)، وعدى بن حاتم (ت س)، وعمرو بن ميمون الأودي (خ)، وأبي سعيد الخدري (ت)، وأبي عبد الرحمن السلمي (خ م س)، وأبي مسعود الأنصاري، وأبي موسى الأشعري (س)، وأبي هريرة، وعائشة..... وقال أبو القاسم هبة الله بن الحسن الطبري: هو ثقة، إمام حجة على المسلمين، قتل في شعبان سنة خمس وتسعين، وهو ابن تسع وأربعين سنة. روى له الجماعة (تهذيب الكمال ج ۱ ص ۳۸۵)

۲۔ حديث نمبر ۷۷۶، كتاب الصلاة، باب كم يصلي في رمضان من ركعة.

۳۔ الحارث بن عبد الله الأعور الهمداني الخارفي أبو زهير الكوفي. قال البخاري: وقال بعضهم: الحارث بن عبيد..... وقال أيضا: قيل ليحيى بن معين: الحارث صاحب علي؟ فقال: ضعيف. وقال عباس الدوري، عن يحيى بن معين: قد سمع من ابن مسعود وليس به بأس. وقال عثمان بن سعيد الدارمي: سألت يحيى بن معين، قلت: أي شيء حال الحارث في علي؟ قال: ثقة. قال عثمان: ليس يتابع عليه. وقال أبو زرعة: لا يحتج بحديثه. وقال أبو حاتم: ليس بقوي، ولا ممن يحتج بحديثه. وقال النسائي: ليس بالقوي، وقال في موضع آخر: ليس به بأس. (تهذيب الكمال ص ۲۴۴)

اور اس وجہ سے ان کی مرویات حسن درجہ میں داخل ہیں، اور مشاہدات کے ہوتے ہوئے تو حسن درجہ میں داخل ہونے میں شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے۔

ان احادیث و روایات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام سے وتر کی نماز میں دعائے قنوت کا رکوع سے پہلے پڑھنا اور قنوت کے شروع میں تکبیر کہنا اور ہاتھ اٹھانا ثابت ہوا۔ ۱

اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت کے وقت میں جو تکبیر کہی جاتی ہے، وہ حنفیہ کے نزدیک دعائے قنوت کے افتتاح کے لئے ہے، اس لئے اس تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانے کی وہی کیفیت ہوگی، جو تکبیر تحریمہ کے وقت میں ہوتی ہے۔ ۲

۱۔ والخلاصة أن الصحيح الثابت عن الصحابة هو القنوت قبل الركوع في الوتر وهو الموافق للحديث الآتي. ثم وجدت له طريقا أخرى أخرجه الطبراني في "الكبير" ۳/۲۷ ص ۳۳۲ عن عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه قال: "كان عبد الله لا يقنت في شيء من الصلوات إلا في الوتر قبل الركعة." وسنده صحيح (إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل للالاباني، تحت حديث رقم ۴۲۵)

۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي يُونُسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ: "تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَفِي التَّكْبِيرِ لِلْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِلامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمُرُورَةِ، وَبِجُمُعٍ وَعَرَفَاتٍ، وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجُمُوعَتَيْنِ." قَالَ أَبُو يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فَأَمَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدَيْنِ، وَفِي الْوُتْرِ، وَعِنْدَ اسْتِلامِ الْحَجَرِ، فَيَجْعَلُ ظَهْرَ كَفِّهِ إِلَى وَجْهِهِ، وَأَمَّا فِي الثَّلَاثِ الْآخِرِ، فَيَسْتَقْبِلُ بِيَاطِنِ كَفِّهِ وَجْهَهُ فَأَمَّا مَا ذَكَرْنَا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، فَقَدْ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى ذَلِكَ جَمِيعًا وَأَمَّا التَّكْبِيرَةُ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، فَإِنَّهَا تَكْبِيرَةٌ زَائِدَةٌ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ، وَقَدْ أَجْمَعَ الَّذِينَ يَقْنُتُونَ قَبْلَ الرُّكُوعِ عَلَى الرُّفْعِ مَعَهَا فَالنَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ، أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ كُلُّ تَكْبِيرَةٍ زَائِدَةٍ فِي كُلِّ صَلَاةٍ، فَتَكْبِيرُ الْعِيدَيْنِ الزَّائِدَةُ فِيهَا عَلَى سَائِرِ الصَّلَاةِ، كَذَلِكَ أَيْضًا وَأَمَّا عِنْدَ اسْتِلامِ الْحَجَرِ، فَإِنَّ ذَلِكَ جُعِلَ تَكْبِيرًا يَفْتَتَحُ بِهِ الطَّوَاتِ، كَمَا يَفْتَتَحُ بِالتَّكْبِيرِ الصَّلَاةَ وَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا (شرح معاني الآثار، تحت حديث رقم ۳۸۲۵، بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ)

(وإذا أراد أن يقنت كبر) ش: يعنى مصلى الوتر إذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة كبر، خلافا لبعض أصحاب الشافعي. وقال أحمد: إذا قنت قبل الركوع كبر ثم أخذ في القنوت. قال في "المغنى" لابن قدامة، وقد روى عن عمر - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أنه كان إذا فرغ من القراءة كبر، ومن ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت نازلہ صرف ضرورت کے وقت مشروع ہے، اور وتر کی نماز میں دعائے قنوت ہمیشہ مشروع ہے۔

پھر فجر کی نماز میں قنوت نازلہ رکوع کے بعد ہے، اور رکوع سے پہلے کی بھی گنجائش ہے۔ جبکہ وتر کی نماز میں دعائے قنوت تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہے، اور دعائے قنوت کے وقت ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا بھی مشروع ہے۔

اور یہ باتیں احادیث و روایات اور صحابہ کرام و تابعین عظام سے ثابت ہیں۔ اور حنفیہ کا موقف مستحکم دلائل پر مبنی ہے، جس پر بعض متعصبین و معاندین کا اعتراض کرنا درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین

فقط، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۶/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۲ھ 10/ اپریل/ 2011ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

یقیناً بعد الركوع يكبر حين يركع، ونقل عن المزمعي أنه قال: زاد أبو حنيفة تكبيرة في القنوت لم تثبت في السنة ولا دل عليها قياسه، وقال أبو نصر الأقطع: هذا خطأ منه، فإن ذلك روى عن علي وابن عمر والبراء بن عازب - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - والقياس يدل عليه أيضاً، وأشار إليه المصنف بقوله م: (لأن الحالة قد اختلفت) ش: أى لأن حالة المصلي قد اختلفت؛ لأنه كان في حالة قراءة القرآن ثم ينتقل إلى حالة قراءة القنوت والحالتان مختلفتان، والتكبير في الصلاة عند اختلاف الحالة مشروع كما في حال الانتقال من القيام إلى الركوع ومن القومة إلى السجود.

فإن قلت: كان ينبغي أن يكبر بين الثناء والقراءة لاختلاف الحالة. قلت: الثناء مكمل للتكبير؛ لأنه يجانس له لكونه ثناء، وأما القنوت فواجب فيفرد بحكم على حدة، ولأن رفع اليدين بالحدیث الذي يأتي الآن وأنه غير مشروع بلا تكبير كما في تكبيرة الافتتاح وتكبيرات العيدين (البنایة شرح الهدایة، ج ۲ ص ۹۲، کتاب الصلاة، باب صلاة الوتر)

دعائے قنوت کے الفاظ کی تحقیق

سوال

احادیث میں دعائے قنوت کے کیا الفاظ آئے ہیں؟
اور آج کل عام طور پر جو ”اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْنُكَ“ آخر تک دعا پڑھی جاتی ہے،
اس کا ثبوت کیا ہے؟ اور کیا اس کے علاوہ کوئی اور دعا بھی پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وتر کی نماز میں بعض فقہاء کے نزدیک دعائے قنوت سنت ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت
بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے۔ ۱۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز میں کسی مخصوص دعا کا پڑھنا واجب نہیں، بلکہ
کسی بھی مختصر و طویل مسنون دعا کے پڑھ لینے سے واجب ادا ہو جاتا ہے۔ اور مشہور دعا
”اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْنُكَ“ آخر تک پڑھی جاتی ہے، خاص اس کا پڑھنا سنت و مستحب
ہے، اور دوسری ماثور و مسنون دعا کا پڑھنا بھی جائز ہے، اور اگر مشہور دعا کے ساتھ احادیث
میں مذکور دوسری مسنون دعا بھی ملا کر پڑھ لی جائے، تو کوئی حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے۔ ۲۔

۱۔ عن الحسن: إذا نسي القنوت في الوتر سجد سجدة السهو وفي رواية: إن قنت يعني في الوتر
فحسن، وإن لم يقنت فليس عليه شيء وعن الأوزاعي فيمن ترك قنوت الوتر: إنما ترك سنة، لا
شيء عليه وعن ابن أبي ليلى فيمن نسي القنوت في الفجر: يسجد سجدة السهو وعن حماد،
وسفيان، إذا نسي القنوت في الوتر فعليه سجدة السهو وعن أحمد، إن كان ممن تعود القنوت
فليسجد سجدة السهو وعن ابن عليه، فيمن نسي القنوت في الوتر: لا شيء عليه وعن هشيم يسجد
سجدة السهو (صلاة الوتر لمحمد بن نصر المروزي، ص ۳۳۵، باب من نسي القنوت في الوتر)
۲۔ قوله: وقنوت الوتر؛ القنوت لغة؛ مطلق الدعاء، وهو المراد هاهنا لا خصوص الدعاء الذي
تقرأه أكثر الحنفية من: اللهم إنا نستعينك ونستغفرك الخ؛ فإن الواجب هو قراءة مطلق الدعاء
﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آگے اس مسئلہ کی احادیث و روایات کی روشنی میں وضاحت اور کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی الركعة الآخرة من الوتر . كذا في (غنية المستملی) وغيره، وفي الاكتفاء عليه إشارة إلى أن رفع اليدين عند القنوت والتكبير عند ابتدائه ليس بواجب، وهو الصحيح، كما حققه صاحب (البحر) وغيره (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة) قوله وقراءة قنوت الوتر) أقحم لفظ (قراءة) إشارة إلى أن المراد بالقنوت الدعاء لا طول القيام كما قيل، وحكما في المجتبى، وسيجيء في محله . ابن عبد الرزاق : ثم وجوب القنوت مبني على قول الإمام : وأما عندهما فسنة، فالخلاف فيه كالخلاف في الوتر كما سيأتي في بابه (قوله وهو مطلق الدعاء) أي القنوت الواجب يحصل بأى دعاء كان في النهر، وأما خصوص : اللهم إنا نستعينك فسنة فقط، حتى لو أتى بغيره جاز إجماعاً (رد المحتار، ج ۱ ص ۴۶۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

واختلف المشايخ في حقيقة القنوت الذي هو واجب عنده؛ فنقل في المجتبى أنه طول القيام دون الدعاء، وفي الفتاوى الصغرى العكس، وينبغي تصحيحه بحر . قال في المغرب : وهو المشهور، وقولهم دعاء القنوت إضافة بيان أنه ومثله في الإمداد . ثم القنوت واجب عنده سنة عندهما كالخلاف في الوتر كما في البحر والبدائع، لكن ظاهر ما في غرر الأفكار عدم الخلاف في وجوبه عندنا، فإنه قال : القنوت عندنا واجب . وعند مالك مستحب . وعند الشافعي من الأبعاض . وعند أحمد سنة تأمل .

(قوله ويسن الدعاء المشهور) قدمنا في بحث الواجبات التصريح بذلك عن النهر . وذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب . وذكر الإسيبجاني أنه ظاهر الرواية . وقال بعضهم : المراد ليس فيه دعاء مؤقت ما سوى : اللهم إنا نستعينك . وقال بعضهم : الأفضل التوقيت ورجحه في شرح المنية تبركا بالمأثور اهـ .

والظاهر أن القول الثاني والثالث متحdan، وحاصلهما تقييد ظاهر الرواية بغير المأثور كما يفيد قول الزيلعي . وقال في المحيط والذخيرة : يعني من غير قوله اللهم إنا نستعينك إلخ واللهم اهدنا إلخ اهـ فلفظ يعني بيان لمراد محمد في ظاهر الرواية، فلا يكون هذا القول خارجاً عنها، ولذا قال في شرح المنية : والصحيح أن عدم التوقيت فيما عدا المأثور لأن الصحابة اتفقوا عليه ولأنه ربما يجري على اللسان ما يشبه كلام الناس إذا لم يؤقت ثم ذكر اختلاف الألفاظ الواردة في اللهم إنا نستعينك إلخ . ثم ذكر أن الأولى أن يضم إليه اللهم اهدني إلخ وأن ما عدا هذين فلا توقيت فيه، ومنه ما عن ابن عمر "أنه كان يقول بعد عذابك الجذ بالكفار ملحق : اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، وألف بين قلوبهم، وأصلح ذات بينهم، وانصرهم على عدوك وعدوهم . اللهم العن كفرة الكتاب الذين يكذبون رسلك ويقاتلون أولياءك . اللهم خالف بين كلمتهم، وزلزل أقدامهم، وأنزل عليهم بأسك الذي لا يرد عن القوم المجرمين " ومنه ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وتر کی نماز کے آخر میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ“

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں، آپ کی رضا کے ذریعہ سے، آپ کی ناراضگی سے، اور آپ کی معافی کے ذریعہ سے آپ کے عذاب سے، اور میں پناہ چاہتا ہوں، آپ کے ذریعہ سے آپ سے، میں شمار نہیں کر سکتا آپ کی تعریف کو، آپ ویسے ہی ہیں، جیسے آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے (سنن نسائی) ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ما أخرجه الأربعة وحسنه الترمذی أنه -عليه الصلاة والسلام- كان يقول في آخر وتره: اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك، وبمعافاتك، من عقوبتك، وأعوذ بك منك، لا أحصي ثناء عليك، أنت كما أثنيت على نفسك وغير ذلك من الأدعية التي لا تشبه كلام الناس. ومن لا يحسن القنوت يقول (ربنا آتانا في الدنيا حسنة) (البقرة: 201) الآية. وقال أبو الليث يقول: اللهم اغفر لي يكرر ثلاثا، وقيل يقول: يا رب ثلاثا، ذكره في الذخيرة. اهـ.

أقول: هذا يفيد أن ما في البحر من قوله ذكر الكرخي أن مقدار القيام في القنوت مقدار سورة (إذا السماء انشقت) (الانشقاق: 1) وكذا ذكر في الأصل اهـ بيان للأفضل، أو هو مبني على القول بأن القنوت الواجب هو طول القيام لا الدعاء تأمل.

هذا، وذكر في الحلية أن ما مر من أنه -صلى الله عليه وسلم- كان يقول في آخر وتره اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك إلخ. جاء في بعض روايات النسائي أنه كان يقوله إذا فرغ من صلاته وتبوأ مضجعه (رد المحتار، ج ۲ ص ۷۶، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل).

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۴۷، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار، باب الدعاء فی الوتر، مکتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ابو داؤد، حدیث نمبر ۱۴۲۷، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۵۶۶، باب فی دعاء الوتر، مسند احمد، حدیث نمبر ۷۵۱۔

فی حاشیة مسند احمد:

إسناده قوى، هشام بن عمرو -وهو الفزارى- لم يرو عنه غير حماد بن سلمة وهو أقدم شيخ له، ووثقه ابن معين وأحمد وأبو حاتم، وذكره ابن حبان في "الثقات"، واحتج به أصحاب السنن الأربعة. ﴿بقية حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قنوت کہلاتا ہے۔

اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے قنوت میں ان کلمات کے پڑھنے کی تعلیم دی کہ:

”اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فَيْمَنْ هَدَيْتَ، وَ عَافِنِيْ فَيْمَنْ عَافَيْتَ، وَ تَوَلَّيْنِيْ فَيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَ بَارِكْ لِيْ فَيْمَا اَعْطَيْتَ، وَ قِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، اِنَّكَ تَقْضِيْ وَ لَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَ لَا يَعْزُزُ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ“

ترجمہ: یا اللہ! مجھے ہدایت دیجیے اُن لوگوں میں جن کو آپ نے ہدایت عطا فرمائی، اور عافیت دیجیے مجھے ان لوگوں میں جن لوگوں کو آپ نے عافیت عطا فرمائی، اور کار سازی فرمائی، میری اُن لوگوں میں جن کی آپ نے کار سازی فرمائی، اور برکت عطا فرمائی مجھے اُن چیزوں میں جو آپ نے مجھے عطا فرمائیں، اور حفاظت فرمائی میری اُن چیزوں کے شر سے جن کا آپ نے فیصلہ فرمایا، بے شک آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں، اور آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

وآخر جہ ابن ابی شیبہ ۲/۲۳۶ و ۱۰/۳۸۶، وعبید بن حمید ۸۱، و الترمذی ۳۵۶۶ و حسنہ، و أبو یعلیٰ ۲۷۵ من طریق یزید بن ہارون، بهذا الإسناد. و آخر جہ الطیالسی ۱۲۳، و أبو داود ۱۳۲۷، و النسائی فی "المجتبیٰ ۳/۲۳۸، ۲۳۹"، و فی "الکبریٰ ۵۳ و الطبرانی فی "الدعاء ۵۱ و البیہقی ۳/۳۲ من طرق عن حماد بن سلمة، بہ. و سیاتی برقم ۲۵ و ۱۲۹۵.

قولہ کما اُثبت، قال السندی: ای: اُنت الذی اُثبت علی ذاتک ثناءً یُلیق بک، فمن یقدر علی أداء حق ثنائک، فالکاف زائدة، و الخطاب فی عائد الموصول بملاحظة المعنی، و یحتمل أن الکاف بمعنی "علی"، و العائد محذوف، ای: اُنت ثابت علی أوصاف اُثبت بها علی نفسک، و الجملة علی الوجهین فی محل التعلیل، و فیہ إطلاق النفس علیہ تعالیٰ بلا مشاکلة، و قيل: "اُنت" تأکید للمجرور فی "علیک"، فهو من استعاره المرفوع المنفصل موضع المجرور المتصل؛ إذ لا منفصل فی المجرور، و "ما" مصدریة، و الکاف بمعنی: مثل، صفة ثناء.

کیا جاسکتا، بے شک جس کی آپ مد فرمائیں، وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، اور جس سے آپ بیزاری فرمائیں، وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا، آپ بابرکت ہیں، ہمارے رب ہیں، اور بلند و بالا ہیں (ابوداؤد) ۱

اور بعض روایات میں اس دعا کے آخر میں ”اَسْتَغْفِرُكَ وَتُؤْتِبُ إِلَيْكَ“ کا اضافہ ہے۔

چنانچہ ابن ابی عاصم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت بیان کی ہے کہ:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ أَقُولَ إِذَا فَرَعْتُ مِنْ قِرَاءَةِ تَبِي فِي الْوُتْرِ فَلَمْ يَبْقَ عَلَيَّ إِلَّا الرُّكُوعُ اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أُعْطِيتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ

۱۔ حدیث نمبر ۱۴۲۵، کتاب الصلاة، باب القنوت فی الوتر، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ له، المعجم الكبير للطبرانی، حدیث نمبر ۲۷۰۱، سنن البيهقي، حدی نمبر ۳۱۳۸، معرفة الصحابة لابن نعیم، حدیث نمبر ۱۷۶۱، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۱۸، ترمذی، حدیث نمبر ۳۶۶۴، سنن نسائی، حدیث نمبر ۱۷۴۵۔

لمحظ رہے کہ مسند احمد، ترمذی، اور نسائی کی روایات میں ”وَلَا يَعْزُ مَنْ عَادَيْتَ“ کا اضافہ نہیں ہے۔
فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله كلهم ثقات. أبو الحوراء: هو ربيعة بن شيبان السعدي. وأخرجه ابن الجارود ۲۷۲ وابن خزيمة ۱۰۹۵، والطبراني ۲۷۱۲ من طريق وكيع، بهذا الإسناد. وأخرجه البيهقي ۲۰۹/۲ من طريق العلاء بن صالح، عن بريد، به. وأخرجه الطبراني ۲۷۱۳ من -طريق الربيع بن ركين، عن أبي يزيد الزرادي، عن أبي الحوراء، به. وأخرجه ابن أبي عاصم في "السنة ۳۷۵"، وفي "الآحاد والمثاني ۴۱۵" والطبراني ۲۷۰۳، والحاكم ۲/۳ أو صححه على شرط الشيخين من طريق موسى بن عقبة، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة، عن الحسن. وأخرجه النسائي ۲۳۸/۳ من طريق موسى بن عقبة، عن عبد الله بن علي، عن الحسن. وسيأتي برقم ۱۷۲۱ و ۱۷۲۳.

وَالْيَتِ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاتُوبُ إِلَيْكَ.
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات کی تعلیم دی کہ میں جب وتر کی نماز میں اپنی قرائت سے فارغ ہو جاؤں، اور میرے ذمہ صرف رکوع باقی رہ جائے، تو میں یہ دعا پڑھوں:

”اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاتُوبُ إِلَيْكَ“

(یعنی) یا اللہ! مجھے ہدایت دیجیے اُن لوگوں میں جن کو آپ نے ہدایت عطا فرمائی، اور عافیت دیجیے مجھے ان لوگوں میں جن لوگوں کو آپ نے عافیت عطا فرمائی، اور برکت عطا فرمائی مجھے اُن چیزوں میں جو آپ نے مجھے عطا فرمائیں، اور حفاظت فرمائی میری اُن چیزوں کے شر سے جن کا آپ نے فیصلہ فرمایا، بے شک آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں، اور آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اور بے شک جس کی آپ مدد فرمائیں، وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، آپ بابرکت ہیں، ہمارے رب ہیں، اور بلند و بالا ہیں، میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، اور آپ کی طرف ہی متوجہ ہوتا اور توبہ کرتا ہوں (الاحادۃ الثانی) ۱۔
پس بہتر یہ ہے کہ اس مذکورہ روایت کے مطابق دعا کے آخر میں ”اَسْتَغْفِرُكَ وَاتُوبُ إِلَيْكَ“ کا بھی اضافہ کر لیا جائے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَلَّمَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا

۱۔ لابن ابی عاصم، حدیث نمبر ۴۱۵، ج ۱ ص ۳۰۱، دار الراجعة - الرياض.

فَرَعَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكْعَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْوُتْرِ، وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الرُّكُوعُ،
 قَالَ قَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فَيَمْنٌ هَدَيْتَ (شرح مشکل الآثار) ۱
 ترجمہ: مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی اطلاع دی کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کی تیسری رکعت میں قرائت سے فارغ ہو جایا کرتے
 تھے، اور صرف رکوع باقی رہ جاتا تھا، تو رکوع سے پہلے یہ پڑھا کرتے تھے کہ:
 ”اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فَيَمْنٌ هَدَيْتَ“

بعض اور روایات میں بھی وتر کی نماز میں قرائت سے فارغ ہو کر اس مذکورہ دعا کے پڑھنے کا
 ذکر آیا ہے۔

اور ایک روایت کے آخر میں ”لَا مَنَجًا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ“ کا اضافہ ہے۔ ۲
 اور بعض روایات میں وتروں کے ساتھ ساتھ اس دعا کے فجر کے قنوت میں پڑھنے کا بھی ذکر
 آیا ہے۔ ۳

۱ ج ۱ ص ۳۷۵، باب بیان مشکل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت في الوتر، وهل هو قبل
 الركوع أو بعده؟ الخ، مؤسسة الرسالة، بيروت

۲ عن عائشة قالت: حدثني الحسن بن علي بن أبي طالب قال: علمني رسول الله
 صلى الله عليه وسلم: أن أقول في دعاء الوتر بعد القراءة وقبل الركعة: اللهم اهْدِنِي
 فَيَمْنٌ هَدَيْتَ وتولني فَيَمْنٌ تَوَلَّيتَ وقني شر ما قضيت (تاريخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۱،
 ۱۶۲، تحت ترجمة علي بن نمران، أبو الحسين الخواص)
 عن عائشة، عن الحسن بن علي بن أبي طالب قال: علمني رسول الله صلى الله عليه
 وسلم أن أقول إذا فرغت من قراءة الوتر: اللهم اهْدِنِي فَيَمْنٌ هَدَيْتَ، وعافني
 فَيَمْنٌ عَافَيْتَ، وتولني فَيَمْنٌ تَوَلَّيتَ، وبارك لي فيما أعطيت، وقني شر ما قضيت
 إنك تقضي ولا يقضي عليك، تباركت وتعاليت، لا منجا منك إلا إليك (التوحيد
 لابن مندة، حديث نمبر ۳۳۸)

۳ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ بِالْخَيْفِ
 يَقُولَانِ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ،
 وَفِي الْوُتْرِ بِاللَّيْلِ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فَيَمْنٌ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فَيَمْنٌ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فَيَمْنٌ
 تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يَقْضِيْ عَلَيْكَ،
 ﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قنوت کہلاتا ہے۔

اور ہمارے یہاں دعائے قنوت کی دعا دوسری رائج ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے، مگر حضرت علی و حضرت حسن رضی اللہ عنہما کی مذکورہ دعائیں پڑھنا بھی جائز اور مشہور دعائے قنوت کے ساتھ ملا کر پڑھنا بھی جائز بلکہ بہتر ہے (اگرچہ عام طور پر آج کل اس کا رواج نہیں)

حضرت خالد بن ابی عمران سے مرسل روایت ہے کہ:

بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى مُضَرَ إِذْ جَاءَهُ
جَبْرِئِيلُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ اسْكُتْ فَسَكَتَ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ لَمْ
يَعْنِكَ سَبَابًا وَلَا لَعْنًا، وَإِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً، وَلَمْ يَبْعَثْكَ عَذَابًا
(لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ
ظَالِمُونَ) ثُمَّ عَلَّمَهُ هَذَا الْقُنُوتَ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْثُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْضَعُ لَكَ،
وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّكْفُرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي
وَنَسْجُدُ وَ اِلَيْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِیْدُ، وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی
عَذَابَكَ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ الْجِدِّ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِیْنَ مُلْحِقٌ

(السنن الكبرى للبيهقي) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَإِنَّهُ لَا يَدِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۳۹۵۷)
عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمَزٍ أَنَّ بَرِيْدَ بْنَ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَهُ قَالَ: سَمِعْتُ
ابْنَ عَبَّاسٍ، وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ هُوَ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ بِالْخَيْفِ يَقُولَانِ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَفِي وَتْرِ اللَّيْلِ بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ: "اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيمَنْ
هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَفِيْ شَرِّ
مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰی عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَدِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا
وَتَعَالَيْتَ (السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر ۳۱۴۰)

۱۔ حديث نمبر ۳۱۴۲، كتاب الصلاة، باب دعاء القنوت، دار الكتب العلمية، بيروت، الدعوات الكبير للبيهقي حديث نمبر ۳۶۲۳، مراسيل ابی داؤد حديث نمبر ۸۶. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضر قبیلہ کے خلاف بددعا فرما رہے تھے کہ اچانک جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر حضرت جبریل نے کہا کہ اے محمد! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو لعن طعن کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ آپ کو رحمت کا ذریعہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اور آپ کو عذاب کا ذریعہ بنا کر مبعوث نہیں فرمایا، آپ کا کوئی دخل نہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر یا تو متوجہ ہو جائیں، یا ان کو کوئی سزا دیں، پس بے شک یہ لوگ ظالم ہیں۔

پھر حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قنوت (جو کہ آج کل عام طور پر ووتروں میں پڑھا جاتا ہے) سکھایا کہ:

”اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْثُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْضَعُ لَكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّكْفُرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَ اِلَيْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِیْدُ، وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ الْجَدِّ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِيْنَ مُلْحِقٌ“

(جس کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ! ہم آپ سے مدد طلب کرتے ہیں، اور آپ سے گناہوں کی معافی کی درخواست کرتے ہیں، اور آپ پر ایمان لاتے ہیں، اور آپ کی تابعداری اختیار کرتے ہیں، اور جو آپ کا انکار کرے، ہم اس سے الگ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال البيهقي: هَذَا مُرْسَلٌ وَقَدْ رَوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَحِيحًا مَوْضُوعًا.

ورجاءه موثقون (روضة المحدثین، تحت حدیث رقم ۵۲۹۳)

وفيه عبد القاهر ذكره ابن حبان في الثقات كما في التهذيب (۶: ۳۶۸) وخالد بن ابی عمران من الطبقة الصغرى من التابعين، فالامر مرسل، وقال الحازمي في الاعتبار (ص ۹۰) أخرجه ابو داود في المراسيل، وهو حسن في المتابعات (اهـ) متن اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۰۷، اخفاء القنوت في الوتر والفاظه وحكم القنوت في الفجر

ہوتے اور اس کو چھوڑتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی کے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف سعی کرتے اور جلدی کرتے ہیں، اور آپ کی رحمت کی امید کرتے ہیں، اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اور آپ کے سخت عذاب سے خوف کرتے ہیں، بے شک آپ کا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے (ترجمہ ختم)

ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر کے خلاف یہ جودعا فرما رہے تھے، یہ اس وقت کی بات ہو، جبکہ وہ نازلہ ختم ہو گیا ہو، اس لئے آپ کو منع کیا گیا ہو، اور آئندہ ہمیشہ کے لیے اس دعا کو وتروں کے لیے مقرر کیا گیا ہو، کیونکہ قنوت نازلہ کا حکم عام حالات میں نہیں ہے، بلکہ مخصوص حالات میں ہے، اور وتروں میں دعائے قنوت ہمیشہ کے لیے ہے۔

اس قسم کی دعائے قنوت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور بعض روایات میں ”وَنَسُوْكَ اَلَيْكَ“ اور ”وَنُثْنِيْ اَلَيْكَ الْخَيْرَ“ اور ”وَنَشْكُرُكَ“ اور ”وَلَا نَكْفُرُكَ“ کا اضافہ ہے، اور ”مَنْ يَّكْفُرُكَ“ کی جگہ ”مَنْ يَّفْجُرُكَ“ اور آخر میں ”بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ“ ہے۔

چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ دعا تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔

جس میں ”وَنُثْنِيْ اَلَيْكَ الْخَيْرَ“ کا اضافہ اور ”مَنْ يَّكْفُرُكَ“ کی جگہ ”مَنْ يَّفْجُرُكَ“ اور آخر میں ”بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ“ ہے۔ ۱

۱۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِيْ اَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ، وَ اِلَيْكَ نَسْعٰی وَنَخْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ، اِنَّ عَذَابَكَ الْجَدِّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ (مُصَنَّفُ ابْنِ اَبِي شَيْبَةَ، حَدِیْثِ نمبر ۲۹۶۵، فِی قُنُوْتِ الْوُتْرِ مِنَ الدُّعَاِ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ یہ دعا مروی ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”وَتَسُوْ كُلُّ عَلِيْكَ“ اور ”وَلَا نَكْفُرُكَ“ اور ”وَنَشْكُرُكَ“ کا اضافہ ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”وَنَسْتَهْدِيْكَ“ کا اضافہ ہے۔

البتہ بعض حضرات کی روایات میں اس دعا کو فجر میں قنوت نازلہ کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يُفْجِرُكَ اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَخْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِ مُلْحِقٌ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث

نمبر ۳۰۳۲۶، کتاب الدعاء، باب ما يدعو به الرجل فی قنوت الوتر)

۱۔ عن ابن عبد الرحمن بن أبزی، عن أبیه، أنه صلی مع عمر فقلت بالسورتین: اللهم إنا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک، ونثنی علیک، ونخلع من یفجرک اللهم إیاک نعبد، ولک نصلی ونسجد، وإلیک نسعی ونخفد، ولرجو رحمتک ونخشى عذابک، إن عذابک بالکفار ملحق.

نا محمد بن عیسی، نا شایبہ، نا شعبہ، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباس مثله (معجم ابن الاعرابی، حدیث نمبر ۴۵۵)

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْعَدَاةَ، فَقَالَ: فِي قُنُوتِهِ: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يُفْجِرُكَ اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَخْفِدُ نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِ مُلْحِقٌ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۱۰۰، ما يدعو به فی قنوت الفجر)

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَاةَ الْعَدَاةِ فَقَنْتُ فِيهَا بَعْدَ الرُّكُوعِ وَقَالَ فِي قُنُوتِهِ: "اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يُفْجِرُكَ اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي، وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَخْفِدُ نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِ مُلْحِقٌ (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۴۷۵)

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقْنُ فِي الْفَجْرِ: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَخْفِدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحِقٌ، اللَّهُمَّ

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی دعا مروی ہے۔ ۱

(گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

عَذَّبَ كَفَرَةٌ أَهْلَ الْكِتَابِ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِك (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۰۳۳، کتاب الدعاء، باب مَا يَدْعَا بِهِ فِي قُبُورِ الْفُجَرِ)

عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ عُثَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ، يَأْتِرُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي الْقُنُوتِ: **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَالْأَنْفِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَأَنْصِرْهُمْ عَلَى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ، اللَّهُمَّ الْعَنِ كُفْرَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يَكْذِبُونَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُونَ أَوْلِيَاءَكَ، اللَّهُمَّ خَالَفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ، وَزَلْزِلْ أَقْدَامَهُمْ، وَأَنْزِلْ بِهِمْ بِأَسْكَ الْبَلَدِ لَا تَرُدَّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُخْرَمِينَ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ، وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنُخَلِّعُكَ مَنْ يَقْبُحُكَ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، اللَّهُمَّ إِنَّا كَفَرْنَا بِكَ، وَلَكِنْ نُصَلِّيُ وَنُسَجِّدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِظُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِ مُلْحَقٌ** (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۳۹۲۹)

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سُوَيْدٍ الْكَاهِلِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا قَسَمَ فِي الْفَجْرِ بِهَاتَيْنِ السُّورَتَيْنِ: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا بِكَ نَعْبُدُكَ وَنُصَلِّيُ وَنُسَجِّدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنُخَفِّدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنُخْشَى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِ مُلْحِقٌ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثٌ نُمِرَ ٤١٠٢، مَا يَدْعَا بِهِ فِي قُبُوتِ الْفَجْرِ)

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ الْكَاهِلِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقْنُتُ بِهَاتَيْنِ السُّورَتَيْنِ فِي الْفَجْرِ، غَيْرَ أَنَّهُ يَقْدُمُ
الْآخِرَةَ وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّاكَ نَعْبُدُكَ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَخْجُو، لِرَجْوِ رَحْمَتِكَ،
وَنَخَافِ عَذَابِكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحَقٌ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيذُكَ، وَنَسْتَعِيذُكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ
الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ" (مصنف)

عبدالرزاق، حديث نمبر ۴۹۷۸

أَخْبَرَنَا أَبُو بَنٍ أَبِي عِيَّاشٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْكَلَامِ فِي الْقُنُوتِ، فَقَالَ: االلَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنُخْلِغُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، االلَّهُمَّ إِنَّا نَعْبُدُكَ، وَلَكِنْ نَصَلُّكَ وَنَسْجُدُكَ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِظُكَ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ الْجَدَّةَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ، االلَّهُمَّ عَذَبِ الْكَافِرَةَ، وَأَلْقِي فِي قُلُوبِهِمُ الرُّغْبَ، وَخَالَفِ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ، وَأَنزِلْ عَلَيْهِمْ رُجُزَكَ وَعَذَابَكَ، االلَّهُمَّ عَذَبِ كَفَرَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يَجْحَلُونَ رُسُلَكَ، وَيَكْذِبُونَ أَنْبِيَاءَكَ، وَيَصْطَلُونَ عَنْ سَبِيلِكَ، وَيَجْعَلُونَ مَعَكَ إِيَّاهَا آخَرَ، لَا إِلَهَ غَيْرُكَ، االلَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَأَصْلِحْهُنَّ وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَأَلْفِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ، وَاجْعَلْ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَالْحِكْمَةَ، وَتُبِّهْهُمْ عَلَى مِلَّةِ رَسُولِكَ، وَأَوْرِغْهُمْ أَنْ يَشْكُرُوا نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، وَأَنْ يُؤْفُوا بِعَهْدِكَ الَّذِي عَاهَدْتَهُمْ عَلَيْهِ، وَأَنْصُرْهُمْ عَلَى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ، إِلَهَ الْحَقِّ وَقَالَ أَنَسٌ: وَاللَّهِ إِنْ نَزَلَتْ إِلَّا مِنَ السَّمَاءِ. أَبُو بَنٍ أَبِي عِيَّاشٍ ضَعِيفٌ، إِلَّا أَنْ لَأَوَّلَ حَدِيثِهِ شَاهِدًا بِإِسْنَادٍ مُرْسَلٍ (الدعوات الكبير للبيهقي، حديث نمبر ۴۳۲)

٤ عن أبي بن كعب أنه كان يقول اللهم إنا نسئف ونستغفر ونسئف عليك فلا تكفر ونخلع ونوترك من يفجرك اللهم إياك نعبد ولك نصلي ونسجد وإليك نسعى ونحفذ نخشى عذابك ونرجو رحمتك إن عذابك بالكفار ملحق (مصنف عبدالرزاق ، حديث نمبر ٢٩٤٠ ، كتاب الصلاة ، باب القنوت)

بلکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں بھی اس دعا کے موجود ہونے کی روایات

ہیں۔ اے

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بھی اس دعا کے وتروں میں پڑھنے کا مستحب ہونا مروی

۱۲-۵

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ قنوت وتر میں کوئی مخصوص دعا لازم نہیں،

اور ”إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ“ کی مقدار کے برابر دعائے قنوت کے لئے قیام کرنا چاہئے۔ ۳

۱- عَنْ مِيمُونِ بْنِ مِهْرَانَ فِي قِرَاءَةِ أَبِي بَنِ كَعْبٍ :اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ
وَنُثْنِي عَلَيْكَ ، وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ اللَّهُمَّ يَاكَ تَعْبُدُ وَلَكَ
نُصَلِّي وَنُسَبِّحُ وَإِلَيْكَ نُسَعِي وَنَخْشَى ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ
بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ مُبَرَّرٌ ۷۱۰۳، مَا يَدْعَا بِهِ فِي قُرْآنِ الْفَجْرِ)
عن ميمون بن مهران ، قال : قرأت في مصحف أبي بن كعب (اللهم نستغفرك
ونستغفرك) إلى قوله (بالكافرين ملحق) (فضائل القرآن للقاسم بن سلام، حديث
مبني ۵۷۷)

حدثنا محمد بن حاتم قال، حدثنا علي بن ثابت، عن جعفر ابن بركان ، عن ميمون بن مهران، قال : قرأت في مصحف أبي : اللهم نستعينك ونستغفرك حتى بلغ آخر السورتين " (تاريخ المدينة المنورة، ج ٢ ص ١٢٤)

عن عذرة، قال: قرأت في مصحف أبي بن كعب هاتين السورتين (اللهم نستعينك)
(اللهم إياك نعبد) فضائل القرآن للقاسم بن سلام، حديث (نمبر ٥٤٦)

٢ عن الزبير بن عدى عن إبراهيم كان يستحب أن يقول فى قنوت الوتر بهاتين السورتين اللهم إنا نستعينك ونستغفرك وننثى عليك ولا نكفرك ونخلك وترك من يفجرک اللهم إياک نعبد ولك نصلى ونسجد وإليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك إن عذابك بالكافرن ملحق (مصنف عبدالرزاق ، حديث نمبر ٣٩٩٤ ، كتاب الصلاة ، باب القنوت)

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: قُلْتُ فِي قُبُورِ الْوُثَرِ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيْثٌ نُمَر ٢٩٦٣، فِي قُبُورِ الْوُثَرِ مِنَ الدُّعَاءِ)

٣٤٤ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: لَيْسَ فِي قُنُوتِ الْوُتْرِ شَيْءٌ مُؤَقَّتٌ، إِنَّمَا هُوَ دُعَاءٌ وَاسْتِغْفَارٌ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ٦٩٦٦، فِي قُنُوتِ الْوُتْرِ مِنَ الدُّعَاءِ)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يَكْبَرُ إِذَا فَرَّغَ مِنَ الْقَوَاءِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْوُتْرِ، ثُمَّ يَقْنُتُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ، ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ كَثَرُ أَيْضًا، قَالَ الْمُعِيرُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْوُتْرِ قَالَ: الْقِيَامُ فِي الْقَنُوتِ قَدْرُ بَيْتِهِ حَاشَا لَكُمْ لَعَنَ صَفِيٍّ بِمَا حَظَرَ فَرَامِسَ ﴿

اور فقہائے احناف نے روایات میں اختلاف کی وجہ سے تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ اس دعائے قنوت کے الفاظ نقل فرمائے ہیں، اور بعض فقہاء نے مختلف روایات میں آئے ہوئے الفاظ کو جمع کر دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دعائے قنوت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

”اللَّهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَتَوَكَّلُ عَلَيْنَا
وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ
يُفْجِرُكَ، اللَّهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَالَيْكَ نَسْعِي
وَنَحْفِدُ نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ
بِالْكَفَارِ مُلْحِقٌ“

ترجمہ: اے اللہ! ہم آپ سے مدد طلب کرتے ہیں، اور آپ سے گناہوں کی معافی کی درخواست کرتے ہیں، اور آپ پر ایمان لاتے ہیں، اور آپ پر توکل کرتے ہیں، اور آپ پر خیر کی ثناء (تعریف) کرتے ہیں، آپ کا شکر کرتے

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَعَنهُ اُيُضًا، عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ : اَتَيْتُ الْاَسْوَدَ وَهُوَ يَشْتَكِي، فَقُمْتُ قَائِمًا وَرَجُلٌ يُسَيِّدُهُ، فَاَطَالَ مَخَافَةً اَنْ يَقْصُرَ عَمَّا كَانَ يَقْنُتُ (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۵۰۰۱)
اُخْبَرَنَا مَحَلُّ بْنُ مَحْرُزٍ الضَّبِّيُّ قَالَ قُلْتُ لِابِرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ مَا تَقُولُ فِي الْوُتْرِ قَالَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْاُولَيَيْنِ
سُورَتَيْنِ مِنْ اَيِّ الْقُرْآنِ شِئْتُ وَفِي الثَّالِثَةِ اَمِنَ الرَّسُولُ اِلَى اَخْرِ الْبَقَرَةِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ اَخَذَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ
اَكْبَرُ وَتَرْفَعُ يَدَيْكَ قَلِيلًا قُلْتَ فَهَلْ فِي الْقُنُوتِ كَلَامٌ مُوقَّتٌ قَالَ لَا وَلَكِنْ تَحْمَدُ اللَّهَ وَتُصَلِّيُ عَلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَدْعُو بِمَا بَدَأَ لَكَ (الحجة على أهل المدينة، باب عدد الوتر)
مَحَلُّ بْنُ مَحْرُزٍ الضَّبِّيُّ الْكُوفِيُّ لَا بِأَسْ بِه مِنْ السَّادِسَةِ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ بِخ (تقريب
التهديب، ج ۲، ص ۱۶۳)

قال علي بن المديني عن يحيى القطان كان وسطا ولم يكن بذاك وقال أبو طالب عن أحمد ثقة
وقال اسحاق بن منصور عن ابن معين صالح وقال ابن الجنيدي عن ابن معين ثقة لا بأس به وقال ابن
أبي حاتم عن أبيه كان آخر من بقي من أصحاب ابراهيم ما بحديثه بأس ولا بأس به ادخله البخاري
في الضعفاء فسمعت أبي يقول يحول من هناك وقال النسائي ليس به بأس (تهديب
التهديب، ج ۱۰ ص ۶۰، بقية حرف الميم)

ہیں، اور آپ کی ناشکری نہیں کرتے، اور جو آپ کی نافرمانی کرے، ہم اس سے الگ ہوتے ہیں اور اس کو چھوڑتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی کے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف سعی کرتے و جلدی کرتے ہیں، آپ کی رحمت کی امید کرتے ہیں، اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے (شرح الحاقیہ، فصل فی الوتر والنوافل)

اور دیگر کتب فقہ میں اس سے کچھ مختلف الفاظ بیان کئے گئے ہیں، اُن کو پڑھنے میں بھی حرج نہیں۔ ۱۔

۱۔ ثم إن الدعاء المشهور عند أبي حنيفة:

اللهم إنا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک وننتی علیک الخیر کلہ نشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللهم إیاک نعبد ولک نصلی ونسجد وإلیک نسعی ونحسد نرجو رحمتک ونخشى عذابک إن عذابک بالكفار ملحق. لكن فی المقدمة الغزویة إن عذابک الجحد ولم یذکره فی الحاروی القدسی إلا أنه أسقط الواو من نخلع والظاهر ثبوتهما أما إثبات الجحد ففي مراسیل أبی داود وأما إثبات الواو فی ونخلع ففي رواية الطحاوی والبيهقی وبه اندفع ما ذكره الشمنی فی شرح النقایة أنه لا یقول الجحد. واتفقوا علی أنه بکسر الجیم بمعنى الحق واختلفوا فی ملحق وصحیح الإسیجایی کسر الحاء بمعنى لاحق بهم وقيل بفتحها ونص الجوهری علی أنه صواب (البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۵، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(قوله اللهم إنا نستعینک) زاد بعده فی الدرر ونستهدیک قال الشیخ إسماعیل کذا فی المنیع ولس فی المغرب ولا فیما أخرجه أبو داود فی مراسیلہ و ذکره فی جامع الفتاوی والجوهریة والمفتاح بعد قوله ونستغفرک اهـ ثم قال فی آخر الدعاء وفي البرجندی المشهور عند الحنفیة الختم عند قوله ملحق ولس فی المشهور نستهدیک ولا کلمة کله اهـ.

وزاد فی الدرر أيضا بعد ونستغفرک وتوب إلیک قال الشیخ إسماعیل کذا فی المنیع والتاجیة ولس فی الكتب المذكورة اهـ.

وزاد فی الدرر أيضا ونخضع لک بعد قوله ولا نکفرک قال الشیخ إسماعیل کذا فی مراسیل أبی داود ولس فی المنیع وغيره مما ذکر ثم ذکر أن فی بعض النسخ ونخلع ونسبها أيضا إلى الوانیة ثم قال ولعله نخلع بالنون أى نخضع (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۵، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

القنوت: اللهم إنا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونخضع لک ونخلع ونترک من یکفرک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس دعا کے بجائے یا اس کے ساتھ اگر حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے قنوت والی دعا بھی ملا لی جائے، تو کوئی ممانعت نہیں، بلکہ دونوں کو ملا کر پڑھنا بہتر و افضل ہے، اور اگر کوئی تینوں قسم کی دعائیں (یعنی حضرت علی، حضرت حسن کی دعائیں، اور مشہور دعا ”اللہم انا نستعینک“ الخ) پڑھنا چاہے، تو زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اور یہ دعائیں پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔ ۱۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اللہم إياک نعبد و لک نصلى و نسجد و إلیک نسعی و نحفد، نرجو رحمتک، و نخاف عذابک
 إن عذابک الجذ بالکفار ملحق (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۰، کتاب الصلاة، باب صلاة الوتر)
 والقنوت عندنا اللهم إنا نستعینک و نستغفرک و نستهدیک و نؤمن بک و نتوب إلیک و نتوکل
 علیک و نثنی علیک الخیر کلہ نشکرک و لا نکفرک و نخلع و نترک من یفجرک اللهم إیاک
 نعبد و لک نصلى و نسجد و إلیک نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشى عذابک إن عذابک
 بالکفار ملحق (مجمع الانهر ج ۱ ص ۲۸، ۲۹، کتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل)
 "اللهم إنا نستعینک و نستهدیک و نستغفرک و نتوب إلیک و نؤمن بک و نتوکل علیک و نثنی
 علیک الخیر کلہ نشکرک و لا نکفرک و نخلع و نترک من یفجرک اللہ إیاک نعبد و لک
 نصلى و نسجد و إلیک نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشى عذابک إن عذابک الجذ بالکفار
 ملحق و صلى الله على النبی و آله و سلم." (نور الايضاح، ص ۷۷، کتاب الصلاة، باب الوتر و احکامه)
 فیقول اللهم إنا نستعینک و نستهدیک و نستغفرک و نتوب إلیک و نؤمن بک و نتوکل علیک
 و نثنی علیک الخیر کلہ نشکرک و لا نکفرک و نخلع و نترک من یفجرک اللهم إیاک نعبد
 و لک نصلى و نسجد و إلیک نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشى عذابک إن عذابک الجذ
 بالکفار ملحق (درر الحکام شرح غرر الاحکام، ج ۱ ص ۱۱۳، کتاب الصلاة، باب الوتر
 و النوافل، احوال الوتر)

و الدعاء المشهور فی القنوت اللهم إنا نستعینک و نستغفرک و نستهدیک و نؤمن بک و نتوب
 إلیک و نتوکل علیک و نثنی علیک الخیر کلہ نشکرک و لا نکفرک و نخلع و نترک من
 یفجرک اللهم إیاک نعبد و لک نصلى و نسجد و إلیک نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشى
 عذابک إن عذابک بالکفار ملحق و یضم إلیه قنوت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما اللهم اهدنی
 فیمن هدی و عافنی فیمن عافیت و تولنی فیمن تولیت و بارک لی فیما أعطیت و قنی شر ما قضیت
 فإنک تقضی و لا یقضی علیک إنه لا یذل من والیت و لا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت
 نستغفرک اللهم و نتوب إلیک و یرید إن شاء الله و صلى الله على النبی و علی آله و صحبه
 و سلم (منیة المصلی، کتاب الصلاة)

۱۔ ثم ذکر أن الأولی أن یضم إلیه اللهم اهدنی إلخ و أن ما عدا هذین فلا توقیت فیہ، و منه ما عن ابن

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دعائے قنوت میں مشہور دعا ”اللهم اناسمعتک الخ“ کو ہی جو حضرات لازم و ضروری سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

فقط، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۴/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۲ھ 18/ اپریل/ 2011ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

عمر "أنه كان يقول بعد عذابك الجذ بالکفار ملحق : اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، وألف بين قلوبهم، وأصلح ذات بينهم، وانصرهم على عدوك وعدوهم. اللهم العن کفرة الكتاب الذين یکذبون رسلک و یقاتلون أولیاءک . اللهم خالف بین کلماتهم، و لنزل أقدامهم، وأنزل علیهم بأسک الذی لا یرد عن القوم المجرمین " ومنه ما أخرجه الأربعة وحسنه الترمذی أنه -عليه الصلاة والسلام - كان يقول فی آخر وتره : اللهم إني أعوذ برضاک من سخطک، وبمعافاتک، من عقوبتک، وأعوذ بک منك، لا أحصى ثناء علیک، أنت کما أثنیت علی نفسك وغير ذلك من الأدعية التي لا تشبه کلام الناس . ومن لا یحسن القنوت يقول (ربنا آتنا فی الدنيا حسنة) (البقرة: ۲۰۱) الآية . وقال أبو الیث يقول : اللهم اغفر لی یکررها ثلاثا، وقیل یقول : یارب ثلاثا، ذکره فی الذخيرة . اهـ.

أقول : هذا یفید أن ما فی البحر من قوله ذکر الکفرخی أن مقدار القيام فی القنوت مقدار سورة (إذا السماء انشقت) (الانشقاق: ۱) . وكذا ذکر فی الأصل اه بیان للأفضل، أو هو مبني علی القول بأن القنوت الواجب هو طول القيام لا الدعاء تأمل .

هذا، وذكر فی الحلیة أن ما مر من أنه -صلی الله علیه وسلم - كان يقول فی آخر وتره اللهم إني أعوذ برضاک من سخطک الخ . جاء فی بعض روايات النسائی أنه كان یقوله إذا فرغ من صلاته وتبأ مضجعه (ردالمحتار، ج ۲ ص ۷۶، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وتر کی نماز اور قنوت سے متعلق مسائل کا خلاصہ

آخر میں وتر کی نماز سے متعلق اختصار کے ساتھ چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔
مسئلہ نمبر ۱..... وتر کی نماز کا درجہ اگرچہ فرائض سے کم ہے، مگر سنت نمازوں سے زیادہ ہے۔
 اور وتر کی نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے آخری قول کے مطابق واجب ہے، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک سنت تاکید کی ہے۔ ۱۔

۱۔ اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ کے نزدیک بھی وتر سنت ہیں، مگر ان کی تاکید دوسری سنت نمازوں سے زیادہ ہے۔

(قوله الوتر واجب) وهذا آخر أقوال أبي حنيفة وهو الصحيح كذا في المحيط والأصح كما في الخانية وهو الظاهر من مذهبه كذا في المبسوط وروى عنه أنه فرض وعنه أنه سنة ووفق المشايخ بينهما بأنه فرض عملاً واجب اعتقاداً سنة ثبوتاً ودليلاً وأما عندهما فسنة عملاً واعتقاداً ودليلاً لكن سنة مؤكدة أكد من سائر السنن المؤقتة كما في البدائع لظهور أثر السنن فيه حيث لا يؤذن له ولم يثبت عندهما دليل الوجوب فنفياه (البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۰، باب الوتر والنوافل)
 (قوله بين الروايات) أي الثلاث المروية عن أبي حنيفة فإنه روى عنه أنه فرض وأنه واجب وأنه سنة، والتوفيق أولى من التفريق، فرجع الكل إلى الوجوب الذي مشى عليه في الكنز وغيره. قال في البحر: وهو آخر أقوال الإمام، وهو الصحيح محيط والأصح خانية، وهو الظاهر من مذهبه مبسوط. اهـ. ثم قال: وأما عندهما فسنة عملاً واعتقاداً ودليلاً، لكنها أكد سائر السنن المؤقتة (رد المحتار، ج ۲ ص ۴، باب الوتر والنوافل)

وقال شيخنا في تعليقاته: لم يجعله أحد جائز الترك فسمه ماشئت اهـ، قال الراقم: فاتفقوا على أن تاركه آثم أو على عدم جواز تركه وكذا اتفقوا على عدم تكفير منكره فاذن الخلاف قريب من الخلاف الصوري نظير خلافهم مسألة بساطة الإيمان وتركيبه أو زيادته ونقصه من مسائل الأصول فليس من النصفة توسيع ساحة الخلاف على أن اصطلاح أبي حنيفة في الفرق بين الواجب والفرض مشهور متقرر في محله (معارف السنن ج ۳ ص ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الوتر)

اجتمعت عدة أمور افادت الوجوب في نظر فقيه الأمة وفقه الملة وهي (۱) المواظبة مع عدم الترك اصلاً (۲) عدم جواز الترك والاجماع عليه (۳) تخصيصه بوقت (۴) قضاؤه إذا نسيه (۵) قول عدة من سلف الأمة على الوجوب (۶) اهتمام ذكره بمثل هذه الكلمات وما إلى ذلك من وجوه في الباب (معارف السنن ج ۳ ص ۱۷۳، ۱۷۴، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الوتر)

مسئلہ نمبر ۴..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ وتر کی نماز واجب ہے، جس کا درجہ فرض نماز کے قریب ہے، اس لئے وتر کی نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی معذور و بیمار ہو، تو بیٹھ کر پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۱

مسئلہ نمبر ۵..... وتر کی نماز کا وقت وہی ہے جو عشاء کی نماز کا ہے، پس عشاء کی نماز کے ادا وقت میں صبح صادق سے پہلے پہلے جب بھی وتر پڑھ لئے جائیں، تو وہ اپنے وقت میں ادا پڑھنا کہلائیں گے۔ ۲

مسئلہ نمبر ۶..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز عشاء کی نماز کے تابع ہے، یعنی وتر کی نماز عشاء کی نماز ادا کر لینے کے بعد ہی درست ہوتی ہے، اور عشاء کی نماز سے پہلے درست نہیں ہوتی۔

البتہ بعض اعذار کی صورت میں درست ہو جاتی ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ ۳

مسئلہ نمبر ۷..... اگر کسی نے عشاء کی نماز پڑھ لی، اور اس کے بعد مثلاً رات کے کسی حصہ میں دوبارہ وضو کر کے وتر کی نماز پڑھ لی، پھر اسے بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی عشاء کی نماز صحیح نہیں ہوئی تھی، مثلاً یہ کہ کوئی فرض رہ گیا تھا، یا اس کا وضو صحیح نہ تھا، تو اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے

۱۔ ولا يجوز أن يوتر قاعدا مع القدرة على القيام وعلى راحلته من غير عذر هكذا في محيط السرخسي (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۱۱، كتاب الصلاة، الباب الثامن في صلاة الوتر)
 ۲۔ وأما بيان أوقات الصلوات الواجبة وما هو شبهه بها فمنها وقت الوتر وهو على قول أبي حنيفة وقت صلاة العشاء (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۱۰۳، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)
 ۳۔ إلا أنه شرع مرتبا عليها كوقت قضاء الفائتة هو وقت أداء الوقتية لكنه شرع مرتبا عليه فلا يجوز أدائه قبل صلاة العشاء مع أنه وقته لفوت شرطه وهو الترتيب (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۱۰۳، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

أما أصل الوقت فوق العشاء عند أبي حنيفة إلا أنه شرع مرتبا عليه حتى لا يجوز أدائه قبل صلاة العشاء مع أنه وقته لعدم شرطه وهو الترتيب إلا إذا كان ناسيا كوقت أداء الوقتية وهو وقت الفائتة لكنه شرع مرتبا عليه، وعند أبي يوسف ومحمد والشافعي وقته بعد أداء صلاة العشاء وهذا بناء على ما ذكرنا أن الوتر واجب عند أبي حنيفة وعندهم سنة (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۱ ص ۲۷۲، فصل بيان وقت الوتر)

نزدیک عشاء کی نماز لوٹنا تا تو ضروری ہوگا، لیکن وتر کی نماز لوٹنا تا ضروری نہ ہوگا۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۶..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کیونکہ وتر کی نماز واجب ہے، اس لئے اگر
وتر کی نماز کا ادا وقت نکل جائے، تب بھی وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی، خواہ کتنا ہی وقت گزر

۱۔ البتہ صاحبین کے نزدیک وتر کی نماز بھی لوٹانے کا حکم ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی نماز سنت ہے، مستقل نماز نہیں۔
اور اسی طرح اگر کسی صاحب ترتیب نے وتر پڑھے بغیر فجر کی نماز پڑھ لی، اور ابھی فجر کی نماز کے ادا وقت میں گنجائش ہے، تو
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسے وتر پڑھ کر دوبارہ فجر کی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

قُلْتُ أَرَأَيْتَ رَجُلًا صَلَّى الْعِشَاءَ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ وَضوءٍ فَقَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ سَحَرًا فَأَوْتَرَ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ أَنَّهُ
حَيْثُ صَلَّى الْعِشَاءَ كَانَ عَلَى غَيْرِ وَضوءٍ فَقَامَ وَأَوْتَرَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْوُتْرِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ قَدْ صَلَّى
الْعِشَاءَ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ وَضوءٍ فَقَامَ وَصَلَّى الْعِشَاءَ أُيْجِزُهُ وَتَرَهُ ذَلِكَ أَمْ يُعِيدُ قَالَ يُعِيدُ وَلَا يُعِيدُ فِي
قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ يُعِيدُ الْوُتْرَ (الأصل لمحمد بن الحسن الشيباني،
ج ۱ ص ۱۲۸، باب مواقيت الصلاة)

وینی علیٰ هذا الأصل من صلى العشاء على غير وضوء وهو لا يعلم ثم توضأ فأوتر ثم تذاكر أعاد
صلاة العشاء بالاتفاق ولا يعيد الوتر في قول أبي حنيفة، وعندهما يعيد وجه البناء على هذا الأصل
أنه لما كان واجبا عند أبي حنيفة كان أصلا بنفسه في حق الوقت لا تبعا للعشاء..... وعلى هذا
الاختلاف إذا صلى الوتر على ظن أنه صلى العشاء ثم تبين أنه لم يصل العشاء يصلى العشاء
بالإجماع ولا يعيد الوتر عنده، وعندهما يعيد.

والمسألة الثانية مسألة الجامع الصغير وهو أن من صلى الفجر وهو ذاكر أنه لم يوتر وفي الوقت
سعة لا يجوز عنده؛ لأن الواجب ملحق بالفرض في العمل فيجب مراعاة الترتيب بينه وبين الفرض
وعندهما يجوز؛ لأن مراعاة الترتيب بين السنة والمكتوبة غير واجبة (بدائع الصنائع في ترتيب
الشرائع، ج ۱ ص ۲۷۲، فصل بيان وقت الوتر)

قال - رحمه الله - (ولا يقدم على العشاء للترتيب) أى لا يقدم الوتر على العشاء لأجل وجوب
الترتيب لأن وقت الوتر لم يدخل حتى لو نسي العشاء وصلى الوتر جاز لسقوط الترتيب به وهذا
عند أبي حنيفة؛ لأنه فرض عنده فصارا كفرضين اجتماعا في وقت واحد كالقضاءين أو القضاء
والأداء وعندهما لا يجوز؛ لأن الوتر سنة العشاء فيكون تبعا لها فلا يدخل وقته حتى يصلى العشاء
كسنة العشاء لا يعتد بها قبل أداء العشاء لعدم دخول وقتها لا للترتيب، وثمرة الخلاف تظهر في
موضعين: أحدهما: أنه لو صلى الوتر قبل العشاء ناسيا أو صلاهما وظهر فساد العشاء دون الوتر
فإنه يصح الوتر ويعيد العشاء وحدها عنده؛ لأن الترتيب يسقط بمثل هذا العذر وعندهما يعيد
الوتر أيضا؛ لأنه تبع لها فلا يصح قبلها.

والثاني: أن الترتيب واجب بينه وبين غيره من الفرائض حتى لا تجوز صلاة الفجر ما لم يصل الوتر
عنده وعندهما يجوز؛ لأنه لا ترتيب بين الفرائض والسنن (تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۸۱، كتاب
الصلاة، مواقيت الصلاة)

جائے، اس لئے اس کی قضا پڑھنا واجب ہے۔

اور ووتروں کی قضا کو فجر کی نماز کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے۔ ۱
مسئلہ نمبر ۷..... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سفر میں بھی وتر کی نماز پڑھنا ضروری ہے،
اور سواری پر بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ ۲

۱۔ الوتر یقضی إذا فات عن وقته (المحیط البرہانی، ج ۳ ص ۲۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس: فی الکتابات)

وإذا ترک الوتر عن وقته حتی طلع الفجر یجب علیہ القضاء عند أصحابنا وعلی قول الشافعی لا یجب لأنه سنة، وأما علی قول أبی حنیفة فلا یسکون لأنه واجب وإنما المشکل علی قولهما فإنه سنة عندهما فکان ینبغی أن لا یقضی ولكن هذا هو القیاس عندهما وكذا روی عنهما فی غیر روایة الأصول، وجواب ظاهر الروایة هو الاستحسان وتر کا القیاس بالآخر وهو ما روی عن النبی علیہ السلام أنه قال من نام عن وتر أو نسیه فلیصله إذا ذكره ولم یفصل بین ما إذا تذكروا فی الوقت أو بعده (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۱۰۴، باب مواقیت الصلاة)

وفی قضائه بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس قال فی التجنیس عند أبی حنیفة یقضیه بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس وبعد صلاة العصر لأنه واجب عنده فیجوز قضاؤه فیہ كقضاء سائر الفرائض (البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۱، باب الوتر والنوافل)

۲۔ قوله: (ویوتر علی راحلته)، وقد احتج عطاء بن أبی رباح والحسن البصری وسالم بن عبد الله ونافع مولی بن عمر بهذا الحدیث وأمثاله علی أن المسافر یجوز له أن یصلی الوتر علی راحلته، وبه قال مالک والشافعی وإسحاق، ویروی ذلك عن علی وابن عباس، رضی الله تعالی عنهم، وكان مالک یقول: لا یصلی علی الراحلة إلا فی سفر تقصر فیہ الصلاة. وقال الأوزاعی والشافعی: قصیر السفر وطویلہ سواء فی ذلك، یصلی علی راحلته. وقال ابن حزم: یوتر المرء قائما وقاعدا لغير عذر إن شاء وعلی دابته، وقال أصحابنا: لا یجوز الوتر علی الراحلة، ولا یجوز إلا علی الأرض كما فی الفرائض، وبه قال محمد بن سیرین وعروة ابن الزبیر وإبراهیم النخعی، ویروی ذلك عن عمر بن الخطاب وابنه عبد الله فی روایة، واحتجوا فی ذلك بما رواه الطحاوی: حدثنا یزید بن سنان، قال: حدثنا أبو عاصم: قال: حدثنا حنظلة بن أبی سفیان عن نافع (عن ابن عمر: أنه کان یصلی علی راحلته ویوتر بالأرض، ویزعم أن رسول الله صلی الله علیه وسلم كذلك کان یفعل) وإسناده صحیح، ویزید بن سنان شیخ النسائی أيضا، وأبو عاصم النبیل شیخ البخاری، وحنظلة روى له الجماعة، فهذا یعارض حدیث الباب وأمثاله، ویؤید هذا ما روى عن ابن عمر من غیر هذا الوجه من فعله، رواه الطحاوی: حدثنا أبو بكرة قال حدثنا عثمان بن عمر وبکر بن بکار، قالوا: حدثنا عمر بن ذر (عن مجاهد: أن ابن عمر کان یصلی فی السفر علی بعیرہ ایما توجه به، فإذا کان فی السحر نزل فأوتر)، وإسناده صحیح. وأخرجه أحمد أيضا فی (مسنده) من حدیث سعید بن جبیر: (ان ابن عمر کان یصلی علی راحلته تطوعا، فإذا أراد أن یوتر نزل فأوتر علی الأرض. .)، فإذا کان الأمر كذلك لا یبقی لأهل المقالة الأولى حجة، ولا سیما الراوی، إذا فعل بخلاف ما روى، فإنه یدل علی سقوط ما روى. ﴿بقیہ حاشیا لگے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۸..... وتر کی نماز کو رات کی آخری نماز بنانا افضل ہے، لہذا جو شخص رات کے آخری حصہ میں بیدار رہ کر تہجد ادا کر کے بعد میں صبح صادق سے پہلے پہلے وتر پڑھ لے، یہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

لیکن اگر رات کو بیدار ہونے پر اطمینان نہ ہو، جس کی وجہ سے وتر کی نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں سونے سے پہلے ہی کچھ حسب توفیق نوافل کے بعد وتر پڑھ لینے میں احتیاط ہے، پھر اگر رات کے آخری حصہ میں بھی توفیق ہو جائے، تو حسب استطاعت نوافل پڑھ لئے جائیں۔

اور عامۃ الناس کے لئے یہی طریقہ زیادہ احتیاط کا باعث ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فإن قلت: صلاة ابن عمر الوتر على الأرض لا تستلزم عدم جوازه عنده على الرحلة. لأنه يجوز له أن يفعل ذلك، وله أن يوتر على الرحلة. قلت: يجوز أن يكون ما رواه ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم من وتره على الرحلة قبل أن يحكم أمر الوتر ويغلف شأنه، لأنه كان أولا كساتر التطوعات، ثم أكد بعد ذلك فنسخ. قال الطحاوي: فمن هذه الجهة ثبت نسخ الوتر على الرحلة، وكان ما فعله ابن عمر من وتره على الرحلة قبل علمه بالنسخ، ثم لما علمه رجوع إليه وترك الوتر على الرحلة، ويجوز أن يكون الوتر عنده كالنسخ، فله أن يصلي على الرحلة وعلى الأرض. فإن قلت: وما وجه هذا النسخ؟ قلت: بدلالة التاريخ، وهو أن يكون أحد النصين معارضا للآخر بأن يكون أحدهما موجبا للحظر والآخر للإباحة، وينتفي هذا التعارض بالمصير إلى دلالة التاريخ، وهو أن النص الموجب للحظر يكون متاخرا عن الموجب للإباحة، فكان الأخذ به أولى وأحق. وقال الكرمانى: فإن قيل: فمذهبكم أنه واجب على النبي صلى الله عليه وسلم، يعنى: الوتر؟ قلنا: وإن كان واجبا عليه، فقد صح فعله على الرحلة، ولو كان واجبا على العموم لم يصح على الرحلة كالظهر. فإن قالوا: الظهر فرض والوتر واجب، وبينهما فرق؟ قلنا: هذا الفرق اصطلاح لكم لا يسلمه الجمهور ولا يقتضيه الشرع ولا اللغة، ولو سلم لم يحصل غرضكم ههنا. انتهى (عمدة القارى، ج ۷ ص ۱۳۹، ۱۴۰، كتاب الكسوف، باب صلاة التطوع على الدواب حيثما توجهت به)

۱۔ (و) تأخير (الوتر) إلى آخر الليل لوائق بالانتباه، وإلا فقبل النوم، فإن فاق وصلى نوافل والحال أنه صلى الوتر أول الليل فإنه الأفضل (الدر المختار)

(قوله) وتأخير الوتر (إلخ) أى يستحب تأخيرہ، لقوله -صلى الله عليه وسلم- من خاف أن لا يوتر من آخر الليل فليوتر أوله ومن طمع أن يقوم آخره فليوتر آخر الليل، فإن صلاة آخر الليل مشهودة وذلك أفضل (رواه مسلم والترمذى وغيرهما وتماه في الحلية. وفى الصحيحين اجعلوا آخر صلاتكم وترا والأمر للنبد بدليل ما قبله بحر. ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾)

مسئلہ نمبر ۹..... رات کو سونے سے پہلے وتروں کے بعد نوافل پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن افضل و مستحب طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جتنے نوافل پڑھنا چاہیں، وتر سے پہلے پڑھ لیں، اور وتر آخر میں پڑھیں، اس کے بعد نوافل نہ پڑھیں، اگر پڑھ لیں، تو جائز ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ (قوله: فإن فاق إلخ) أى إذا أوتر قبل النوم ثم استيقظ يصلى ما كتب له، ولا كراهة فيه بل هو مندوب، ولا يعيد الوتر، لكن فاتته الأفضل المفاد بحديث الصحيحين إمداد. ولا يقال: إن من لا يثق بالانتباه فالتعجيل فى حقه أفضل كما فى الخانية، فإذا انتبه بعدما عجل يتنفل ولا تفوته الأفضلية؛ لأننا نقول: المراد بالأفضلية فى الحديث السابق هى المترتبة على ختم الصلاة بالوتر وقد فاتت، والنسب حصلها هى أفضلية التعجيل عند خوف الفوات على التأخير فافهم وتأمل (رد المحتار، ج ۱ ص ۳۶۹، كتاب الصلاة)

وأما الوقت المستحب للوتر فهو آخر الليل لما روى عن عائشة -رضى الله عنها- أنها سئلت عن وتر رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فقالت تارة كان يوتر فى أول الليل وتارة فى وسط الليل وتارة فى آخر الليل ثم صار وتره فى آخر عمره فى آخر الليل، وقال النبى -صلى الله عليه وسلم- صلاة الليل مثنى فإذا خشيت الصباح فأوتر بركة وهذا إذا كان لا يخاف فوته فإن كان يخاف فوته يجب أن لا ينام إلا عن وتر، وأبو بكر -رضى الله عنه- كان يوتر فى أول الليل، وعمر كان يوتر فى آخر الليل فقال النبى -صلى الله عليه وسلم- لأبى بكر: أخذت بالثقة وقال لعمر: أخذت بفضل القوة (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ۱ ص ۲۷۳، فصل بيان وقت الوتر)

(ويستحب فى الوتر لمن يألف صلاة الليل) ش: أى لمن له إلفة وعادة بالصلاة فى الليل أن يؤخر الوتر إلى م: (آخر الليل) ش: فى غالب النسخ، ويستحب فى الوتر لمن يألف الصلاة آخر الليل فعلى هذا يجوز فى لفظ آخر النصب على الظرفية، والتقدير، يوتر فى آخر الليل وهذا روى، ويجوز الرفع أيضا بأن يكون مفعولا أقيم مقام فاعل يستحب، وهذا روى أيضا. وقال الأثرأى وغيره: عندى الأول هو الأولى لأن فى الثانى يحتاج إلى التأويل والأصل عدم التأويل.

قلت: أراد بالأول: الرفع، والثانى: النصب ونحوه من كلامه بأن الإسناد فى الأول على وجه المجاز، فلا يخرج عن التأويل.

م: (وإن لم يثق بالانتباه أوتر قبل النوم) ش: لأن من ليس له إلفة بصلاة الليل آتاء آخر الوقت لا بأس من الفوات لغلبة النوم (البنایة شرح الهدایة، ج ۲ ص ۵۱، كتاب الصلاة، باب المواقيت، وقت صلاة الوتر)

۱. وقد اختلف أهل العلم فى الصلاة بعد الوتر فكان قيس بن عباد يقول: أقرأ وأنا جالس أحب إلى من أن أصلى بعدما أوتر، وكان مالك بن أنس لا يعرف الركعتين بعد الوتر، وقال الأوزاعى: إن شاء ركعة، وقال أحمد بن حنبل: أرجو إن فعله إنسان لا يضيع عليه، وقال أحمد: لا أفعله. قال أبو بكر: الصلاة فى كل وقت جائزة إلا وقتا نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلاة ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۰..... و تروں کے بعد نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن اگر کھڑے ہونے میں کوئی عذر نہ ہو، تو احادیث کی رو سے بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ہے۔

اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں زیادہ ثواب سمجھنا دلائل کے لحاظ سے راجح نہیں ہے۔ پس آج کل جو بعض لوگ بغیر کسی عذر کے و تروں کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنے کو سنت یا مستحب و افضل سمجھتے ہیں، یہ دلائل کے لحاظ سے راجح نہیں ہے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۱۱..... جو شخص رات کے اول حصہ میں وتر پڑھ کر سو جائے، پھر وہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو، تو اس کو دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ۲۔

مسئلہ نمبر ۱۲..... رمضان المبارک میں مرد حضرات کے لئے تراویح کی جماعت کے بعد وتر

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

فیہ ، والأوقات التي نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فيها وقت طلوع الشمس ، ووقت الزوال ، ووقت غروب الشمس ، والصلاة في سائر الأوقات طلق مباح ، ليس لأحد أن يمنع فيها إلا بحجة ، ولا حجة مع من كره الصلاة بعد الوتر ، فدل فعله هذا على أن قوله : اجعلوا آخر صلاتكم وترا على الاختيار لا على الإيجاب ، فنحن نستحب أن يجعل المرء آخر صلاته وترا ، ولا نكروه الصلاة بعد الوتر ، وقائل هذا قائل بالخبرين جميعا (الوسط لابن المنذر، تحت حديث رقم ۲۶۴۰)

۱۔ وَذَلِكَ عِنْدَنَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ عَلَى الْمُصَلِّي تَطَوُّعًا قَاعِدًا وَهُوَ يُطِيقُ أَنْ يُصَلِّيَ قَائِمًا ، فَيَكُونُ لَهُ بِذَلِكَ نِصْفُ مَا يَكُونُ لَهُ لَوْ صَلَّى قَائِمًا ، وَلَيْسَ هُوَ عَلَى صَلَاتِهِ قَاعِدًا ، وَهُوَ لَا يُطِيقُ الْقِيَامَ ، ذَلِكَ صَلَاتُهُ قَاعِدًا فَيَمَّا يُكْتَبُ لَهُ مِنَ الثَّوَابِ بِهَا كَصَلَاتِهِ إِيَّاهَا قَائِمًا ، لِأَنَّهُ هَاهُنَا قَدْ قَصَدَ إِلَى الْقِيَامِ وَقَصَرَ بِهِ عَنْهُ فَاسْتَحَقَّ مِنَ الثَّوَابِ مَا يَسْتَحِقُّهُ لَوْ صَلَّاهَا قَائِمًا ، فَكَانَ إِذَا كَانَ يُطِيقُ الْقِيَامَ فَصَلَّى قَاعِدًا قَدْ تَرَكَ الْقِيَامَ اخْتِيَارًا فَلَمْ يُكْتَبْ لَهُ ثَوَابُهُ ، وَكُتِبَ لَهُ ثَوَابُ الْمُصَلِّي قَاعِدًا عَلَى صَلَاتِهِ كَذَلِكَ (شرح مشكل الآثار للطحاوي، تحت رقم حديث ۱۶۹۳، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي كَيْفِيَةِ الصَّلَاةِ الْخ)

۲۔ قال ثنا يوسف بن أبي يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم ان ابن عمر رضي الله عنهما كان يوتر من اول الليل فإذا قام سحرا اضاف الى وتره ركعة فبلغ ذلك عائشة رضي الله عنها فقالت يرحم الله ابا عبد الرحمن انه ليلعب بوتره ما عليه لو اوتر اول الليل فإذا قام سحرا صلى ركعتين ركعتين فإنه يصبح على وتر (الآثار لابن يوسف، ص ۲۸، حديث نمبر ۳۳۹، باب في الاضحى)

باجماعت پڑھنا افضل و مستحب ہے۔

اور رات کو آخری حصہ میں بیدار ہو کر تہجد پڑھنے والے شخص کے لئے بھی رمضان میں افضل یہی ہے کہ وتر باجماعت ادا کرے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۱۳..... وتر کی نماز باجماعت پڑھنے کا افضل و مستحب ہونا رمضان کے ساتھ خاص ہے، اور رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں وٹروں کو باجماعت پڑھنا افضل و مستحب نہیں، بلکہ عام حالات میں باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ ۲۔

۱۔ يستحب أن يجتمع الناس في شهر رمضان بعد العشاء فيصلي بهم إمامهم خمس ترويعات كل ترويعه بتسليمتين ويجلس بين كل ترويعتين مقدار ترويعه ثم يوتر بهم والسنة فيها الجماعة ولا يصلي الوتر بجماعة في غير رمضان (متن بداية المبتدى، كتاب الصلاة، باب النوافل) (ولا يصلي) أي الوتر (بجماعة إلا في شهر رمضان) والمراد أنه يكره بالجماعة خارج رمضان لا أنه لا يجوز وفي رمضان قيل الأفضل للانفراد والصحيح أن الجماعة فيه أفضل إلا أن سنيها ليست كسنية جماعة التراويح (منية المصلي وغنية المبتدى، كتاب الصلاة)

(قوله تصحيحان) رجع الكمال الجماعة بأنه -صلى الله عليه وسلم- كان أوتر بهم ثم بين العذر في تأخره مثل ما صنع في التراويح فالوتر كالتراويح؛ فكما أن الجماعة فيها سنة فكذلك الوتر بحر. وفي شرح المنية: والصحيح أن الجماعة فيها أفضل إلا أن سنيها ليست كسنية جماعة التراويح. اهـ. قال الخیر الرملی: وهذا الذي عليه عامة الناس اليوم اهـ وقواه المحشى أيضا بأنه مقتضى ما مر من أن كل ما شرع بجماعة فالمسجد أفضل فيه (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۴۹، ۵۰، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

۲۔ ولا يصلي الوتر بجماعة إلا في شهر رمضان (وعليه الإجماع) (الاختیار لتعلیل المختار، كتاب الصلاة، فصل في التراويح)

(ولا يصلي الوتر) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أي يكره ذلك على سبيل التداعي، بأن يقتدى أربعة بواحد كما في الدرر، ولا خلاف في صحة الاقتداء إذ لا مانع نهر (الدر المختار) (قوله أي يكره ذلك) أشار إلى ما قالوا من أن المراد من قول القدوري في مختصره لا يجوز الكراهة لا عدم أصل الجواز، لكن في الخلاصة عن القدوري أنه لا يكره، وأيده في الحلية بما أخرجه الطحاوي عن المسور بن مخرمة، قال: دفنا أبا بكر -رضي الله تعالى عنه- ليلا فقال عمر -رضي الله عنه-: إني لم أوتر، فقام وصفنا وراءه فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم إلا في آخرهن. ثم قال: ويمكن أن يقال: الظاهر أن الجماعة فيه غير مستحبة، ثم إن كان ذلك أحيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه، وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لأنه خلاف المتوارث، وعليه يحمل ما ذكره القدوري في مختصره، وما ذكره في غير مختصره يحمل على الأول، والله أعلم اهـ. ﴿بقية حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۴..... اگر عشاء کی نماز تو باجماعت پڑھی گئی لیکن تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ حاضرین میں سے کسی نے بھی نہیں پڑھی تو تراویح پڑھنے کے مستحب ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ اس صورت میں وتر کی نماز باجماعت مستحب نہیں ہے، کیونکہ شرعاً وتر کی جماعت، تراویح کی جماعت کے تابع ہو کر ثابت ہے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۱۵..... اگر کوئی عشاء کے فرض پڑھ چکا ہے، مگر اس نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ باجماعت نہیں پڑھی، یا اس کی کچھ یا سب تراویح کی رکعتیں رہ گئی ہیں، تو اس کو امام کے ساتھ وتروں کی جماعت میں شامل ہونا جائز ہے، ایسی صورت میں چھوٹی ہوئی تمام تراویح یا چھوٹی ہوئی تراویح کی کچھ رکعات بعد میں پڑھ لے۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت: ویؤیدہ ایضاً ما فی البدائع من قوله: إن الجماعة فی التطوع لیست بسنة إلا فی قیام رمضان اهـ فإن نفی السنة لا یتسلزم الکراهة، نعم إن کان مع المواظبة کان بدعة فیکره. وفی حاشیة البحر للخیار الرملى: علل الکراهة فی الضیاء والنهاية بأن الوتر نفل من وجه حتی وجبت القراءة فی جمیعها، وتؤدی بغیر اذان وإقامة، والنفل بالجماعة غیر مستحب لأنه لم تفعله الصحابة فی غیر رمضان اهـ وهو كالصریح فی أنها کراهة تنزیه تأمل. اهـ. (قوله على سبيل التذاعی) هو أن يدعو بعضهم بعضاً كما فی المغرب، وفسره الوانی بالکثرة وهو لازم معناه. (قوله أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا یکره، وثلاثة بواحد فيه خلاف بحر عن الکافی وهل یحصل بهذا الاقتداء فضیلة الجماعة؟ ظاهر ما قدمناه من أن الجماعة فی التطوع لیست بسنة فیکدم تأمل. بقی لو اقتدی به واحد أو اثنان ثم جاءت جماعة اقتدوا به. قال الرحمتی: ینبغی أن تكون الکراهة علی المتأخرین. اهـ. قلت: وهذا کله لو کان کل متفلین، أما لو اقتدی متفلون بمفترض فلا کراهة كما نذکره فی الباب الآتی (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۴۸، ۴۹، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

۱۔ (ولو لم یصلها) أى التراویح (بالإمام) أو صلاحاً مع غیره (له أن یصلی الوتر معه) بقی لو ترکها کل هل یصلون الوتر بجماعة؟ فلیراجع (الدر المختار)

(قوله بقی إلخ) الذى یتظهر أن جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح وإن کان الوتر نفسه أصلاً فی ذاته لأن سنة الجماعة فی الوتر إنما عرفت بالأثر تابعة للتراویح، علی أنهم اختلفوا فی أفضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح كما یأتی (رد المحتار، ج ۲ ص ۴۸، باب الوتر والنوافل)

۲۔ ولو لم یصل التراویح جماعة مع الإمام فله أن یصلی الوتر معه ثم ذکر بعده أنه لو صلی التراویح مع غیره له أن یصلی الوتر معه هو الصحیح (البحر الرائق، ج ۲ ص ۷۵، کتاب الصلاة، صلاة التراویح) ولو لم یصل التراویح مع الجماعة فله أن یصلی الوتر معه (البنایة، ج ۲ ص ۵۶۰، فصل فی قیام شهر رمضان)

مسئلہ نمبر ۱۶..... وتر کی نماز مغرب کی طرح تین رکعات ہیں، یعنی وتر کی دوسری اور تیسری رکعت میں قعدہ اور تشهد اور تیسری رکعت کے آخر میں ہی سلام ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے اس طرح وتر کی تین رکعتیں پڑھنا صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۱۷..... وتر کی نماز میں افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورہ کافرون اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی جائے۔

لیکن ان کو ضروری نہ سمجھا جائے، اور ان کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔ ۲۔

۱۔ قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی الوتر ثلاث رکعات کثلاث المغرب لا تفصل بینہن بسلام ولا غیرہ یقرأ فی کل رکعة بفاتحة الكتاب وسورة وقال بعض اهل المدينة لا باس بان یوتر برکعة و ذکر واذلک عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انه صلی العشاء ثم قام خلف المقام فصلى رکعة واحدة قرا فیہا القرآن و ذکر و ايضا عن سعد بن ابی وقاص انه کان یوتر برکعة وقال بعضهم ومن قال ذلک مالک بن انس ومن قال بقوله ليس ينبغي ان یوتر برکعة ليس معها غیرها ولكنه یوتر بثلاث الا انه یفصل بین الرکعتین بین الشفع و بین الرکعة بسلام واحب الینسا ان لا یزاد فی الفصل من الوتر والشفع قبله علی السلام (الحجة، ج ۱ ص ۱۹۰، باب عدد الوتر)

اما من جهة الرواية فظاهر، لان العدد الكثير اولى من الواحد، ولان عائشة رضی اللہ عنہا كانت تری وتره صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مما یراه ابن عمر، لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر فی بیته دائما وفي آخر الليل غالبا، ولا یحضره ابن عمر فی مثل هذا الوقت ولا فی بیته بعد العشاء، وكذا انس رضی اللہ عنہ کان یحضر منه صلی اللہ علیہ وسلم مالا یحضره غیره من الرجال لكونه من خواص خدمه، واما دراية: فلان الفصل بین الشفع والوتر مما لا نظیر له فی المكتوبة ولا فی التطوع، فما رواه الجماعة موافق للقیاس دون ما رواه ابن عمر (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۱، باب الايتار بثلاث)

قلت: وليس مرادنا الا ترجیح الوتر بثلاث علی الايتار بواحدة، ولا نقول: ان الوتر بواحدة لا اصل له فی الشريعة رأسا، كيف؟ وقد نعلم ان بعض الصحابة قد اوتر بها، لكن ذلک لم یکن متعارفا بینهم كما يشعر به هذا الاثر، ولم یذهب الیه الا قليل منهم كما ستعرف (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۳۱، باب الايتار بثلاث) وبالجمله فقد تبين ان كون الوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخر هن کان متعارفا متقرا عند المسلمین والصحابة منهم والتابعین (اعلاء السنن، ج ۶ ص ۵۰، باب الايتار بثلاث)

وبالجمله قد جاءت رواياتها من وجوه عديدة واتفقت فی المعنی والمرفوع يجب ان یكون متوافقا بالته والوصل هو عمل اکثر الصحابة والسلف فی وتر رمضان (معارف السنن ج ۴ ص ۱۹۹)

۲۔ والسور الثلاث فیہ سنة لكن ذکر فی النهاية أنه لا ينبغي أن یقرأ سورة متعينة علی الدوام لأن الفرض هو مطلق القراءة بقوله تعالى (فاقرءوا ما تيسر من القرآن) (المزمل: ۲۰) والتعین علی الدوام یفرضی إلى أن یعتقد بعض الناس أنه واجب وأنه لا یجوز غیره لكن لو قرأ بما ورد به الآثار أحيانا یكون حسنا ولكن لا یواظب لما ذکرنا اهر (البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۶، ۳۷، باب الوتر والنوافل)

مسئلہ نمبر ۱۸..... رمضان میں وُتروں کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں امام کے لئے

تینوں رکعتوں میں بلند آواز سے قرائت کرنا واجب ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۱۹..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کی تینوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس

کے ساتھ سورتیں ملانا ثابت ہے۔

اور اسی لئے وتر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورت ملانا واجب ہے، ان میں

سے کسی ایک کے بھول کر چھوٹنے سے سجدہ سہو واجب ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر ۲۰..... کسی نے بھولے سے وتر کی نماز میں دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا اور تیسری

رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو آخر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ ۳

۱۔ وفي التيممة إذا ترك الجهر في الوتر وفي التراويح يلزمه السهو كذا في التتارخانية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۳۰، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر، فصل سهو الإمام يوجب عليه الخ)

۲۔ (ويقرا في كل ركعة من الوتر فاتحة الكتاب) ش: قراءة الفاتحة في كل ركعة من الوتر واجبة بالإجماع، أما عند أبي يوسف ومحمد وعند الشافعي ومن معهم فلا أنه نفل، وأما عند أبي حنيفة وإن كان واجبا لثبوته بخبر الواحد وفيه شبهة فيقرأها في كله للاحتياط (البنية شرح الهداية، ج ۲ ص ۲۹۱، باب صلاة الوتر، القراءة في صلاة الوتر)

اعتبروا المؤكدة صلاة واحدة في حق القراءة فقط احتياط كما في الوتر فإنهم أوجبوا القراءة في جميع ركعاته احتياط كما مر لاحتمال كونه سنة مؤكدة (البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۱، باب الوتر والنوافل) (قوله وقرأ في كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة) بيان لمخالفته للفرائض فيقرأ في كل ركعة منه حتما ونقل في الهداية أنه بالإجماع وفي التجنيس لو ترك القراءة في الركعة الثالثة منه لم يحز في قولهم جميعا اهـ. أما عندهما فلا أنه نفل وفي النفل تجب القراءة في الكل وكذا على قول أبي حنيفة لأن الوتر عنده واجب يحتمل أنه نفل ولكن يرجح جهة الفرضية بدليل فيه شبهة فكان الاحتياط فيه وجوب القراءة في الكل وقد قدمنا من فعله -صلى الله عليه وسلم- أنه كان يقرأ في الركعة الأولى (سبح اسم ربك الأعلى) (الأعلى: ۱) وفي الثانية (قل يا أيها الكافرون) (الكافرون: ۱) وفي الثالثة (قل هو الله أحد) (الإخلاص: ۱) فالحاصل أن قراءة آية في كل ركعة منه فرض وتعيين الفاتحة مع قراءة ثلاث آيات في كل ركعة واجب والسور الثلاث فيه سنة (البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۹۶، باب الوتر والنوافل)

۳۔ وفي المجتبى ولا تجب القعدة الأولى في الوتر وفي الامتحان صلى الوتر ولم يقعد في الثانية ناسيا ثم تذكر في الركوع لا يعود وإن عاد لا ينتقض ركوعه اهـ ولا يخفى ما فيه لأن القعدة الأولى واجبة في الفرض والنفل والوتر ذو شبه لهما فوجبت القعدة الأولى فيه وقد تقدم أنه يرفع يديه عند تكبيرة القنوت كما يرفعهما عند الافتتاح (البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۷، باب الوتر والنوافل)

مسئلہ نمبر ۴۱..... وتر کی نماز چونکہ اکثر حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، جو کہ عملاً فرض کا درجہ رکھتی ہے، اس اصول کے پیش نظر فرض پر قیاس کرتے ہوئے اہل علم حضرات نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی بھولے سے وتر کی تیسری رکعت پڑھ کر چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا، تو اگر اس نے تیسری رکعت پر بالکل قعدہ نہیں کیا، تو اس کو واپس لوٹ آنا چاہئے، اور آخر میں سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

اور اگر وہ واپس لوٹ کر نہیں آیا، یہاں تک کہ اس نے چوتھی رکعت کا سجدہ بھی کر لیا، تو اب اس کو چار رکعتیں مکمل کر لینی چاہئیں، اور سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہیں، مگر اس صورت میں اس کے وتر ادا نہ ہونگے بلکہ وتر دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔

اور اگر وتر کی تیسری رکعت میں قعدہ اخیرہ میں بیٹھ کر کوئی شخص بھولے سے چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تھا، تو اس کے وتر درست ہو جائیں گے، اور اس صورت میں اگر چوتھی رکعت سے سجدہ سے پہلے یاد آئے تو واپس بیٹھ جائے ورنہ ایک رکعت اور ملا لے تا کہ دو رکعت نفل ہو جائیں، مگر ان دونوں صورتوں میں سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا (کذا فی: احسن الفتاویٰ، ج ۳ ص ۴۶۴) ۱۔

۱۔ (ولو سها عن القعود الأخير) كله أو بعضه (عاد) ويكفي كون كلا الجلستين قدر التشهد (ما لم يقيد بها بسجدة) لأن ما دون الركعة محل الرفض وسجد للسهو لتأخير القعود (وإن قيدها) بسجدة عامداً أو ناسياً أو ساهياً أو مخطئاً (تحول فرضه نفلاً برفعه) السجدة عند محمد، وبه يفتى لأن تمام الشيء بآخره، فلو سبقه الحدث قبل رفعه توجهاً وبني خلافاً لأبي يوسف، حتى قال: زفة، صلاة فسدت أصلها الحدث، والعبرة للإمام، حتى لو عاد ولم يعلم به القوم حتى سجدوا لم تفسد صلاتهم ما لم يتعمدوا السجود.

وفيه يلغز: أي مصل ترك القعود الأخير وقيد الخامسة بسجدة ولم يطل فرضه؟ (وضم سادسة) ولو في العصر والفجر (إن شاء) لاختصاص الكراهة والإتمام بالقصد (ولا يسجد للسهو على الأصح) لأن النقصان بالفساد لا يجبر (وإن قعد في الرابعة) مثلاً قدر التشهد (ثم قام عاد وسلم) ولو سلم قائماً صح؛ ثم الأصح أن القوم ينتظرونه، فإن عاد تبعوه (وإن سجد للخامسة سلموا) لأنه تم فرضه، إذ لم يبق عليه إلا السلام (وضم إليها سادسة) لو في العصر، وخامسة في المغرب: ورابعة في الفجر به يفتى (لتصير الركعتان له نفلاً) والضم هنا أكد، ولا عهدة لو قطع، ولا بأس بإتمامه في وقت كراهة على المعتمد (وسجد للسهو) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

مسئلہ نمبر ۳۲..... اگر کوئی امام و تروں کی نماز کے سنت ہونے کا قائل ہو، تو خفی شخص کو اس کی اقتداء میں وتر پڑھنے کی گنجائش ہے۔ ۱۔

۱۔ اور بعض نے عدم جواز کو ترجیح دی ہے، لیکن چونکہ جمہور یہاں تک کہ صاحبین بھی وتر کے مسنون ہونے کے قائل ہیں، اور وتر کے وجوب کی دلیل اشتباہ سے خالی نہیں، اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے آخری قول میں احتیاطاً وجوب کو ترجیح دی ہے۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:
فَإِذَا خَشِيتُ الْمُسْبِحَ فَأَوْتِرْتُ بِوَاحِدَةٍ، تَوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ (بخاری، حدیث نمبر ۴۷۳)
کے بارے میں محدثین احناف نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے پڑھی ہوئی دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر وتر بنائے جائیں۔

یہ احتمال ما ذهبوا إليه، و یحتمل أن یکون رکعة مع شفع تقدمها، وذلك كله وتر، فتكون تلك الركعة توتر الشفع المتقدم لها، وقد بین ذلك آخر حدیث الباب الذی احتج به هؤلاء، وهو قوله: (فأوترت له ما صلی)، و كذلك قوله فی الحدیث الثانی من هذا الباب: (فأوتر بواحدة توتر لك ما قد صلیت)، و آخر حدیثهم حجة عليهم (عمدة القاری، ج ۴ ص ۲۵۲، کتاب الصلاة، باب الحلق والجلوس فی المسجد)

قوله: (توتر لك ما صلیت)، يدل على أنه یوصلها بالركعتین اللتین قبلها حتی یكون ما صلاها وترا ثلاث ركعات، لأن المراد من قوله: (ما صلیت)، هو الذی صلاها قبل هذه الركعة، ولا یكون هذا وترا إلا إذا انضمت إليه هذه الركعة الواحدة من غیر فصل (عمدة القاری، ج ۷ ص ۷، کتاب الوتر) اور ظاہر ہے کہ پہلی دو رکعتیں صلاۃ اللیل (تطوع) ہیں، جن کے ساتھ ایک رکعت ملانے سے وتر کو درست قرار دیا جا رہا ہے۔

لہذا غور کرنے سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنت کے قائل کی اقتداء میں وتر کی نماز جائز ہو، بشرطیکہ دیگر شرائط صحیح اقتداء کا لحاظ ہو، اور اس سے قبل جو بندہ نے بعض مقامات پر عدم جواز کو ترجیح دی تھی، اس کا غور کرنے سے مرجوح ہونا معلوم ہوا۔ اس لئے بندہ اب اس سے رجوع کرتا ہے۔ محمد رضوان۔ ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۲ھ / 24 / اپریل / 2011ء، بروز اتوار۔
ولو اقتدی الحنفی بمن یری الوتر سنة یجوز لضعف دلیل وجوبہ ذکرہ فی "مختصر المحيط (البنایۃ شرح الہدایۃ، القنوت فی الوتر)

وقال صاحب الإرشاد لا یجوز الاقتداء بالشافعیۃ فی الوتر بإجماع أصحابنا؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل والأول أصح لأن اعتقاد الوجوب لیس بواجب علی الحنفی (تبيين الحقائق، ج ۱ ص ۱۷۱، باب الوتر والنوافل)

ولو اقتدی من یری وجوب الوتر فیہ بمن یری سنیتہ صح للاتحاد ولا یختلف باختلاف الاعتقاد (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۳۸۳، باب الامامة، شرائط صحة الامامة)
وما فی الفتاوی عن ابن الفضل و لیس فیما ذکرہ دلیل علیہ لأن ما فی التجنیس وغیرہ إنما هو فی
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۳..... جو امام وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھے، تو اس کی اقتداء میں بھی وتر پڑھنے کی گنجائش ہے، اور ایسی صورت میں مقتدی کو رکوع کے بعد قنوت پڑھ لینا درست ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الفرض القطعی والوتر ليس بفرض قطعی إنما هو واجب ظنی ثبت بالسنة فلا يلزم اعتقاد وجوبه للاختلاف فيه فلم يلزم فی صحته تعیین وجوبه بل تعیین كونه وتر ابل صرح فی المحيط والبدائع بأنه ينوی صلاة الوتر والعیدین فقط وصرح بعض المشایخ كما فی شرح منية المصلی بأنه لا ينوی فی الوتر أنه واجب للاختلاف فی وجوبه فظهر بهذا أن المذهب الصحيح صحة الاقتداء بالشافعی فی الوتر إن لم يسلم على رأس الركعتين وعدمها إن سلم (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۴۲، باب الوتر والنوافل)

ليس منه ما لو اقتدى من يرى وجوب الوتر بمن يرى سنته فإن ذلك صحيح للإتحاد ولا يختلف باختلاف الاعتقاد (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، ۲۹۱، باب الإمامة)

(فروع) صح اقتداء متنفل بمتنفل، ومن يرى الوتر واجبا بمن يراه سنة (الدر المختار)

(فروع) اقتداء متنفل بمتنفل ومن يرى الوتر واجبا بمن يراه سنة (قوله بمن يراه سنة) أى بشرط أن يصليه بسلام واحد، لأن الصحيح اعتبار رأى المقتدى، وعلى مقابله يصح مطلقا. وبقي قول ثالث، وهو أنه لا يصح مطلقا وتامه فى ح (رد المختار، ج ۱ ص ۵۹۰، ۵۹۱، باب الإمامة)

(وصح الاقتداء فيه) ففي غيره أولى إن لم يتحقق منه ما يفسدها فى الأصح كما بسطة فى البحر (بشافعى) مثلا (كم يفصله بسلام) لا إن فصله (على الأصح) فيهما للاتحاد وإن اختلف الاعتقاد (و) لذا ينوب الوتر لا الوتر الواجب كما فى العیدین (للاختلاف) (الدر المختار)

(قوله فى غيره أولى) وجه الأولوية أن النية متحدة فى الفرض والنفل، بخلاف الوتر، فهي فيه مختلفة ط أى لأن إمامه ينويه سنة..... (قول على الأصح فيهما) أى فى جواز أصلي الاقتداء فيه بشافعى وفى اشتراط عدم فصله، خلافا لما فى الإرشاد من أنه لا يجوز أصلا بإجماع أصحابنا لأنه اقتداء بالمفتري بالمتنفل، وخلافا لما قاله الرازى من أنه يصح وإن فصله ويصلى معه بنية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه كما لو اقتدى بإمام قد رجع.

قلت: ومعنى كونه لم يخرج بسلامه أن سلامه لم يفسد وتره لأن ما بعده يحسب من الوتر، فكانه لم يخرج منه، وهذا بناء على قول الهندوايى بقرينة قوله كما لو اقتدى الخ، ومقتضاه أن المعتبر رأى الإمام فقط، وهذا يخالف ما قدمناه آنفا عن نوح أفندى.

(قوله للاتحاد الخ) علة لصحة الاقتداء. ورد على ما مر عن الإرشاد بما نقله أصحاب الفتاوى عن ابن الفضل أنه يصح الاقتداء لأن كلا يحتاج إلى نية الوتر، فأهدر اختلاف الاعتقاد فى صفة الصلاة، واعتبر مجرد اتحاد النية. اهـ.

واستشكله فى الفتح بأنه اقتداء بالمفتري بالمتنفل وإن لم يخطر بخاطره عند النية صفة السنية أو

﴿ بقیہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

پھر اگر وہ امام جہراً قنوت پڑھے، تو مقتدی کو امام کی دعا کے ساتھ ساتھ آمین کہنے پر اکتفاء کرنا

چاہئے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غَيْرُهَا، بَلْ مُجْرَدُ الْوُتْرِ كَمَا هُوَ ظَاهِرُ إِطْلَاقِ التَّجْنِيسِ لِتَقَرُّرِ النَّفْلِيَّةِ فِي اعْتِقَادِهِ. وَرَدُّهُ فِي الْبَحْرِ بِمَا صَرَّحَ بِهِ فِي التَّجْنِيسِ أَيْضًا مِنْ أَنَّ الْإِمَامَ إِنْ نَوَى الْوُتْرَ وَهُوَ يَرَاهُ سُنَّةً جَازَ الْإِفْتِدَاءُ كَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ خَلْفَ مَنْ يَرَى أَنَّ الرُّكُوعَ سُنَّةً، وَإِنْ نَوَاهُ بِنِيَّةِ التَّطَوُّعِ لَا يَصِحُّ الْإِفْتِدَاءُ لِأَنَّهُ يَصِيرُ اِفْتِدَاءُ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ أَهْلًا وَلَمْ يَذْكُرِ الشَّارِحُ تَغْلِيلَ اشْتِرَاطِ عَدَمِ الْفَضْلِ بِسَلَامِ اِكْتِفَاءٍ بِمَا أَشَارَ إِلَيْهِ قَبْلَهُ مِنْ أَنَّ الْأَصَحَّ اغْتِيَاظُ اعْتِقَادِ الْمُقْتَدِي، وَالسَّلَامُ قَاطِعٌ فِي اعْتِقَادِهِ فَيَقْسُدُ اِفْتِدَاؤُهُ وَإِنْ صَحَّ شُرُوعُهُ مَعَهُ إِذْ لَا مَانِعَ مِنْهُ فِي الْإِفْتِدَاءِ كَمَا أَفَادَهُ ح.

(قَوْلُهُ وَلِذَا يُنَوَّى) أَيْ لِأَجْلِ الْإِخْتِلَافِ الْمَفْهُومِ مِنْ قَوْلِهِ وَإِنْ اِخْتَلَفَ الْإِعْتِقَادُ ط.

(قَوْلُهُ لَا الْوُتْرَ الْوَاجِبُ) الَّذِي يَنْبَغِي أَنْ يُفْهَمَ مِنْ قَوْلِهِمْ إِنَّهُ لَا يُنَوَّى أَنَّهُ وَاجِبٌ أَنَّهُ لَا يَلْزِمُهُ تَعْيِينُ الْوُجُوبِ لَا مَنْعُهُ مِنْ ذَلِكَ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ حَنْفِيًّا يَنْبَغِي أَنْ يُنَوِّيَهُ لِطَبَاقِ اعْتِقَادِهِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ فَلَا تَضَرُّهُ تِلْكَ النَّيَّةُ بَحْرًا.

(قَوْلُهُ لِإِخْتِلَافِ) أَيْ فِي الْوُجُوبِ وَالسُّنِّيَّةِ، وَهُوَ عِلَّةٌ لِلْعِيدَيْنِ فَقَطُّ، وَعِلَّةُ الْوُتْرِ قَدَّمَهَا بِقَوْلِهِ وَلِذَا لَوْ حَذَفَ هَذَا مَا ضُرَّ لَفَهْمِهِ مِنَ الْكَافِ ط (رد المحتار، ج ۲ ص ۸۷، بَابُ الْوُتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

۱۔ ولو صلى الوتر خلف من يقنت في الوتر بعد الركوع تابع فيه (المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۷۳، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر مسائل التراويح)

(ويأتى المأموم بقنوت الوتر) ولو بشافعي، يقنت بعد الركوع لانه مجتهد فيه (الدر المختار شرح تنوير الابصار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(قول المصنف ويتبع المؤتم قانت الوتر) أى ولو كان الإمام شافعيًا يقنت بعد الركوع لأن اختلافهم في الفجر مع كونه منسوخًا دليل على أنه يتابعه في قنوت الوتر لكونه ثابتًا بيقين كذا في الدرر وصدور الشريعة وفي الشرع بلالية لا يخفى أن الشافعي يقنت باللهم اهدنا والحنفى باللهم إنا نستعينك فما يفعله فليظنر اهـ.

قال في حواشى مسكين والظاهر أن المتابعة في مطلق القنوت لا في خصوص ما قنت به ثم رأيت الشيخ عبد الحى ذكر طبع ما فهمته اهـ. على أنه قدم المؤلف أن ظاهر الرواية أنه لا توقيت فيه (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج ۲ ص ۸۸، بَابُ الْوُتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

ولو صلى الوتر بمن يقنت في الوتر بعد الركوع في القومة والمقتدى لا يرى ذلك تابعه فيه هكذا في فتاوى قاضيه خان (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۱۱، كتاب الصلاة، الباب الثامن في صلاة الوتر) (وَيَنْبَغُ الْمُؤْتَمُّ) الْحَنْفِيُّ فِي الْقُنُوتِ إِمَامًا شَافِعِيًّا (قَانِتُ الْوُتْرِ وَلَوْ بَعْدَ الرُّكُوعِ) (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۲۹، بَابُ الْوُتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

وَلَمَّا تَرَجَّحَ ذَلِكَ خَرَجَ مَا بَعْدَ الرُّكُوعِ مَعَ كَوْنِهِ مَحَلًّا لِلْقُنُوتِ، فَلِذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَوْ سَهَا ﴿بَقِيَّةُ حَاشِيَةِ الْكَلِّ صَفْحَةَ ۱۸۸﴾

مسئلہ نمبر ۲۴..... جو امام و تروں میں دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ سے پڑھائے، بہت سے حنفیہ کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز وتر کا پڑھنا جائز نہیں۔ ۱۔
البتہ بعض حنفیہ کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، جس کے پیش نظر مذکورہ طریقہ کے مطابق وتر پڑھانے والے امام کی اقتداء میں نماز وتر کا پڑھنا درست ہے۔ اور ہم نے اس کے دلائل اپنے رسالہ ”غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم“ کے جدید ایڈیشن میں ذکر کر دیئے ہیں، اور اسی کی ساتھ پہلے قول کی بھی وضاحت کر دی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنِ الْقُنُوتِ فَلْتَدْكُرْهُ بَعْدَ الْإِغْتِدَالِ لَا يَقْنُتُ، وَلَوْ تَدْكُرْ فِي الرُّكُوعِ فَقِنَّ رَوَاتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا لَا يَقْنُتُ، وَالْأُخْرَى يَعُوذُ إِلَى الْقِيَامِ فَيَقْنُتُ. وَالَّذِي فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانَ وَالصَّحِيحِ أَنَّ لَا يَقْنُتُ فِي الرُّكُوعِ وَلَا يَعُوذُ إِلَى الْقِيَامِ، فَإِنْ عَادَ إِلَى الْقِيَامِ وَقَنْتَ وَلَمْ يَعُدْ الرُّكُوعَ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتَهُ لِأَنَّ رُكُوعَهُ قَائِمٌ لَمْ يَرْفُضْ. وَفِي الْخُلَاصَةِ بَعْدَ مَا ذَكَرَ فِي الرُّوَايَتَيْنِ قَالَ فِي رَوَايَةٍ: يَعُوذُ وَيَقْنُتُ وَلَا يُعِيدُ الرُّكُوعَ وَعَلَيْهِ السُّهُوُ قَنْتَ أَوْ لَمْ يَقْنُتْ، وَهَذَا يُحَقِّقُ خُرُوجَ الْقَوْمَةِ عَنِ الْمَحَلَّةِ بِالْكَلْبَةِ إِلَّا إِذَا اقْتَدَى بِمَنْ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَإِنَّهُ يَتَابِعُهُ اتِّفَاقًا (فتح القدیر، ج ۱ ص ۴۲۹، باب صلاة الوتر)

(و یتبع قانت الوتر) اے یتبع فی قراءۃ القنوت حنفی شافعی یقنت بعد الرکوع؛ لأن اختلافهم فی الفجر کما سیأتی مع کونه منسوخاً دلیل علی أنه یتابعه فی قنوت الوتر لکونه ثابتاً بقیقین فصار کالتسليم والتشهد والدعاء بعده وتسیبحات الرکوع والسجود (درر الحکام شرح غرر الأحکام، ج ۱ ص ۱۱۴، باب الوتر والنوافل)

والذی یتظهر لی أن المقتدی یتابع إمامه إلا إذا جهر فیؤمن (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

۱۔ ولم يذكر الشارح تعليل اشتراط عدم الفصل بسلام اكتفاء بما أشار إليه قبله من أن الأصح اعتبار اعتقاد المقتدى، والسلام قاطع في اعتقاده فيفسد اقتداؤه وإن صح شروعه معه إذ لا مانع منه في الابتداء كما أفاده ح (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۸، باب الوتر والنوافل)

وقال في "المحيط": "ولا يقطع وتره. وقال أبو بكر الرازي: يجوز اقتداء الحنفی بمن يسلم علی الركعتين فی الوتر ویصلی معه بقية الوتر؛ لأن إمامه لا یجزئه سلامه عنده لأنه مجتهد فيه، كما لو اقتدى بإمام قد رُفِعَ وهو یعتقد أن طهارته باقية؛ لأنه مجتهد فيه فطهارته باقية فی حقه. وقيل لا یصح الاقتداء فی الرعايا والحجامة وبه قال اکثریون (البنایة شرح الہدایة، ج ۲ ص ۵۰۲، کتاب الصلاة، القنوت فی الوتر)

در اصل یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ امام و مقتدی کا دُعم مختلف ہونے کی صورت میں مقتدی کے دُعم کا اعتبار ہوگا یا امام کے دُعم کا، مقتدی کے دُعم معتبر ہونے کا قول حنفیہ کی کتب میں اصح قرار دیا گیا ہے، اور اکابر کے فتاویٰ بھی اسی کے مطابق ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۵..... وتر کی نماز میں دعائے قنوت ہمیشہ پڑھنی چاہئے (نہ کہ صرف رمضان میں) جس کا طریقہ یہ ہے کہ وُتروں کی تیسری رکعت میں قرائت سے فارغ ہو کر تکبیر کہے، اور تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ (تکبیر تحریمہ کی طرح) کانوں تک اٹھائے، پھر ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھے، اور پھر دعائے قنوت سے فارغ ہو کر تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۶..... وتر کی نماز میں کئی فقہاء کے نزدیک دعائے قنوت سنت ہے، اور اکثر حنفیہ کے نزدیک اگرچہ واجب ہے، مگر کسی مخصوص دعا کا پڑھنا واجب نہیں، بلکہ کسی بھی دعا کے پڑھ لینے سے واجب ادا ہو جاتا ہے۔ اور مشہور دعا جو ”اللهم انا نستعينك“ آخر تک پڑھی جاتی ہے، خاص اس کا پڑھنا سنت و مستحب ہے۔ لہذا کسی دوسری دعا کے پڑھ لینے سے بھی واجب ادا ہو جاتا ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ملاحظہ ہو: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۳ صفحہ ۱۴۵، ۱۵۳، ۲۲۳، ۲۳۷، ۲۵۲، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱- امداد الاحکام جلد ۱ صفحہ ۵۳۷ و صفحہ ۵۹۲- امداد المفتین صفحہ ۳۱۷- احسن الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۲- فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، جلد ۱ صفحہ ۷۱ و صفحہ ۹۵ و جلد ۵ صفحہ ۲۹۴ و جلد ۶ صفحہ ۶۲ و جلد ۱۶ صفحہ ۳۲۹- آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ و صفحہ ۲۵۸-۲۵۹- فتاویٰ حقانیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۲- فتاویٰ عثمانی جلد ۱ صفحہ ۵۱۷، صفحہ ۵۱۹۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”غیر حنفی کی اقتداء میں نماز کا حکم“ میں بیان کر دی ہے۔ محمد رضوان

۱۔ وقال أبو حنيفة رحمه الله القنوت في الوتر قبل الركعة الثالثة إذا فرغ من السورة كبر ورفع يديه ثم خفضهما ثم دعا ثم كبر فلم يرفع يديه ثم ركع (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۱۹۹، باب عدد الوتر)

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ. فَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا، وَاخْتَارَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَيَذِي يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَأَبْنُ الْمُبَارَكِ، وَإِسْحَاقُ، وَأَهْلُ الْكُوفَةِ، وَقَدْ رَوَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي النُّصْفِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَكَانَ يَقْنُتُ بَعْدَ الرُّكُوعِ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا، وَيَذِي يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ (سنن الترمذی، تحت حدیث رقم ۴۶۴، ابواب الوتر، باب ما جاء في القنوت في الوتر)

۲۔ أما الأول فالقنوت واجب عند أبي حنيفة وعندهما سنة، والكلام فيه كالکلام فی أصل الوتر (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۳، فصل فی القنوت)

قوله: وقنوت الوتر؛ القنوت لغة؛ مطلق الدعاء، وهو المراءى هاهنا لا خصوص الدعاء الذي تقرأه

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲..... اگر کسی کو مشہور دعائے قنوت پوری یاد نہیں ہے تو جتنی یاد ہے اتنی پڑھ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أَكْثَرُ الْحَقِيقَةِ مِنْ: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ الْخ؛ فَإِنَّ الْوَاجِبَ هُوَ قِرَاءَةُ مُطْلَقِ الدُّعَاءِ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْوُتْرِ. كَذَا فِي غِنْيَةِ الْمُسْتَمْلَى وَغَيْرِهِ، وَفِي الْاِكْتِفَاءِ عَلَيْهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ رَفَعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْقُنُوتِ وَالتَّكْبِيرِ عِنْدَ ابْتِدَائِهِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، كَمَا حَقَّقَهُ صَاحِبُ الْبَحْرِ وَغَيْرُهُ (عَمْدَةُ الرَّعَايَةِ بِتَحْشِيَةِ شَرْحِ الْوَقَايَةِ، كِتَابُ الصَّلَاةِ)

(قوله وقراءة قنوت الوتر) أقحم لفظ (قراءة) إشارة إلى أن المراد بالقنوت الدعاء لا طول القيام كما قيل، وحكماهما في المجتبی، وسيجيء في محله. ابن عبد الرزاق: ثم وجوب القنوت مبنی علی قول الإمام: وأما عندهما فسنة، فالخلاف فيه كالخلاف في الوتر كما سيأتي في بابه (قوله وهو مطلق الدعاء) أي القنوت الواجب يحصل بأي دعاء كان في النهر، وأما خصوص: اللهم إنا نستعينك فسنة فقط، حتى لو أتى بغيره جاز إجماعا (رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۴۶۸، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

واختلف المشايخ في حقيقة القنوت الذي هو واجب عنده؛ فنقل في المجتبی أنه طول القيام دون الدعاء، وفي الفتاوى الصغرى العكس، وينبغي تصحيحه بحر. قال في المغرب: وهو المشهور، وقولهم دعاء القنوت إضافة بيان أنه ومثله في الإمداد. ثم القنوت واجب عنده سنة عندهما كالخلاف في الوتر كما في البحر والبدائع، لكن ظاهر ما في غرر الأفكار عدم الخلاف في وجوبه عندنا، فإنه قال: القنوت عندنا واجب. وعند مالك مستحب. وعند الشافعي من الأبعاض. وعند أحمد سنة تأمل. (قوله ويسن الدعاء المشهور) قدمنا في بحث الواجبات التصريح بذلك عن النهر. وذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب. وذكر الإسيجاني أنه ظاهر الرواية. وقال بعضهم: المراد ليس فيه دعاء مؤقت ما سوى: اللهم إنا نستعينك. وقال بعضهم: الأفضل التوقيت ورجحه في شرح المنية تبركا بالمأثور اهـ.

والظاهر أن القول الثاني والثالث متحdan، وحاصلهما تقييد ظاهر الرواية بغير المأثور كما يفيدہ قول الزيلعي. وقال في المحيط والذخيرة: يعني من غير قوله اللهم إنا نستعينك إلخ واللهم اهدنا إلخ اهـ فلفظ يعني بيان لمراد محمد في ظاهر الرواية، فلا يكون هذا القول خارجا عنها، ولذا قال في شرح المنية: والصحيح أن عدم التوقيت فيما عدا المأثور لأن الصحابة اتفقوا عليه ولأنه ربما يجري على اللسان ما يشبه كلام الناس إذا لم يؤقت ثم ذكر اختلاف الألفاظ الواردة في اللهم إنا نستعينك إلخ. ثم ذكر أن الأولى أن يضم إليه اللهم اهدني إلخ وأن ما عدا هذين فلا توقيت فيه، ومنه ما عن ابن عمر "أنه كان يقول بعد عذابك الجذ بالكفار ملحق: اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، وألف بين قلوبهم، وأصلح ذات بينهم، وانصرهم على عدوك وعدوهم. اللهم العن كفرة الكتاب الذين يكذبون رسلك ويقاتلون أولياءك. اللهم خالف بين كلمتهم، وزلزل أقدامهم، وأنزل عليهم بأسك الذي لا يرد عن القوم المجرمين" ومنه ما أخرجه الأربعة وحسنه الترمذی أنه -عليه الصلاة والسلام- ﴿يقية حاشيا لگے صفحے پرلاحظ فرمائیں﴾

اور اگر بالکل یاد نہیں تو اس کی جگہ

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھے

یا ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي“ تین بار پڑھے

یا پھر ”يَا رَبِّ“ تین بار کہہ لے۔

لیکن جلد از جلد اسے مسنون و ماثور دعائے قنوت یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کان یقول فی آخر وترہ: اللہم إني أعوذ برضاك من سخطك، وبمعافاتك، من عقوبتك، وأعوذ بك منك، لا أحصى ثناء عليك، أنت كما أثنيت على نفسك وغير ذلك من الأدعية التي لا تشبه كلام الناس. ومن لا يحسن القنوت يقول (ربنا آتنا في الدنيا حسنة) (البقرة: ۲۰۱) الآية. وقال أبو الليث يقول: اللہم اغفر لی یکررها ثلاثا، وقيل يقول: يا رب ثلاثا، ذكره في الذخيرة. اهـ.

أقول: هذا يفيد أن ما في البحر من قوله ذكر الكرخي أن مقدار القيام في القنوت مقدار سورة (إذا السماء انشقت) (الانشقاق: 1): وكذا ذكر في الأصل اهـ بيان للأفضل، أو هو مبني على القول بأن القنوت الواجب هو طول القيام لا الدعاء تأمل.

هذا، وذكر في الحلية أن ما من أنه -صلى الله عليه وسلم- كان يقول في آخر وتره اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك إلخ. جاء في بعض روايات النسائي أنه كان يقوله إذا فرغ من صلاته وتبوأ مضجعه (ردالمحتار، ج ۲ ص ۷۶، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل) (ثُمَّ يَقْنُتُ فِيهِ) أي في الوتر وجوباً. لِمَا رَوَى الدَّارُقُطْنِيُّ عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلِيًّا -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ- يَقُولُونَ: قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ الْوُتْرِ، وَكَانُوا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ. وَالْمَوَاطِبَةُ دَلِيلُ الْوُجُوبِ، إِلَّا أَنْ يَقُومَ دَلِيلٌ عَلَى عَدَمِهِ. وَقَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ: وَلَمْ تَقِفْ بَعْدَ عَلَى دَلِيلٍ نَقْلِي فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَالتَّكْبِيرِ، وَلَا عَلَى مَا يَقْتَضِي وَجُوبُ الْقُنُوتِ.

وأما (قول صاحب الهداية: لقوله عليه الصلاة والسلام للحسن حين علمه دعاء القنوت:) اجعل هذا في وترك. فلم يوجد فيه لفظ الأمر. وعلى تقدير وجوده لا يدل على الوجوب، لعدم بلوغ الحسن حينئذ، فإذا لم يجب على المأمور، لا يجب على غيره. وكذا قوله عليه الصلاة والسلام: لا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ لَمْ يَعُدَّ الْوُتْرَ مِنْهَا فِي الْحَدِيثِ (شرح النقاية، فصل في الوُتْرِ والنوافل).

وعندئذ القنوت والتكبير ثابت كما مر في الدلائل ولكن كون سنتهما راجح، كما هو قول صاحبين رحمهما الله م. ر. ن.

۱۔ ومن لا يحسن القنوت يقول (ربنا آتنا في الدنيا حسنة) الآية وقال أبو الليث يقول: اللہم اغفر لی یکررها ثلاثا، وقيل يقول: يا رب ثلاثا، ذكره في الذخيرة اهـ (ردالمحتار، ج ۲ ص ۷۶، باب الوتر والنوافل) ﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۸..... مشہور دعائے قنوت یعنی ”اللهم انا نستعینک الخ“ کے ساتھ اگر احادیث میں مذکور دوسری مسنون دعا بھی ملا کر پڑھ لی جائے، تو کوئی حرج نہیں، بلکہ بعض کے نزدیک بہتر ہے۔ ۱

اور اگر احادیث میں مذکور کسی دوسری مسنون دعائے قنوت (مثلاً حضرت علی یا حضرت حسن سے مروی دعائے قنوت) کے پڑھنے پر اکتفاء کرے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن لا يحسن القنوت بالعربية أو لا يحفظه ففيه ثلاثة أقوال مختارة قيل يقول يا رب ثلاث مرات ثم يركع وقيل يقول اللهم اغفر لي ثلاث مرات وقيل اللهم ربنا آتانا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقننا عذاب النار والظاهر أن الاختلاف في الأفضلية لا في الجواز وأن الأخير أفضل لشموله وأن التقييد بمن لا يحسن العربية ليس بشرط بل يجوز لمن يعرف الدعاء المعروف أن يقتصر على واحد مما ذكر لما علمت أن ظاهر الرواية عدم توقيته (البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۵، باب الوتر والنوافل) وَمَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَى هَذَا يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ثَلَاثًا وَهُوَ اخْتِيَارُ الْإِمَامِ أَبِي الْلَيْثِ أَوْ يَقُولُ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرة: ۲۰۱) كَمَا فِي مِعْرَاجِ الذَّرَائِعِ (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۲۹، باب الوتر والنوافل)

ومن لا يحسن دعاء القنوت قال المرغيناني: يقول على وجه الاستحباب اللهم اغفر لي ثلاثا. وفي "الواقعات" و "الذخيرة": "اللهم اغفر لنا ثلاثا أو أكثر، وقيل: يقول يا رب ثلاثا ذكره في "الذخيرة"، وقيل: يقول ربنا آتانا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة، وهو اختيار بعض المشايخ (البنية شرح الهداية، ج ۲ ص ۵۰۳، باب صلاة الوتر)

ومن لا يحسن القنوت يقول ربنا آتانا في الدنيا حسنة إلخ قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى يقول اللهم اغفر لي ويكرر ثلاثا (فتاوى قاضی خان، کتاب الصلاة)

۱۔ اور اس وجہ سے اگر کسی نے دعائے قنوت کا کچھ حصہ یا پوری دعائے قنوت ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھ لی تب بھی نماز ادا ہو جائے گی اور سجدہ سہولازم نہیں ہوگا (کذا فی: احسن الفتاویٰ، ج ۳ ص ۳۵۰)

۲۔ وقال بعض مشايخنا: المراد من قوله ليس في القنوت دعاء موقت ما سوى قوله اللهم إنا نستعينك؛ لأن الصحابة -رضي الله عنهم- اتفقوا على هذا في القنوت فالأولى أن يقرأه.

ولو قرأ غيره جاز ولو قرأ معه غيره كان حسنا، والأولى أن يقرأ بعده ما علم رسول الله -صلى الله عليه وسلم- الحسن بن علي -رضي الله عنهما- في قنوته اللهم اهدنا فيمن هديت إلى آخره، وقال بعضهم: الأفضل في الوتر أن يكون فيه دعاء موقت؛ لأن الإمام ربما يكون جاهلا فيأتي بدعاء يشبه كلام الناس فيفسد الصلاة، وما روى عن محمد أن التوقيت في الدعاء يذهب رقة القلب محمول على أدعية المناسك دون الصلاة لما ذكرنا (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۳، فصل في القنوت) ولو قرأ غيره جاز ولو قرأ معه غيره كان حسنا والأولى أن يقرأ بعده ما علمه رسول الله ﷺ الحسن بن علي في قنوته اللهم اهدني فيمن هديت إلى آخره (البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۵، باب الوتر والنوافل)

چنانچہ احادیث میں ایک دعائے قنوت اس طرح آئی ہے کہ:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَاعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَا اُحِصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ، اَنْتَ کَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِکَ“

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں، آپ کی رضا کے ذریعہ سے، آپ کی ناراضگی سے، اور آپ کی معافی کے ذریعہ سے آپ کے عذاب سے، اور میں پناہ چاہتا ہوں، آپ کے ذریعہ سے آپ سے، میں شمار نہیں کر سکتا آپ کی تعریف کو، آپ ویسے ہی ہیں، جیسی کہ آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے (سنن نسائی، حدیث نمبر ۴۷۱۷، ابوداؤد، حدیث نمبر ۱۴۲۷، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۵۶۶، باب فی دعاء الوتر، مسند احمد، حدیث نمبر ۷۵۱)

اور ایک دعائے قنوت اس طرح آئی ہے کہ:

”اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّیْنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَيْتَ، وَفِنِیْ شَرًّا مَا قَضَيْتَ، اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ، وَاِنَّهٗ لَا یَدُلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالٰیْتَ“

ترجمہ: یا اللہ! مجھے ہدایت دیجیے اُن لوگوں میں جن کو آپ نے ہدایت عطا فرمائی، اور عافیت دیجیے مجھے ان لوگوں میں جن لوگوں کو آپ نے عافیت عطا فرمائی، اور کارسازی فرمائی، میری اُن لوگوں میں جن کی آپ نے کارسازی فرمائی، اور برکت عطا فرمائی مجھے اُن چیزوں میں جو آپ نے مجھے عطا فرمائیں، اور حفاظت فرمائی میری اُن چیزوں کے شر سے جن کا آپ نے فیصلہ فرمایا، بے شک آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں، اور آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں

کیا جاسکتا، بے شک جس کی آپ مد فرمائیں، وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، اور جس سے آپ بیزاری فرمائیں، وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا، آپ بابرکت ہیں، ہمارے رب ہیں، اور بلند و بالا ہیں (ابوداؤد) ۱

مسئلہ نمبر ۴۹..... وتر کی نماز میں دعائے قنوت سے پہلے، تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہنے کے واجب یا سنت ہونے میں اختلاف ہے۔

لہذا اگر یہ تکبیر بھولے سے چھوٹ جائے، تو سجدہ سہونہ کرنے کی بھی گنجائش ہے، اور اگر کوئی کر لے، تو احتیاط ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۴۲۵، واللفظ لہ، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۷۰۱، سنن البیہقی، حدیث نمبر ۳۱۳۸، معرفۃ الصحابة لابن نعیم، حدیث نمبر ۱۷۱، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۱۸، ترمذی، حدیث نمبر ۴۶۴، سنن نسائی، حدیث نمبر ۱۷۴۵۔

۲۔ (قوله وكذا تكبير قنوته) أي الوتر. قال في البحر في باب سجود السهو: ومما ألحق به: أي بالقنوت تكبيره؛ وحزم الزيلعي بوجوب السجود بتركه: وذكر في الظهيرية أنه لو تركه لا رواية فيه، وقيل يجب السجود اعتباراً بتكبيرات العيد، وقيل لا. اهـ. وينبغي ترجيح عدم الوجوب لأنه الأصل، ولا دليل عليه، بخلاف تكبيرات العيد اهـ (قوله وتكبيره ركوع الثالثة زيلعي) كذا عزاہ إلى الزيلعي في النهر، وتبعه الشارح. قال السيد أبو السعود في حواشي مسكين في باب سجود السهو: قال شيخنا: هذا سهو لعدم وجوده في الزيلعي، لا في الصلاة ولا في السهو، ولعله سبق نظره إلى ما ذكره الزيلعي بقوله ولو ترك التكبير التي بعد القراءة قبل القنوت سجد للسهو، فتوهم أن هذه تكبير الثالثة من الوتر وليس كذلك. وإنما هي تكبير القنوت اهـ وكذا به الرحمتي على أنه لم يجده فيه (رد المحتار على الدر المختار، ج ۱ ص ۴۶۸، ۴۶۹، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة) ولو ترك التكبير التي بعد القراءة قبل القنوت سجد للسهو ولأنها بمنزلة تكبيرات العيد كذا في التبيين (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۲۸، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو) وكذلك يجب سجود السهو في ترك التكبير الأولى، في القنوت (وعليه المحققون من) أصحابنا (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۱ ص ۵۰۱، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع في بيان ما يجب به سجود السهو وما لا يجب)

قوله: وقنوت الوتر؛ القنوت لغة؛ مطلق الدعاء، وهو المراد هاهنا لا خصوص الدعاء الذي تقرأه أكثر الحنفية من: اللهم إنا نستعينك ونستغفرك الخ؛ فإن الواجب هو قراءة مطلق الدعاء في الركعة الآخرة من الوتر. كذا في غنية المستملی وغيره، وفي الاكتفاء عليه إشارة إلى أن رفع اليدين عند القنوت والتكبير عند ابتدائه ليس بواجب، وهو الصحيح، كما حققه صاحب البحر وغيره (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، كتاب الصلاة) وقيل ركوع الثالثة يكبر أي استحباباً (رَافِعًا يَدَيْهِ) أي حذاء أذنيه، لأن الحالة قد اختلفت (شرح النقاية، فصل في الوتر والنوافل)

مسئلہ نمبر ۳۳..... رکوع سے پہلے دعائے قنوت کے وقت میں جو تکبیر کہی جاتی ہے، وہ تکبیر دعائے قنوت کے افتتاح کے لئے ہے، اس لئے اس تکبیر کے وقت میں ہاتھ اٹھانے کی وہی کیفیت ہوگی، جو تکبیر تحریمہ کے وقت میں ہوتی ہے۔

بعض لوگ دعائے قنوت کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت پہلے دونوں ہاتھ نیچے چھوڑتے ہیں پھر اللہ اکبر کے لئے کانوں تک اٹھاتے ہیں۔

شرعاً اس کی ضرورت نہیں بلکہ نیچے لے جائے بغیر اٹھالینا کافی ہے۔ ۱۔

۱۔ حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ أَبِي يُونُسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ: "تَرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَفِي التَّكْبِيرِ لِلْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِغْلَامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَبِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ، وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ" قَالَ أَبُو يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فَأَمَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدَيْنِ، وَفِي الْوُتْرِ، وَعِنْدَ اسْتِغْلَامِ الْحَجَرِ، فَيَجْعَلُ ظَهْرَهُ كَفَيْهِ إِلَى وَجْهِهِ، وَأَمَّا فِي الثَّلَاثِ الْآخِرِ، فَيَسْتَقْبِلُ بِبَاطِنِ كَفَيْهِ وَجْهَهُ فَأَمَّا مَا ذَكَرْنَا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، فَقَدْ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى ذَلِكَ جَمِيعًا وَأَمَّا التَّكْبِيرُ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، فَإِنَّهَا تَكْبِيرَةٌ زَائِدَةٌ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ، وَقَدْ أَجْمَعَ الَّذِينَ يَقْنُتُونَ قَبْلَ الرُّكُوعِ عَلَى الرُّفْعِ مَعَهَا فَالْنَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ، أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ كُلُّ تَكْبِيرَةٍ زَائِدَةٍ فِي كُلِّ صَلَاةٍ، فَتَكْبِيرُ الْعِيدَيْنِ الزَّائِدَةُ فِيهَا عَلَى سَائِرِ الصَّلَاةِ، كَذَلِكَ أَيْضًا وَأَمَّا عِنْدَ اسْتِغْلَامِ الْحَجَرِ، فَإِنَّ ذَلِكَ جُعِلَ تَكْبِيرًا يُفْتَتَحُ بِهِ الطَّوَافُ، كَمَا يُفْتَتَحُ بِالتَّكْبِيرِ الصَّلَاةُ وَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا (شرح معاني الآثار، تحت حديث رقم ۳۸۲۵، بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ)

(وإذا أراد أن يقنت كبر) ش: یعنی مصلى الوتر إذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة كبر، خلافا لبعض أصحاب الشافعي. وقال أحمد: إذا قنت قبل الركوع كبر ثم أخذ في القنوت. قال في "المغنى" لابن قدامة، وقد روى عن عمر - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أنه كان إذا فرغ من القراءة كبر، ومن يقنت بعد الركوع يكبر حين يركع، ونقل عن المزني أنه قال: زاد أبو حنيفة تكبيرة في القنوت لم تثبت في السنة ولا دل عليها قياسه، وقال أبو نصر الأقطع: هذا خطأ منه، فإن ذلك روى عن علي وابن عمر والبراء بن عازب - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - والقياس يدل عليه أيضا، وأشار إليه المصنف بقوله م: (لأن الحالة قد اختلفت) ش: أى لأن حالة المصلى قد اختلفت؛ لأنه كان في حالة قراءة القرآن ثم ينتقل إلى حالة قراءة القنوت والحالتان مختلفتان، والتكبير في الصلاة عند اختلاف الحالة مشروع كما في حال الانتقال من القيام إلى الركوع ومن القومة إلى السجود.

فإن قلت: كان ينبغي أن يكبر بين الشاء والقراءة لاختلاف الحالة. قلت: الشاء مكمل للتكبير؛ لأنه يجانسه لكونه ثناء، وأما القنوت فواجب فيفرد بحكم على حدة، ولأن رفع اليد ثبت بالحديث

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۱..... وترکی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے وقت مناسب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ آگے باندھ کر رکھے جائیں، اور اگر کوئی چھوڑ کر رکھے، تو بھی گناہ نہیں۔ ۱

مسئلہ نمبر ۳۲..... وترکی نماز تنہا بغیر جماعت کے پڑھنے والے شخص کو بلند آواز سے قرائت کرنا جائز ہے، اور جہاں تک دعائے قنوت کا مسئلہ ہے، تو افضل یہ ہے کہ دعائے قنوت آہستہ آواز میں پڑھے، اور اگر کبھی اونچی آواز میں پڑھ لے، تو بھی گناہ نہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الذی یأتی الآن وأنه غیر مشروع بلا تکبیر کما فی تکبیرة الافتتاح وتکبیرات العیدین (البنایة شرح الہدایة ج ۲ ص ۴۹۲، باب صلاة الوتر)

والثالث رفع الیدین عند القنوت ففی قول ابی حنیفة واحدی الروایتین عن ابی یوسف ومحمد یرفع فی الوتر الیدین کما یرفع فی الافتتاح. وفی قول ابی عبد اللہ واحدی الروایتین عن ابی یوسف وقول مالک لا یرفع ولكن یقلبها للدعاء القنوت قبل الركوع او بعده (النفی فی الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۰۳، ۱۰۴، کتاب الصلاة رفع الیدین عند القنوت)

۱۔ والأصل أن کل قیام فیہ ذکر مسنون یعتمد فیہ وما لا فلا هو الصحیح، فیعتمد فی حالة القنوت وصلاة الجنائزة، ویرسل فی القومة و بین تکبیرات الاعیاد (الہدایة شرح البدایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

والصحیح ما قاله شمس الأئمة الحلوانی وهو الذی أشار إلیہ فی الکتاب أن کل قیام فیہ ذکر مسنون، فالسنة فیہ الاعتماد کما فی حالة البناء والقنوت وصلاة الجنائزة، وکل قیام لیس فیہ ذکر مسنون فالسنة فیہ الإرسال فیرسل فی القومة عن الركوع و بین تکبیرات الاعیاد، وبہ کان یفتی شمس الأئمة السرخسی وبرهان الأئمة والصدر الشہید. وذكر فی فتاویٰ قاضی خان: وکلما فرغ من التکبیر یضع یدہ الیمنی علی الیسری تحت السرة، وكذا فی تکبیرات العید وتکبیرات الجنائزة والقنوت ویرسل فی القومة (العناية، ج ۱ ص ۲۸۸، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

(ووقت) قراءة (البناء) فی سائر الصلوات (و) وقت قراءة (القنوت) فی الوتر (یاخذ الید بالید علی قول اکثر المشایخ) اختیاراً منهم لقول أبی حنیفة وأبی یوسف رحمہما اللہ وعند أبی حفص الفضلی یرسل فی جمیع ذلک اختیاراً منه لقول محمد رحمہ اللہ (منیة المصلی، کتاب الصلاة) واختلفوا أنه یرسل یدیه فی القنوت أم یعتمد والمختار أنه یعتمد. هكذا فی فتاویٰ قاضی خان (الفتاویٰ الہندیة، ج ۱ ص ۱۱۱، کتاب الصلاة، الباب الثامن فی الوتر)

یضع یدیه فی القنوت وصلاة الجنائزة عندهما؛ لأن فیہما ذکر مسنوناً (خلافاً لہ) أی لمحمد فیرسل فیہما عنده لعدم القراءة (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۹۴، باب صفة الشروع فی الصلاة)

۲۔ اقول: الوتر داخل فی صلاة اللیل، ویجوز فی صلاة اللیل الجہری القراءة. محمد ورضوان. (وخیر المنفرد) بین الجہر والإخفاء (فی نفل اللیل)؛ لأن النوافل أتباع القرائض لكونها مکملات ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۳..... جماعت سے وتر پڑھے جانے کی صورت میں افضل یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز میں دعائے قنوت پڑھیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لہذا فیخیر فیہا کما یخیر فی الفرائض، وإن کان إماما جهر لما ذکر من أنها أتباع الفرائض؛ ولہذا یخفی فی نوافل النہار، ولو کان إماما.

(وفی الفرض الجہری إن کان فی وقتہ) أى إذا أراد المنفرد أداء الجہری خیر إن شاء جهر لكونه إمام نفسه، وإن شاء خافت؛ إذ لیس خلفه من یسمعه.

(وفضل الجهر) لیكون الأداء على هيئة الجماعة وروی أن من صلی على تلك الهيئة صلت بصلاته صفوف من الملائكة (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۰۳، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی احکام القراءة فی الصلاة)

والمنفرد إن شاء جهر، وإن شاء خفت (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الصلاة، فصل فی الترویج) وأما صفة دعاء القنوت من الجهر والمخافة فقد ذکر القاضی فی شرحه مختصر الطحاوی أنه إن کان منفردا فهو بالخیار إن شاء جهر وأسمع غیره وإن شاء جهر وأسمع نفسه وإن شاء أسر کما فی القراءة وإن کان إماما یجهر بالقنوت لکن دون الجهر بالقراءة فی الصلاة والقوم یتابعونه هكذا إلى قوله إن عذابک بالکفار ملحق، وإذا دعا الإمام بعد ذلك هل یتابعه القوم؟ ذکر فی الفتاوی اختلافاً بین أبی یوسف ومحمد، فی قول أبی یوسف یتابعونه ویقرءون وفى قول محمد لا یقرءون ولكن يؤمنون، وقال بعضهم إن شاء القوم سکوا (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۲، فصل فی القنوت)

وأما الثانى فمن محمد یقت الإمام ویسکت المقتدی، وهذا کقول بعضهم فی القنوت یتحملة الإمام عن المقتدی کالقراءة ویجهر به، والأصح أنه یقت کالإمام، ثم هل یجهر به الإمام؟ اختاره أبو یوسف فی رواية یتابعونه إلى بالکفار ملحق، وإذا دعا الإمام: یعنی اللهم اهدنی فیمن هدیة أو غیره بعد ذلك هل یتابعونه؟ ذکر فی الفتاوی خلافاً بین أبی یوسف ومحمد فی قول محمد لا ولكن يؤمنون، وقال بعضهم: إن شاءوا سکوا، وقال الشیخ أبو بکر محمد بن الفضل: عندی یخفی الإمام، وكذا المقتدی لأنه ذکر کسائر الأذکار وثناء الافتتاح..... وأما المنفرد ففی البدائع نقلاً عن شرح مختصر الطحاوی للقاضی أنه مخیر فی بین الجهر والإخفاء کالقراءة، والذى یقتضیه اختیار من اختار الإخفاء، واختار المصنف تبعاً لابن الفضل -رحمه الله- الإخفاء وهو الأولی، وفى الحدیث خیر الذکر الخفی ولأنه المتوارث فی مسجد أبی حفص الکبیر وهو من أصحاب محمد فهو ظاهر فی أنه علمه من محمد فی القنوت (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۳۸، کتاب الصلاة، باب صلاة الوتر)

السادس: إنه یجهر بالقنوت أو یخافت به وقع فی بعض الكتب أن على قول محمد رحمه الله یخافت؛ لأنه دعاء والسبیل فی الدعاء الإخفاء، على قول أبی یوسف رحمه الله یجهر به لما روى عن رسول الله صلى الله علیه وسلم أنه کان یجهر به، حتى روى أن الصحابة رضی الله عنهم تعلموا ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی امام جہری آواز میں دعائے قنوت پڑھے، تاکہ مقتدیوں کو بھی دعائے قنوت یاد ہو جائے، تو بھی بعض کے نزدیک گنجائش ہے، اس صورت میں مقتدی کو دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ امام کی دعا کے ساتھ آہستہ آواز میں آمین کہتا رہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القنوت فی قراءۃ رسول اللہ علیہ السلام، ووقع فی بعض الكتب الخلاف علی عکس هذا علی قول أبی یوسف رحمہ اللہ (کانت) بہ، وعلی قولہ محمد رحمہ اللہ یجہر بہ وذكر القاضي الإمام علاء الدین المعروف رحمہ اللہ فی شرح المختلفات : أن المنفرد يخافت بالقتوت، والإمام يخافت عند بعض المشايخ. منهم: الشيخ الإمام أبو بكر بن محمد الفضل، والشيخ الإمام أبو حفص الكبير رحمہ اللہ فلولا علم فی إشارة محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ : أنه من سنتہ المخافتة وإلا لما خالف أستاذہ، وهذا لأنه دعاء علی الحقيقة وخیر الدعاء الخفی قال رحمہ اللہ، وقد كانوا يستحسنون الجهر فی بلاد العجم، ليتعلموا كما جهر عمر رضی اللہ عنہ إلینا حين قدم وفد العراق، وقال بعض مشايخ زماننا إن كان الغالب فی الفقه أنهم لا يعلمون دعاء القنوت، فالإمام یجہر بہ ليتعلموا منه . وقد صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر بہ، والصحابۃ تعلموا القنوت فی قراءتہ، وإن كان الغالب فیہم أنهم يعلمون یخفی بہ، لأنه دعاء، والسبیل فی الدعاء الخفیة، وقال بعض المشايخ : یجب أن یجہر بہ، لأن له شبهاً بالقرآن، فإن الصحابة رضوان اللہ علیہم اختلفوا فیہ، قال بعضهم هما سورتان من القرآن ویجہر بما هو فرض علی الحقيقة، فكذا بما له نسبة بالقرآن، وقال صاحب شرح الطحاوی : الإمام یجہر بالقنوت، ویكون ذلك الجهر دون الجهر بالقراءة فی الصلاة. السابع : فی بیان المقتدی هل یقرأ القنوت؟ ذکر القاضي الإمام عز الدین فی شرح المختلفات : إن علی قول أبی یوسف رحمہ اللہ : یقرأ، وعلی قول محمد رحمہ اللہ : لا یقرأ، وهكذا ذکر فی الفتاوی، وذكر فی موضع آخر أن القوم یؤمنون عند محمد رحمہ اللہ ویسکتون، عند أبی یوسف رحمہ اللہ القوم بالخیار إن شاءوا قرأوا، وإن شاءوا سکوا. وقال محمد رحمہ اللہ : إن شاءوا قرؤوا وإن شاءوا أمنوا لدعائه، وذكر الطحاوی رحمہ اللہ : أن القوم یتابعونه إلی قوله؛ إن عذابک بالكفار ملحق، فإذا دعا الإمام، فعند أبی یوسف رحمہ اللہ یتابعونه، وعند محمد رحمہ اللہ یؤمنون (المحیط البرہانی، ج ۱ ص ۴۷۱، ۴۷۲، الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر)

۱ قال أبو یوسف : إذا قننت فی الوتر لا یجہر، ویقننت المقتدی ایضاً لأنه دعاء، والأفضل فیہ الإخفاء. وقال محمد : یجہر الإمام ویؤمن المأموم، ولا یقرأ لشبهہ بالقرآن، واختلاف الصحابة هل هو منه أم لا؟ والمنفرد إن شاء جہر، وإن شاء خفت (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الصلاة، فصل فی التراویح)

والمختار فی القنوت الإخفاء فی حق الإمام والقوم، هكذا فی النهاية ویخافته المنفرد وهو المختار: کذا فی شرح مجمع البحرین لابن ملک (الفتاوی الہندیہ، ج ۱ ص ۱۱۱، کتاب الصلاة، الباب الثامن فی الوتر)

(قوله ویتبع المؤتم قانت الوتر) وقال محمد لا یأتی بہ المأموم بل یؤمن لأن للقنوت شبهة القرآن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۳..... اگر کسی نے امام کی اقتداء میں وتر کی نماز پڑھی، اور مقتدی نے دعائے قنوت نہیں پڑھی، تو اس مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

لاختلاف الصحابة في قوله اللهم إنا نستعينك أنه من القرآن أو لا فأورث شبهة وهو لا يقرأ حقيقة القرآن فكذا ما له شبهة والمختار ما في الكتاب كما في المحيط وغيره وصححوه لأنه دعاء حقيقة كسائر الأدعية والثناء والتشهد والتسبيحات وظاهر الرواية أنه لا يكره قراءته للجنب لأنه ليس بقرآن وعليه الفتوى كما في اللؤلؤ الحية (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۲۸، باب الوتر والنوافل، القنوت في غير الوتر)

ولم يقيد المصنف القنوت بالمخافة للاختلاف فيه قال في الذخيرة استحسنا الجهر في بلاد المعجم للإمام ليتعلموا كما جهر عمر -رضي الله عنه- بالثناء حين قدم عليه وفد العراق ونص في الهداية على أن المختار المخافة وفي المحيط على أنه الأصح وفي البدائع واختار مشايخنا بما وراء النهر الإخفاء في دعاء القنوت في حق الإمام والقوم جميعاً لقوله تعالى (ادعوا ربكم تضرعاً وخفية) (الأعراف: ۵۵) وقول النبي -صلى الله عليه وسلم- خير الدعاء الخفي وهو مروي في صحيح ابن حبان وفصل بعضهم بين أن يكون القوم لا يعلمونه فالأفضل للإمام الجهر ليتعلموا وإلا فالإخفاء أفضل كما في الذخيرة ومن اختار الجهر به أن يكون دون جهر القراءة كما في منية المصلي (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۳۶، باب الوتر والنوافل)

واختلفوا أنه هل يجهر في القنوت أم يخاف ويتحمله الإمام عن المقتدى أو لا يتحمل لم يذكر هذا في ظاهر الرواية وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أن الإمام يجهر بالقنوت ويتخير المؤتم إن شاء قرأ وإن شاء خافت الشيخ وقال أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى عندي أن يخفي الإمام وكذا المقتدى لأنه ذكر كسائر الأذكار وثناء الافتتاح وتكبيرات الركوع والسجود وبعضهم جعل القنوت بمنزلة القراءة يتحمله الإمام عن المقتدى (فتاوى قاضيان، كتاب الصلاة)

(ويتبع المؤتم قنوت الوتر) أي يتبع المقتدى الإمام القانت في الوتر في قنوته ويخفي هو والقوم؛ لأنه دعاء وقيل يجهر الإمام، ذكره في المفيد وقيل عند محمد يقنت الإمام دون المؤتم كما لا يقرأ والصحيح الأول لأن اختلافهم في الفجر مع كونه منسوخاً دليل على أنه يتابعه في قنوت الوتر لكونه ثابتاً بيقين فصار كالثناء والتشهد والدعاء بعده وتسبيحات الركوع والسجود وفي نوادر ابن رستم رفع الإمام والمأموم صوتهما في قنوت الوتر أحب إلي (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۱۷۱، باب الوتر والنوافل)

۱ (قوله ويأتي المأموم إلخ) هذا من المسائل الخمس الآتية التي يفعلها المؤتم إن فعلها الإمام، وما مشى عليه المصنف تبعاً للكنز هو المختار كما في البحر عن المحيط. وعبرة المحيط كما في الحلية قال أبو يوسف: يسن أن يقرأ المقتدى أيضاً، وهو المختار، لأنه دعاء كسائر الأدعية. وقال محمد: لا يقرأ بل يؤمن لأن له شبهة القرآن احتياطاً. وهو صريح في أنه سنة للمقتدى لا واجب، إلا أن يكون مبنياً على ما مر عن البحر من أن القنوت سنة عندهما (رد المحتار، ج ۲ ص ۸، باب الوتر والنوافل)

مسئلہ نمبر ۳۵..... اگر کوئی وتر میں دعائے قنوت بھول جائے، اور رکوع میں چلا جائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر سجدہ سہو واجب ہے، اگرچہ وہ رکوع سے اٹھ کر دوبارہ دعائے قنوت پڑھ لے (کیونکہ رکوع میں چلے جانے سے اس کا محل وجوب فوت ہو جاتا ہے) ۱۔

۱۔ اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت بھول گیا تو اس کی چار صورتیں ہیں:

- (۱)..... رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی (۲)..... رکوع چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا (۳)..... دوبارہ رکوع نہیں کیا (۴)..... دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی اور نہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر پڑھی۔

ان چاروں صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے، لیکن دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو دوبارہ کھڑے ہو کر قنوت نہیں پڑھنی چاہئے بلکہ اسی طرح سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لینی چاہئے۔

اور یہ تفصیل قنوت کے واجب قرار دینے کی صورت میں ہے، اور جو حضرات قنوت کو واجب قرار نہیں دیتے، ان کے نزدیک ترک قنوت سے سجدہ سہو واجب نہیں۔

قُلْتُ أَرَأَيْتَ رَجُلًا نَسِيَ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ وَذَكَرَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ هَلْ يَقْنَتُ قَالَ لَا لَيْسَ عَلَيْهِ قُنُوتٌ بَعْدَ الرُّكُوعِ. قُلْتُ فَهَلْ عَلَيْهِ سَجْدَتَا السُّهُوِّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَإِنْ قَنَتَ بَعْدَ مَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ هَلْ يَسْقُطُ عَنْهُ سَجْدَتَا السُّهُوِّ قَالَ لَا قُلْتُ لِمَ جَعَلْتَ عَلَيْهِ سَجْدَتَيِ السُّهُوِّ فِي تَرْكِ الْقُنُوتِ وَلَا تَجْعَلُهُمَا عَلَيْهِ فِي تَرْكِ التَّكْبِيرِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ قَالَ لِأَنَّ الْقُنُوتَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ التَّشَهُّدِ قُلْتُ فَمَا لَكَ لَمْ تَجْعَلْ عَلَيْهِ أَنْ يَقْنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ قَالَ لِأَنَّ مَوْضِعَ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ فَإِذَا لَمْ يَقْنَتْ فِي مَوْضِعِهِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِعَادَةٌ وَكَانَ عَلَيْهِ سَجْدَتَا السُّهُوِّ إِذَا فَعَلَ ذَلِكَ نَاسِيًا قُلْتُ فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ مُتَعَمِّدًا قَالَ قَدْ أَسَاءَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ (الأصل المعروف بالمبسوط، ج ۱ ص ۲۵۴، فِي الْإِمَامِ يَحْدُثُ فَيَقْدُمُ مِنْ قَاتِنَةٍ رُكْعَةً)

ومنها إذا نسي القنوت حتى ركع ثم تذكر في الركوع فإنه يمضي على ركوعه ولا يعود إلى القيام ليقنّت، وروى عن أبي يوسف أنه يعود إلى القيام ويقنّت كما إذا ترك الفاتحة أو السورة ناسياً وركع فله أن يعود إلى القيام ويقرأها، والصحيح هو الأول (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۲۰۵، باب صلاة الوتر)

وأمّا حکم القنوت إذا فات عن محله فنقول: إذا نسی القنوت حتی رکع ثم تذكر بعد ما رفع رأسه من الركوع لا يعود ويسقط عنه القنوت وإن كان في الركوع فكذلك في ظاهر الرواية.

وروی عن ابی یوسف فی غیر روایة الأصول أنه يعود إلى القنوت؛ لأنه له شبهة بالقراءة فيعود كما لو ترك الفاتحة أو السورة (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۴، كتاب الصلاة، فصل في القنوت)

إذا نسی القنوت حتی رکع فذكر في الركوع، ففي أصحابنا عنه روايتان نسی القنوت، وتذكر في الركوع في رواية يعود إلى القيام ويقنّت؛ لأن الركوع له حكم القيام الأولى أنه لو أدرك الإمام في الركوع كان مدرکاً للركعة، وهي رواية أخرى يمضي على ركوعه، ولا يرفع رأسه للقنوت؛ لأنها

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۶۳..... اگر وتر کی تیسری رکعت میں کوئی قرائت کرنا بھول گیا، یا سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا بھول گیا، مگر اس نے دعائے قنوت پڑھ لی، پھر اسے رکوع میں جانے کے بعد یاد آیا کہ اس نے قرائت نہیں کی، یا سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں پڑھی، تو اسے چاہئے کہ وہ قیام کی طرف لوٹ آئے، اور پہلے (سورہ فاتحہ اور سورت دونوں یا سورت جو بھی رہ گئی ہے) قرائت کرے، اور پھر دعائے قنوت پڑھے، اور پھر رکوع کرے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

شیء فائت عن وقتها فتسقط بخلاف تكبيرات العيد إذا تذكرها في الركوع، فإنها لا تسقط. والفرق: أن محل القنوت القيام المحض، فكذا محل القنوت، ولا يمكن أن يأتي به في الركوع؛ لأن الركوع ليس بمحله ولا يمكن نقض الركوع لأجله؛ لأن الركوع فرض والقنوت سنة. ولا يجوز نقض الفرض لأداء السنة (المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۴۷۱، الفصل الثالث عشر في الترواح والوتر) وأما حكمه إذا فات محله فنقول إذا نسي القنوت حتى ركع ثم تذكر فإن كان بعد رفع الرأس من الركوع لا يعود وسقط عنه القنوت وإن تذكره في الركوع فكذلك في ظاهر الرواية كما في البدائع وصححه في الخانية وعن أبي يوسف أنه يعود إلى القنوت لشبهه بالقرآن كما لو ترك الفاتحة أو السورة فتذكرها في الركوع أو بعد رفع الرأس منه فإنه يعود وينتقض ركوعه والفرق على ظاهر الرواية أن نقض الركوع في المقيس عليه لا كماله لأنه يتكامل بقراءة الفاتحة والسورة لكونه لا يعتبر بدون القراءة أصلاً وفي المقيس ليس بنقضه لا كماله لأنه لا قنوت في سائر الصلوات والركوع معتبر بدون فلو نقض لكان نقض الفرض للجواب كذا في البدائع فإن عاد إلى القيام وقت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته لأن ركوعه قائم لم يرتفع بخلاف المقيس عليه لأن بعده صارت قراءة الكل فرضاً والترتيب بين القراءة والركوع فرض فارتفع ركوعه فلو لم يرتفع بطلت فلو ركع وأدركه رجل في الركوع الثاني كان مدر كاً لتلك الركعة وإنما لم يشرع القنوت في الركوع مثل تكبيرات العيد إذا تذكرها في حال الركوع حيث يكبر فيه لأنه لم يشرع إلا في محض القيام غير معقول المعنى فلا يتعدى إلى ما هو قيام من وجه دون وجه وهو الركوع وأما تكبيرات العيد فلم تختص بمحض القيام لأن تكبيرة الركوع يؤتى بها في حال الانحطاط وهي محسوبة من تكبيرات العيد بإجماع الصحابة (البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۵، ۴۶، باب الوتر والنوافل) ولو نسي القنوت فتذكر في الركوع فالصحيح أنه لا يقنت في الركوع ولا يعود إلى القيام. هكذا في التارخانية فإن عاد إلى القيام وقت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته. كذا في البحر الرائق أما إذا رفع رأسه من الركوع ثم تذكر فإنه لا يعود إلى قراءة ما نسي بالاتفاق. كذا في المصنعات (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۱۱، الباب الثامن في صلاة الوتر) ولو نسي القنوت فتذكر في الركوع فيه روايتان والصحيح أنه لا يقنت في الركوع ولا يعود إلى القيام فإن عاد إلى القيام وقت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته لأن ركوعه قائم لم يرتفع (فتاوى قاضیخان، کتاب الصلاة)

اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۳۷..... جس کی وتر کی نماز قضا ہوگئی، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی

نماز قضا پڑھتے وقت اسے دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر ۳۸..... دعائے قنوت کے ساتھ درود شریف پڑھنا بعض حضرات کے نزدیک

جائز، اور بعض کے نزدیک منع ہے، اور نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔

لیکن اگر کسی نے پڑھ لیا، تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ ۳

۱۔ ولو أوتر فقراً في الثالثة القنوت ولم يقرأ القرآن أو قرأ الفاتحة دون السورة فتذكر في الركوع فإنه يعود إلى القيام ويقرأ ويقت ويركع لأنه لما عاد إلى القيام كما هو في حكم الفريضة فارتفع ركوعه (فتاوى قاضیخان، کتاب الصلاة)

۲۔ ومن يقضي الصلاة يقضي الأوتار بقنوتها لأن قضاء الأوتار واجب ولا وتر بدون القنوت (فتاوى قاضیخان، کتاب الصلاة)

۳۔ کیونکہ بعض روایات میں دعائے قنوت کے ساتھ درود وارد ہے۔

اور ای وجہ سے بعض اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ لیکن اختار مشائخنا ان لا یصلی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِي الْوُتْرِ قَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيْمَا أَعْطَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَفِي شَرِّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يَقْضِي عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (السنن الكبرى للنسائي، حديث نمبر ۱۴۴۷)

واختلفوا أنه هل يصلي على النبي عليه الصلاة والسلام في القنوت قال بعضهم لا يصلي (فتاوى قاضیخان، کتاب الصلاة)

ولا يصلي على النبي -صلى الله عليه وسلم- في القنوت وهو اختيار مشايخنا. كذا في الظهيرية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۱۱، كتاب الصلاة، الباب الثامن في صلاة الوتر)

ولم يذكر المصنف الصلاة على النبي -صلى الله عليه وسلم- في القنوت للاختلاف فيها واختار الفقيه أبو الليث أن الأولى الصلاة عليه -صلى الله عليه وسلم- لأن القنوت دعاء والأولى في الدعاء أن يكون مشتتاً عليها وذهب أبو القاسم الصفار إلى أنه لا يصلي فيه لأنه ليس موضعها ومشى عليه في الخلاصة والحق هو الأول لما رواه النسائي بإسناد حسن أن في حديث القنوت وصلى الله على محمد ولما رواه الطبراني عن علي كل دعاء محبوب حتى يصلي على محمد وفي الواقعات، ويستحب في كل دعاء أن تكون فيه الصلاة على النبي اللهم صل على محمد وعلى آل محمد اهـ.

وهو يقتضى أنه يصلي عليه في القنوت بهذه الصيغة وهو الأولى ومن الغريب ما في المجتبى لو صلى على النبي -صلى الله عليه وسلم- في القنوت لا يصلي في القعدة الأخيرة وكذا لو صلى عليه في القعدة الأولى سهواً لا يصلي عليه في القعدة الأخيرة ولا يصلي في القنوت اهـ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۴۷، باب الوتر والنوافل)

مسئلہ نمبر ۳۹..... وتر جماعت سے پڑھنے کی صورت میں اگر امام قنوت سے فارغ ہو کر رکوع میں چلا گیا، اور مقتدی ابھی دعائے قنوت سے فارغ نہیں ہوا، تو مقتدی کو بھی اپنی دعائے قنوت درمیان میں چھوڑ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جانا چاہئے۔ ۱۔

۱۔ کیونکہ مقتدی کے دعائے قنوت کا کچھ حصہ پڑھ لینے سے واجب ادا ہو گیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پوری دعا قنوت پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور امام کی اتباع واجب ہے۔

(رکع الإمام قبل فراغ المقتدی) من القنوت قطعه و (تابعه) ولو لم یقرأ منه شیئا ترکہ إن خاف فوت الركوع معه بخلاف التشهد لأن المخالفة فيما هو من الأركان أو الشرائط مفسدة لا فی غیرها (در الدر المختار)

(قوله ولو لم یقرأ إلخ) أى لو ركع الإمام ولم یقرأ المقتدی شیئا من القنوت إن خاف فوت الركوع یركع وإلا یقت ثم یركع خائفة وغیرها، وهل المراد ما یسمى قنوتا أو خصوص الدعاء؟ المشهور والظاهر الأول. (قوله بخلاف التشهد) أى فإن الإمام لو سلم أو قام للثالثة قبل إتمام المؤتم التشهد فإنه لا یتابعه بل یتیمه لوجوبه كما قدمه فی فصل الشروع فی الصلاة (قوله لأن المخالفة إلخ) هذا التعلیل علیل لاقتضائه فرضیة المتابعة المذكورة وقدمنا عن شرح المنیة أن متابعة الإمام فی الفرائض والواجبات من غیر تأخیر واجبة ما لم یعارضها واجب، فلا یفوتہ بل یأتی به ثم یتابعه، بخلاف ما إذا عارضها سنة لأن ترك السنة أولى من تأخیر الواجب، وهذا موافق لما قدمناه آنفاً، وحینئذ فوجه الفرق بین القنوت والتشهد هو أن قراءة المقتدی القنوت سنة كما قدمنا التصریح به عن المحیط، والمتابعة فی الركوع واجبة؛ فإذا خاف فوتها یترك السنة للواجب. وأما التشهد فإتمامه واجب لأن بعض التشهد لیس بتشهد فیمتہ وإن فاتت المتابعة فی القيام أو السلام لأنه عارضها واجب تأکید بالتلبس به قبلها فلا یفوتہ لأجلها وإن كانت واجبة. وقد صرح فی الظہیریة بأن المقتدی یتم التشهد إذا قام الإمام إلى الثالثة وإن خاف أن تفوته معه، وإذا قلنا إن قراءة القنوت للمقتدی واجبة، فإن كان قرأ بعضه حصل المقصود به لأن بعض القنوت قنوت، وإلا فلم یتأكد وترجح المتابعة فی الركوع للاختلاف فی أن المقتدی هل یقرأ القنوت أم یسکت؟ فافهم (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۱۰، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

المقتدی یتابع الإمام فی القنوت فی الوتر فلو ركع الإمام فی الوتر قبل أن یفرغ المقتدی من القنوت فإنه یتابع الإمام. ولو ركع الإمام ولم یقرأ القنوت ولم یقرأ المقتدی من القنوت شیئا إن خاف فوت الركوع فإنه یركع وإن كان لا یخاف یقت ثم یركع. كذا فی الخلاصة ذکر الناطفی فی أجناسه لو شك أنه فی الأولى أو الثانية أو الثالثة فإنه یقت فی الركعة التي هو فیها ثم یقعد ثم یقوم فیصلی ركعتین بقعدتین ویقت فیهما احتیاطاً، وفی قول آخر لا یقت فی الكل أصلاً والأول أصح؛ لأن القنوت واجب وما تردد بین الواجب والبدعة یأتی به احتیاطاً. كذا فی محیط السرخسی. المسبوق یقت مع الإمام ولا یقت بعده. كذا فی المنیة فإذا قنت مع الإمام لا یقت ثانیاً فیما یقتضی. كذا فی محیط السرخسی فی قولهم جمیعاً. كذا فی المضممرات (الفتاویٰ الهندیة، ج ۱ ص ۱۱، کتاب الصلاة، الباب الثامن فی صلاة الوتر)

مسئلہ نمبر ۴۴..... اگر کسی نے بھولے سے دعائے قنوت، وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں پڑھ لی، تو اسے وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کی ایک رائے تو یہ ہے کہ ضرورت نہیں ہوگی (لان تکرار القنوت غیر مشروع) اور ایک رائے یہ ہے کہ اسے تیسری رکعت میں بھی دعائے قنوت پڑھنی چاہئے (وہو الخار عند البعض) ۱۔

اور اگر کسی کو یہ شک ہو کہ یہ دوسری رکعت ہے، یا تیسری رکعت ہے (اور ظن غالب کسی طرف نہ ہو) تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ قعدہ کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے، اور ان دونوں رکعتوں میں (جن کے دوسری، تیسری ہونے میں شک ہے) دعائے قنوت بھی پڑھے (تا کہ دعائے قنوت یقینی طور پر تیسری رکعت کے ختم ہونے سے پہلے پہلے ادا ہو جائے) اور اس صورت میں رکعتوں میں شبہ کی وجہ سے سجدہ سہو بھی کرے۔ ۲۔

۱۔ اور اگر کسی کو وتر کی تیسری رکعت میں یہ شک ہو کہ اس نے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھی ہے یا نہیں، تو اس صورت میں بالاتفاق تیسری رکعت میں قنوت پڑھنی چاہئے، کیونکہ یہاں تکرار متیقن نہیں۔ جہاں تک ان رکعتوں میں قعدہ کرنے اور اس کی وجہ سے سجدہ سہو کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر اگلی صورت میں اوپر متن میں ہی موجود ہے۔ محمد رضوان۔

۲۔ وكذلك ان شك انه في الاولى او الثانية او في الثالثة، فانه يقنت ويقعد في كل ركعة. محمد رضوان. وإذا قنت في الركعة الاولى أو الثانية ساهياً لم يقنت في الثالثة لأنه لا يتكرر في الصلاة الواحدة، وإن شك أنه قنت أم لا يعني في الثالثة وهو في قيام الثالثة تحري، فإن لم يحضره شيء قنت، لأنه عسى لم يقنت.

وذكر في الوقعات: رجل شك في الوتر وهو في حالة القيام أنه في الأولى أو الثانية أو في الثالثة فإنه يأخذ بالأقل احتياطاً إن لم يقع تحريه على شيء ويقعد في كل ركعة، ويقرأ، وأما القنوت: فقد قال أئمة بلخ: إنه يقنت في الركعة الأولى لا غير، وعن أبي حفص الكبير رحمه الله: إنه يقنت في الركعة الثانية أيضاً، وبه أخذ القاضي الإمام أبو على النسفي رحمه الله. ولو شك في حالة القيام أنه في الثانية أو في الثالثة تمت تلك الركعة، ويقنت فيها، لجواز أنها الثالثة ثم يقعد ويقوم فيضيف إليها أخرى، ويقنت فيها أيضاً على قول أبي حفص الكبير، والقاضي الإمام أبي على النسفي، فرقاً بين هذا وبين المسبوق ركعتين في الوتر في شهر رمضان إذا قنت مع ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴۱..... اگر کوئی بھول کر وتر کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے یا پہلی یا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد دعائے قنوت پڑھ لے، تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

الإمام في الركعة الأخيرة من صلاة الإمام حيث لا يقنت في الركعة الأخيرة إذا قام إلى القضاء في قولهم جميعاً. والفرق: أن المسبوق هو مأمور بأن يقنت مع الإمام فصار ذلك موضعاً له فما أدى به مع الإمام وقع في موضعه فلا يقنت مرة أخرى لأن تكرار القنوت ليس بمشروع. أما في مسألة الشك لم يتيقن بوقوع الأولى في موضعها فيقنت مرة أخرى، وعن الشيخ الإمام أبي بكر الفضل رحمه الله أن في مسألة الشك لا يقنت مرة أخرى كما هو قول أئمة بلخ في المسألة الأولى (المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۴۷۲، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر) (قنت في) الركعة (الأولى أو الثانية سهوا لم يقنت في الثالثة)؛ لأن تكرار القنوت غير مشروع. الشرح: قوله قنت في الركعة الأولى أو الثانية سهوا إلخ) كذا نقل في البحر عن الذخيرة ونظر فيه بما في المحيط معزيا إلى الأجnas لو شك أنه في الأولى أو في الثانية أو في الثالثة فإنه يقنت في التي هو فيها ثم يقعد ثم يصلي ركعتين بقعدتين ويقنت فيهما احتياطاً وهو الأصح، وقيل لا يقنت في الكل أصلاً ثم قال فلعل ما في الذخيرة مبني على الضعيف؛ لأنه إذا كان يأتي به في الأصح مع الشك فمع اليقين أولى (درر الحکام شرح غرر الاحکام، ج ۲ ص ۱۳، کتاب الصلاة، احوال الوتر) (قنت في أولى الوتر أو ثانيته سهوا لم يقنت في ثالثته) أما لو شك أنه في ثانيته أو ثالثته كرهه مع القعود في الأصح. والفرق أن الساهي قنت على أنه موضع القنوت فلا يتكرر، بخلاف الشاك ورجح الحلبي تكراره لهما؛ وأما المسبوق فيقنت مع إمامه فقط ويصير مدركا يادراك ركوع الثالثة (الدر المختار)

(قوله في ثانيته أو ثالثته) وكذا لو شك أنه في الأولى أو الثانية أو الثالثة بحر. (قوله كرهه مع القعود) أي فيقنت ويقعد في الركعة التي حصل فيها الشك لاحتمال أنها الثالثة، ثم يفعل كذلك في التي بعدها لاحتمال أنها هي الثالثة وتلك كانت ثانية. (قوله في الأصح) وقيل لا يقنت في الكل لأن القنوت في الركعة الأولى أو الثانية بدعة. ووجه الأول أن القنوت واجب؛ وما تردد بين الواجب والبدعة يأتي به احتياطاً بحر عن المحيط. (قوله ورجح الحلبي تكراره لهما) حيث قال: إلا أن هذا الفرق غير مفيد إذ لا عبرة بالظن الذي ظهر خطؤه، وإذا كان الشاك يعيد لاحتمال أن الواجب لم يقع في موضعه فكيف لا يعيد الساهي بعدما يتيقن ذلك. وقد صرح في الخلاصة عن الصدر الشهيد بأن الساهي يقنت ثانياً، فإن كان ما مرواية فهي غير موافقة للدراية اهـ. قلت: وكذا روجه في الحلبي والبحر بنحو ما مر. (قوله فيقنت مع إمامه فقط) لأنه آخر صلاته، وما يقضيه أولهما حكماً في حق القراءة وما أشبهها وهو القنوت؛ وإذا وقع قنوته في موضعه بيقين لا يكرر لأن تكراره غير مشروع شرح المنية (رد) ﴿بقية حاشيا کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر پہلی یا دوسری یا تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت سے پہلے یا دوسری یا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المختار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۱۰۱، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)
وبقی لو قنت فی الأولى أو الثانية سهواً فقدم المصنف فی باب الوتر أنه لا يقنت فی الثالثة، وم
ترجیح خلافه (رد المختار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۹۵، کتاب الصلاة، باب سجود السهو)
وإذا قنت فی الركعة الأولى أو الثانية ساهياً لا يقنت غیر مشروع وإن شک أنه قنت فی الثالثة أم لا
یتحرى فإن لم يحضره رأى يقنت لاحتمال أنه لم يقنت (فتاوی قاضی خان، کتاب الصلاة)
فهو مخالف لمسألة الشک (ولکن بینهما فرق) وهو أن الساهی قنت على أنه موضع القنوت فلا
یتكرر بخلاف الشاک، إلا أن هذا الفرق غیر مفید إذ لا عبرة بالظن الذى ظهر خطأه، وإذا كان
الشاک یبعد لاحتمال أن الواجب لم يقع فی موضعه فكيف لا یبعد الساهی بعد ما یقین ذلك، وقد
صرح فی الخلاصة عن الصدر الشہید انه قال فی المسبوق لا یقنت ثانياً، فإن كان مافی الذخیرة
روایة فیہی غیر موافقة للدرایة وتعلیل قاضیخان بان تكرر القنوت غیر مشروع منقوض بالشاک
فیہی اللهم إلا أن یختار فی الشاک ایضاً انه یقنت فی الأولى مما شک فیہ ثم لا یبعد كما اختاره ائمة
بلغ فح لا یحتاج الی الفرق اصلاً إلا أن المختار ما قالها ابو حفص الکبیر وابو علی النسفی من أن
الشاک یعید فی کل رکعة یحتمل انها ثالثة وكذا الساهی على ما اختاره الصدر الشہید، والله
سبحانه اعلم (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، المشهور بشرح الکبیر، ص ۳۲۲)
ولو شک أنها ثالثة أو خامسة فعلى ما ذکرنا فی الفجر فیعود إلى القعدة ثم یصلی رکعة أخرى
ویتشهد ثم یقوم فیصلی رکعة أخرى ویقعد ویسجد للسهو ولو شک فی الوتر وهو قائم أنها ثانیته
أو ثالثته یتم تلك الركعة ویقنت فیها ویقعد ثم یقوم فیصلی رکعة أخرى ویقنت فیها ایضاً هو
المختار إلى هنا عبارة الخلاصة ولم یذكر المصنف -رحمه الله- سجود السهو فی مسائل الشک
تبعاً لما فی الهدایة وهو مما لا ینبغی إغفاله فإنه یجب السجود فی جمیع صور الشک سواء عمل
بالتحرى أو بنی على الأقل کذا فی فتح القدر وترک المحقق قیداً لا بد منه مما لا ینبغی إغفاله
وهو أن یشغله الشک قدر أداء رکن ولم یشتغل حالة الشک بقراءة ولا تسبیح كما قدمناه أول
الباب لکن ذکره فی السراج الوهاج أن فی فصل البناء على الأقل یسجد للسهو وفی فصل البناء
على غلبة الظن أن شغله تفکره مقدار أداء الرکن وجب السهو وإلا فلا هـ
وكانه فی فصل البناء على الأقل حصل النقص مطلقاً باحتمال الزیادة فلا بد من جابر وفی الفصل
الثانی نقصان بطول التفکیر لا بمطلقه (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۱۹، ۱۲۰، باب سجود السهو)
اور بعض اردو کتابوں میں جو پہلی یا دوسری رکعت میں علی الاطلاق دعائے قنوت پڑھ لینے کی صورت میں سجدہ سہو کا حکم مذکور ہے،
یہ راجح معلوم نہ ہو سکا۔ پھر وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں بھولے سے دعائے قنوت پڑھ لینے کی صورت میں فقہائے کرام نے
سجدہ سہو کا حکم بیان نہیں کیا، اور ان کا اختلاف تیسری رکعت میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھنے نہ پڑھنے تک دائر رہا، جس سے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعائے قنوت کا اگرچہ اصل محل مشروع عند الاحتیاط تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہے، لیکن اگر
کوئی پہلی یا دوسری رکعت میں پڑھ لے، تو اس سے ان کے نزدیک قنوت کا وجوب ادا ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھ لے، تو سجدہ سہو واجب ہے۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۴۴..... اگر کوئی امام کے ساتھ وتر کی تیسری رکعت میں شامل ہو گیا، تو اگر رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت کا وقت ہو، تو اسے دعائے قنوت پڑھ لینی چاہئے، لیکن اگر

۱۔ اور اس کی بنیاد اس پر ہے کہ دعائے قنوت کا حکم تشہد کی طرح ہے۔

قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ: الْقُنُوتُ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ الشَّهَادَةِ (الأصل المعروف بالمبسوط، ج ۱ ص ۵۴، فی الإمام یحدث فیکدم من فاتتہ رُکْعَةً)

مطلب يطلق الدعاء علی ما یشمل الشاء أقول: وقد صرحوا بأن مفاهیم الکتب حجة، والظاهر أن المراد بالدعاء ما یشمل الشاء؛ لأن الفاتحة نصفها ثناء ونصفها الآخر دعاء (رد المحتار، جزء ۱، صفحہ ۱۷۲، کتاب الطهارة، سنن الغسل)

ولو قرأ الشاهد قائماً أو راکعاً أو ساجداً لا سہو علیہ، لأن التشهد ثناء، والقیام موضع الشاء والقراءۃ. رأیت لو افتتح فقال: السلام علیک ایہا النبی إلی قولہ عبہ ورسولہ، فإنه یكون بمنزلۃ الدعاء، ولا سہو علیہ. وعن أبی یوسف رحمہ اللہ: فیمن تشهد قائماً فلا سہو علیہ (المحیط البرہانی، ج ۱ ص ۵۰۴، کتاب الصلاۃ، الفصل السابع عشر فی سجود السہو)

اور یہی وجہ ہے کہ بعض اہل علم حضرات نے دعائے قنوت کی جگہ تشہد بلکہ سورہ فاتحہ پڑھ لینے سے بھی دعائے قنوت کے وجوب کی ادائیگی کا حکم بیان کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ حمد و ثناء اور تسبیح و تہلیل وغیرہ بھی دعا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۷)

اور قیام کی حالت میں بھولے سے تشہد پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اگر واجب قرائت میں تاخیر لازم آئے، تو سجدہ سہو واجب ہے، ورنہ نہیں۔

اور پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے تو مکمل ثناء ہے، اس لئے یہاں پڑھنے سے واجب قرائت میں تاخیر لازم نہیں آتی، اور اسی طرح سورہ فاتحہ اور بقیہ قرائت سے فارغ ہو کر بھی۔

جبکہ سورہ فاتحہ اور سورت کے درمیان تینوں رکعتوں میں اور سورہ فاتحہ سے پہلے دوسری اور تیسری رکعت میں واجب قرائت میں تاخیر لازم آتی ہے۔

ولو تشهد فی قیامہ قبل قراءۃ الفاتحۃ فلا سہو علیہ وبعدها یلزمہ سجود السہو وهو الأصح لأن بعد الفاتحۃ محل قراءۃ السورۃ فإذا تشهد فیہ فقد آخر الواجب و قبلہا محل الشاء کذا فی التبیین ولو تشهد فی الآخرین لا یلزمہ السہو کذا فی محیط السرخسی (الفتاویٰ الہندیۃ، ج ۱ ص ۱۷۷، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو)

ملاحظہ رہے کہ ”تشہد فی الآخرین“ سے مراد فرض نماز کی آخری دو رکعتیں ہیں، کیونکہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرائت واجب نہیں، اس لئے ان میں مطلقاً قنوت پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، اور وتروں کی تمام رکعتوں میں قرائت واجب ہے، اس لئے وتروں کی آخری دو رکعتوں کا حکم فرضوں کی دوسری رکعت کی طرح اور پہلی کا حکم فرضوں کی پہلی رکعت کی طرح ہوگا (والعلۃ مذکورۃ فی العبارة المذكورۃ فی قولہ ”فقد آخر الواجب“)

دعاے قنوت کا وقت نہ ہو، مثلاً مقتدی امام کے ساتھ رکوع کے اندر شامل ہوا ہو، تو امام کے ساتھ تیسری رکعت کے ملنے سے اس کی دعاے قنوت بھی ادا ہو جاتی ہے، اور اس کو باقی ماندہ رکعتوں میں دعاے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ۱۔

قنوتِ نازلہ کے چند مسائل

قنوتِ نازلہ کا مخصوص حالات میں جبکہ کوئی غیر معمولی حادثہ پیش آ جائے، پڑھنا جائز ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع سے اٹھ کر امام بلند آواز سے قنوتِ نازلہ کی دعا پڑھے، اور مقتدی اس پر آہستہ آواز سے آمین کہتے رہیں، اور امام اور مقتدی سب اس دوران اپنے ہاتھ سامنے باندھ کر رکھیں (اور ہاتھ چھوڑ کر اور لٹکا کر رکھنا بھی گناہ نہیں) اور قنوتِ نازلہ کی دعا ختم کرنے کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں چلے جائیں، اور حسب معمول نماز پوری کریں۔

ذیل میں قنوتِ نازلہ کے چند مسائل اختصار کے ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں۔

تفصیلی دلائل کے لئے ہمارا دوسرا رسالہ ”قنوتِ نازلہ کے احکام“ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... حنفیہ کے نزدیک قنوتِ نازلہ ہمیشہ اور بارہ مہینے نہیں ہے، بلکہ مخصوص حالات میں ہے، جبکہ مسلمانوں پر کوئی غیر معمولی آفت و مصیبت آ پڑے، مثلاً دشمنوں کی طرف سے چڑھائی ہو جائے، یا مسلمانوں کو قید کر لیا جائے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی

۱۔ وَإِذَا أَدْرَكَهُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ فِي الرَّكُوعِ وَلَمْ يَقْنُتْ مَعَهُ لَمْ يَقْنُتْ فِيمَا يَقْضِي كَذَا فِي الْمُحِيطِ (الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱ ص ۱۱۱، كِتَابُ الصَّلَاةِ، الْبَابُ الثَّامِنُ فِي صَلَاةِ الْوُتْرِ)
وإن دخل يريد الوتر ولم يكن أوتر، وقد فاتته ركعتان مع الإمام، وهو في الركعة الأخيرة فأوتر معهم أو أدر كههم ركوعاً فركع معهم ثم قام فقصاهما فليس عليه أن يقنت فيما يقضى قال؛ لأنه يقضى أول صلاته، وقد بينا هذا الأصل في كتاب الصلاة أنه في حكم القنوت يجعل ما أدرک مع الإمام آخر صلاته؛ لأن القنوت لم يشرع مكرراً في وتر واحد فلو جعلنا ما أتى به مع الإمام أول صلاته كان يقنت فيما يقضى فيؤدي إلى تكرار القنوت وكذلك إن أدر كههم في الركوع؛ لأنه مدرک لهذه الركعة وهي محل للقنوت فيجعل إدراكه محل القنوت مع الإمام بمنزلة قنوته مع الإمام (المبسوط، للسرخسي، ج ۲ ص ۹۸، باب نواذر الصلاة)

جان اور مال کو خطرات لاحق ہو جائیں، یا مسلمانوں میں باہمی اختلاف و نزاع طول پکڑ جائے، یا کوئی قحط وغیرہ آ پڑے، یا کوئی وبا پھوٹ پڑے۔

اور حنفیہ کے نزدیک قنوتِ نازلہ صرف فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ ۱۔
نازلہ کے معنی شدید مصائب کے آتے ہیں، اور قنوتِ نازلہ ایسے ہی حالات میں پڑھنے کا حکم ہے۔
پس قنوتِ نازلہ کے معنی ہوئے ”شدید مصائب و حالات کے وقت کی مخصوص دعا“

اور کیونکہ قنوتِ نازلہ میں ایسے ہی حالات میں مخصوص دعا کی جاتی ہے، اس لئے اس کا نام قنوتِ نازلہ رکھا گیا۔ ۲۔

۱۔ اِنْ نَزَلَ بِالْمُسْلِمِينَ نَازِلَةٌ قَتَتِ الْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَبِهِ قَالَ الثَّوْرِيُّ وَأَحْمَدُ قَالَ الْحَافِظُ أَبُو جَعْفَرٍ الطَّحَاوِيُّ إِنَّمَا لَا يَقْتُلُ عِنْدَنَا فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ غَيْرِ بَلِيَّةٍ فَإِنْ وَقَعَتْ فِتْنَةٌ أَوْ بَلِيَّةٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ فَحَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرَ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ صَاحِبِ النَّافِعِ فِي مَجْمُوعِهِ (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۱۷۰، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

اُن قنوتِ نازلہ عندنا مختص بصلاةِ الفجر دون غیرها من الصلوات الجهریة أو السریة. ومفاده اُن قولہم بان القنوت فی الفجر منسوخ معناه نسخ عموم الحکم لا نسخ اصلہ کما نہ علیہ نوح افندی (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۱، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی القنوت للنازلہ)

ثُمَّ فِي عَامَّةِ كُنْيَا أَنْ قُنُوتَ النَّازِلَةِ فِي الْفَجْرِ فَقَطْ..... (وَبَعْدَ اسْطِطْ) وَقَوْلُ: إِنَّهَا فِي النَّازِلَةِ لَا فِي تَمَامِ السَّنَةِ (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، باب ما جاء فی القنوت فی صلاة الفجر)
وَوَفَّقَ شَيْخُنَا بَيْنَ رَوَايَةِ الطَّحَاوِيِّ عَنْ أَبِي ثَمِيَّةٍ أَوَّلًا وَبَيْنَ مَا حَكَى عَنْهُ شَارِحُ الْمُئَنِّيَةِ، ثَانِيًا: أَنَّ الْقُنُوتَ فِي الْفَجْرِ لَا يَشْرَعُ لِمُطَلَقِ الْحَرْبِ عِنْدَنَا، وَإِنَّمَا يَشْرَعُ لِبَلِيَّةٍ شَدِيدَةٍ تَبْلُغُ بِهَا الْقُلُوبُ الْحَاجِرَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، وَلَوْلَا ذَلِكَ لَلَزِمَ الصَّحَابَةُ الْقَابِلِينَ بِالْقُنُوتِ لِلنَّازِلَةِ أَنْ يَقْتَتُوا أَبَدًا، وَلَا يَتْرُكُوهُ يَوْمًا لِعَدِمِ خُلُوقِ الْمُسْلِمِينَ عَنْ نَازِلَةٍ مَا غَالِبًا لَا سِيَّمَا فِي زَمَنِ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ اهـ.

قُلْتُ: وَهَذَا هُوَ الَّذِي يَخْضَلُ بِهِ الْجَمْعُ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ الْمُخْتَلِفَةِ فِي الْبَابِ، وَأَمَّا دَعْوَى نَسْخِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ مُطْلَقًا، فَتَرَدُّهَا آثَارُ الصَّحَابَةِ وَقُنُوتُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۱۳، ۱۱۵، احکام القنوت النازلہ)

۲۔ النَازِلَةُ: الشَّدِيدَةُ مِنْ نَوَازِلِ الدَّهْرِ أَى شِدَائِدِهَا وَفِي الْمُحْكَمِ: النَّازِلَةُ: الشَّدَّةُ مِنْ شِدَائِدِ الدَّهْرِ تَنْزِلُ بِالنَّاسِ نَسْأَلُ اللَّهَ الْعَاقِبَةَ وَقَدْ نَزَلَ بِهِ مَكْرُوهٌ (تاج العروس، تحت مادة ”نزل“)
النَّازِلَةُ: الشَّدِيدَةُ مِنْ شِدَائِدِ الدَّهْرِ تَنْزِلُ بِالنَّازِلِ، وَالْجَمْعُ النَّوَازِلُ. وَنَزَلَ الرَّابِثُ عَنْ دَابِثِهِ، وَالرَّجُلُ مِنْ غُلُوٍّ إِلَى سُفُلٍ. وَالنُّزْلَةُ: الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ. وَنَزَلْتُ الشَّيْءَ تَنْزِيلًا. وَالنُّزُولُ: مَا يَهَيِّئُ لِلضَّيْفِ إِذَا نَزَلَ. وَرَبِيعٌ مَا يُزْرَعُ. وَأَرْضٌ نَزْلَةٌ: كَثِيرَةُ النُّزُلِ. وَهِيَ الْبَعِيدَةُ أَيْضًا، وَسَحَابٌ نَزَلَ (المحيط فی اللغة، تحت مادة ”نزل“)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... قنوتِ نازلہ اگرچہ بعض اہل علم کے نزدیک فجر کی دوسری رکعت کی قرائت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے بھی پڑھنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ وُتروں کی نماز میں بھی دعائے قنوتِ قرائت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی جاتی ہے، لیکن احناف کے نزدیک رائج یہ ہے کہ قنوتِ نازلہ فجر کی دوسری رکعت کے رکوع سے اٹھ کر سجدہ میں جانے سے پہلے قیام کی حالت میں پڑھی جائے۔

کیونکہ اکثر احادیث میں قنوتِ نازلہ کے اسی وقت میں پڑھنے کا ذکر ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله إلا للنازلة) قال في الصحاح: النازلة الشديدة من شائد الدهر، ولا شك أن الطاعون من أشد النوازل أشباه (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۱، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في القنوت للنازلة)

قال ابن الملك: وهذا يدل على أن القنوت في الفرض ليس في جميع الأوقات، بل إذا نزلت بالمسلمين نازلة من قحط وغلبة عدو وغير ذلك (مراقبة، ج ۳ ص ۹۶۰، كتاب الصلاة، باب القنوت)

إذا نزلت نازلة كعدو أو قحط أو وباء أو عطش أو ضرر ظاهر في المسلمين ونحو ذلك (مراقبة، ج ۳ ص ۹۵۸، كتاب الصلاة، باب القنوت)

۱۔ وأنه يقتض بعد الركوع لا قبله، بدليل أن ما استدلل به الشافعي على قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع حملة علماؤنا على القنوت للنازلة، ثم رأيت الشرنبلالي في مراقي الفلاح صرح بأنه بعده؛ واستظهر الحموي أنه قبله والأظهر ما قلناه، والله أعلم (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ثُمَّ لَيْسَ يُنْظَرُ هَلِ الْقُنُوتُ لِلْنَازِلَةِ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ وَظَاهَرُ حَمْلِهِمْ مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي الْفَجْرِ عَلَى النَّازِلَةِ يَقْتَضِي الثَّانِي ثُمَّ رَأَيْتُ الشَّرْنَبَلَالِي فِي مَرَايِي الْفَلَاحِ صَرَحَ بِذَلِكَ وَاسْتَظْهَرَ الْحَمَوِيُّ فِي حَوَاشِي الْأَشْبَاهِ الْأَوَّلِ وَمَا ذَكَرْنَاهُ أَظْهَرَ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۳، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ثم القنوت الراجعة قبل الركوع عندنا. وأما قنوت النازلة فيجوز قبله وبعده، والظاهر أن الأولى بعده (فيض الباری شرح البخاری، باب القنوت قبل الركوع وبعده)

والذي يظهر به ان يقتض بعد الركوع لا قبله بدليل ان ما استدلل به الشافعي رحمه الله على قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع، حملة علماؤنا على القنوت للنازلة ثم رأيت الشرنبلالي في مراقي الفلاح صرح بانه بعده واستظهر الحموي انه قبله والظاهر ما قلناه، قلت حديث انس في الصحيح يفيده القنوت للنوازل بعد الركوع وكذا حديث ابي هريرة (اعلاء السنن جلد ۶ صفحہ ۱۱۹، احكام القنوت النازلة)

مسئلہ نمبر ۳۸..... احادیث سے قنوتِ نازلہ کا جماعت سے پڑھنا ہی ثابت ہے، اس لئے تنہا نماز پڑھنے والے کو قنوتِ نازلہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

البتہ قنوتِ نازلہ کی دعا کو ہر شخص نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پڑھ سکتا ہے، اور خواتین بھی بغیر نماز کے اس دعا کو کر سکتی ہیں۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۳۹..... امام کو قنوتِ نازلہ جہری (یعنی بلند) آواز سے پڑھنی چاہئے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہری آواز میں پڑھنا ہی ثابت ہے۔

البتہ اگر کوئی امام خاموشی سے قنوتِ نازلہ پڑھے، تو بھی گناہ نہیں۔ ۲۔

مسئلہ نمبر ۴۰..... قنوتِ نازلہ صرف امام کو پڑھنی چاہئے، نہ کہ مقتدیوں کو، البتہ مقتدیوں کو امام کے دعائیہ کلمات سن کر آہستہ آہستہ آمین کہنا چاہئے، احادیث سے اسی طرح ثابت ہے۔

امام کا بلند آواز سے دعا پڑھنا تو ضرورت کی وجہ سے ہے، اور مقتدیوں کو بلند آواز سے آمین کہنے کی ضرورت نہیں، نیز دعا پڑھنے والا امام تو ایک ہی ہوتا ہے، اور آمین کہنے والے

۱۔ و ظاہر تقييدهم بالامام أنه لا يقنت المنفرد (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۱، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

۲۔ واما قنوت النوازل فالراجع فيه عندنا، وعند شيخنا الجهر به (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۱۲، اخفاء القنوت في الوتر والفاظه وحكم القنوت في الفجر)

قلت وانما كان الراجع عندنا في قنوت النازلة الجهر بحديث ابی هريرة..... (وبعد اسطر) قلت وايضا فان قنوت النوازل لا يعلمه العوام بل كثير من الخواص ايضا، فالافضل الجهر به كما هو مقتضى تفصيل البعض من فقهاءنا، وهو تفصيل حسن، وقد ذكر القاضي في شرح مختصر الطحاوي ان الامام يجهر به قولاً واحداً كما مر، فرجحنا من الروايات في المذهب ما وافقت الحديث المرفوعة، وهي رواية الجهر للامام، ولكن لا مطلقاً بل في قنوت النازلة للعلّة التي ذكرناها، وهي كون الحديث وارداً فيها، والله تعالى اعلم (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۱۲، ۱۱۳، اخفاء القنوت في الوتر والفاظه وحكم القنوت في الفجر)

والمختار انه يجهر به لثبوت جهر النبي صلى الله عليه وسلم وعمر به (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۲۰، احكام القنوت النازلة)

قلت: وقد تقدم ان المختار فيه جهر الامام فيه، فيؤمن المقتدى لا غير، وقد مر في حديث ابن عباس قال: قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً متتابعاً الحديث، وفيه يؤمن من خلقه (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۲۰، احكام القنوت النازلة)

افراد کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی ہے، اس لئے انہیں آہستہ آواز سے آمین کہنا چاہئے۔
البتہ اگر کوئی امام قنوتِ نازلہ خاموشی کے ساتھ پڑھے، اور جہر نہ کرے، تو مقتدیوں کو بھی
خاموشی کے ساتھ قنوتِ نازلہ پڑھنی چاہئے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۶..... اگر قنوتِ نازلہ رکوع کے بعد پڑھی جائے (جیسا کہ احادیث کی روشنی میں رائج
بھی یہی ہے) تو قنوتِ نازلہ شروع کرنے کے لئے ہاتھ اٹھانے اور تکبیر کی ضرورت نہیں۔

اور وتروں میں دعائے قنوت کے لئے جو تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، اس کی وجہ
یہ ہے کہ وتروں میں دعائے قنوت قرائت کے بعد اور رکوع سے پہلے ہے، اس لئے یہاں
قرائت اور دعائیں ہاتھ اٹھا کر فصل کرنے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل
ہونے کے لئے ہاتھ اٹھانے اور تکبیر کی ضرورت ہے، اور قنوتِ نازلہ جب رکوع کے بعد
پڑھی جائے گی، تو اس میں رکوع فصل بن جاتا ہے، اور رکوع سے اٹھنے کی تسمیع تکبیر کے قائم

۱۔ و ظاہر تفسیرہم بالإمام أنه لا يقنت المنفرد ، وهل المقتدى مثله أم لا ؟ وهل القنوت هنا قبل
الرکوع أم بعده ؟ لم أره . والذى يظهر لى أن المقتدى يتابع إمامه إلا إذا جهر فيؤمن (رد المحتار ،
ج ۲ ص ۱۱ ، کتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل)

والمختار فى النازلة عن الشامى انه يقرأ ان اسر الامام ويؤمن اذا جهر به ، ولا شك ان القراءة
للتامين او التامين فى الوتر لا يكون الا سرا ، فكذا فى القنوت للنازلة فى الفجر كيف ؟ والتامين عند
فراغ الامام من الفاتحة ليس عندنا الا سرا ، كما مر فى بابہ ، فكذا فيما سواه لكون التامين
عند الفاتحة مأمور به ، وورد الجهر به فى كثير من الاحاديث فلما رجحنا الاسرار فيه لكونه دعاء
فترجيح الاسرار به فيما سوى ذلك المحل اظهر (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۲۰ ، ۱۲۱ ، احکام
القنوت النازلة)

والذى يقتضيه النظر انه يرفع ان قنت فى الفجر قبل الركوع قياسا له على قنوت الوتر ، ولا يرفع اذا
قنت بعده ، وسيأتى وجهه قريبا وهل يكبر له اذا قنت بعد الركوع لم ار من تعرض له ، ومقتضى
النظر انه لا يكبر له حينئذ ، لان التكبير له اذا فعله قبل الركوع انما هو للفصل عن القراءة ولاجل
الانتقال من حال الى حال ، ولا كذلك بعد الركوع ، فان التسميع هناك كاف للفصل . قلت : وهذا
هو الوجه فى عدم رفع اليدين اذا قنت بعد الركوع ، فان الرفع للاعلام وهناك قيامه برفع الرأس عن
الركوع كاف له ولم نجد فى التراجم احد من الصحابة انه كبر للقنوت فى الفجر بعد الركوع ، نعم
ثبت عن عمر رضى الله عنه انه كبر له لما قنت قبل الركوع كما مر (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۲۱ ،
احکام القنوت النازلة)

مقام ہو جاتی ہے، اس لئے وہاں ہاتھ اٹھانے اور تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۸..... قنوتِ نازلہ سے فارغ ہو کر سجدہ کی تکبیر کہتے ہوئے امام اور مقتدیوں کو سجدہ میں چلے جانا چاہئے، اس کے علاوہ اور کسی عمل کی ضرورت نہیں (ولیس فی الحدیث بعد القنوت النازلة العمل الاضافی)

مسئلہ نمبر ۸..... قنوتِ نازلہ کے لئے مدت مقرر نہیں، بلکہ اس کا دار و مدار ضرورت پر ہے، لیکن سنت کی اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مہینہ تک پڑھی جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی ہی مدت تک ثابت ہے۔ ۲۔

مسئلہ نمبر ۹..... جو مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے، اس کے حق میں رکعت ملنے کا حکم ہوتا ہے، اب جبکہ قنوتِ نازلہ رکوع کے بعد پڑھی جائے گی، تو اس صورت میں قنوتِ نازلہ میں شریک ہونے والے مقتدی کو یہ رکعت نہیں ملے گی۔

۱۔ والحاصل: انه يضع عند الشيخين في القنوت سواء كان قبل الركوع او بعده، وعند محمد يرسل ولا يرفع يديه في خلال القنوت حذاء الوجه او الصدر كرفعها في الدعاء خارج الصلاة عندهم اتفاقاً، فان المشروع عندهم بعد رفعهما في افتتاح الصلاة او عند القنوت، اما الوضع اما الارسال لا باقائهما مرفوعتين..... ان الوضع والارسال بعد الرفع مسكوت عنهما في الاحاديث فجرى محمد على الاصل وهو الارسال، لان الوضع عمل حادث يحتاج الى الدليل، واخذ الشيخان بالقياس وقالوا ان ارسال البيدين زمانا طويلا ينافي الخشوع وانما السنة ان نقول وضع الكف على الكف تحت السرة كما مر في باب صفة الصلاة، وكان مقتضى ذلك ان نقول بالوضع في القومة بين الركوع والسجدة ايضا، لكن في الوضع للقيام اليسير وتركه مع حرج، فقلنا بان الوضع سنة قيام فيه ذكر مسنون طويل، فيضع يديه في القنوت للنازلة ايضا، لكونه ذكراً طويلاً، ولا يرفعهما حذاء الوجه (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۲۲، ۱۲۳، احكام القنوت النازلة ملخصاً)
اور بوادر النواذر میں ہے کہ:

مسئلہ مجتہد فیہ ہے، دلائل سے دونوں طرف گنجائش ہے، اور ممکن ہے کہ ترجیح قواعد سے وضع کو ہو، مگر مقتضی مذہب الشیخین، لیکن عارض التباس و تشویش عوام کی وجہ سے ارسال کو ترجیح دی جاسکتی ہے، مگر مقتضی مذہب محمد (بواذر النواذر ص ۳۷۳، نوے وال نادرہ تحقیق ارسال یا وضع یدین در قنوت نازلہ)

۲۔ قلت وفيه بيان غاية القنوت للنازلة انه ينبغي ان يقفnt اياما معلومة عن النبي صلى الله عليه وسلم، وهي قدر شهر كما في الروايات عن انس: "انه صلى الله عليه وسلم قفنت شهرًا ثم ترك" فاحفظه فهذا غاية اتباع السنة النبوية (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۱۸، احكام القنوت النازلة)

البتہ اگر کوئی امام رکوع سے پہلے قنوت نازلہ پڑھے، اور پھر قنوت نازلہ میں کوئی مقتدی شریک ہو جائے، بلکہ اس کے بھی بعد رکوع میں شریک ہو جائے تو اس کے حق میں یہ رکعت معتبر ہو جائے گی (وہذا ظاہر)

مسئلہ نمبر ۱۰..... جب مسلمانوں کو کوئی غیر معمولی مصیبت و تکلیف (مثلاً طاعون یا اس جیسی دوسری وبا) لاحق ہو، تو قنوت نازلہ میں یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ ۱۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيمَنْ هَدَيْتَ ، وَعَافِنَا فِيمَنْ عَافَيْتَ ، وَتَوَلَّنَا فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ ، وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا اَعْطَيْتَ ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ ، اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يَقْضِيْ عَلَيْكَ ، اِنَّهٗ لَا يَدُلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ .

ترجمہ: یا اللہ! ہمیں ہدایت دیجیے اُن لوگوں میں جن کو آپ نے ہدایت عطا فرمائی، اور عافیت دیجیے ہمیں ان لوگوں میں جن لوگوں کو آپ نے عافیت عطا فرمائی، اور کار سازی فرمائیے، ہماری اُن لوگوں میں جن کی آپ نے کار سازی فرمائی، اور برکت عطا فرمائیے ہمیں اُن چیزوں میں جو آپ نے ہمیں عطا فرمائیں، اور حفاظت فرمائیے ہماری اُن چیزوں کے شر سے جن کا آپ نے فیصلہ فرمایا، بے شک آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں، اور آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، بے شک جس کی آپ مدد فرمائیں، وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، آپ بابرکت ہیں، ہمارے رب ہیں، اور بلند و بالا ہیں (سنن البیہقی) ۲۔

۱۔ اس دعا کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صبح کی نماز کے قنوت (نازلہ) میں اس دعا کی تعلیم دیا کرتے تھے (بیہقی)

۲۔ حدیث نمبر ۳۲۶۶، کتاب الصلاة، باب دعاء القنوت

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے قنوت وتر کے متعلق اس دعا کو روایت کیا ہے:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْثَمٍ عَنْ أَبِي الْحَوَرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوُتْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر دشمنوں کی طرف سے خطرات لاحق ہوں، یا مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا ہو، یا دشمنوں نے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کر رکھا ہو، تو مذکورہ دعا کے ساتھ مندرجہ ذیل دعا کو بھی پڑھنا چاہئے۔ ۱

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا، وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ،
وَالْفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، وَاصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَانْصُرْهُمْ عَلَى عَدُوِّكَ
وَعَدُوِّهِمْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنِ كُفْرَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنِ
سَبِيْلِكَ، وَيَكْذِبُوْنَ رُسُلَكَ، وَيَقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَآءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ
بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ، وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ، وَانْزِلْ بِهِمْ بَاسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ
وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ
يُّفْجِرُكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ
نُصَلِّيْ وَنَسُجُدُ، وَلَكَ نَسْعِيْ وَنَحْفِدُ، نَخْشَى عَذَابَكَ الْجِدَّ،
وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ، اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِيْنَ مُلْحِقٌ.

اے اللہ! ہمارے اور مؤمن مردوں اور عورتوں کے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ معاف فرما، اور ان کے دلوں میں باہمی محبت پیدا فرما، اور ان کے باہمی تعلقات کو درست فرما، اور ان کی اپنے اور ان کے دشمنوں کے خلاف مدد فرما، اے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وَبَارِكْ لِيْ فِيمَا اَعْطَيْتَ وَفِيْ شَرِّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَاِنَّهُ لَا
يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا
مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الْحُوَزَاءِ السَّعْدِيْ وَاسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ وَلَا نَعْرِفُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوْثِ فِي الْوُتْرِ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ هَذَا (ترمذی، حدیث
نمبر ۴۶۱۳، باب مَا جَاءَ فِي الْقُنُوْثِ فِي الْوُتْرِ)

۱ اس دعا کے بارے میں حضرت عمید بن عمیر سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکوع کے بعد ان الفاظ میں دعائے قنوت پڑھی۔

اللہ! اُن اہل کتاب کافروں پر لعنت فرما، جو آپ کے راستے سے روکتے ہیں، اور آپ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، اور آپ کے ولیوں کو قتل کرتے ہیں، اے اللہ! اُن کے آپس میں اختلاف پیدا فرما، اور اُن کے قدموں کو اکھاڑ دے، اور اُن پر اپنا ایسا عذاب نازل فرما، جس کو آپ مجرم قوم سے دُور نہیں فرماتے۔ اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اے اللہ! ہم آپ سے مدد طلب کرتے ہیں، اور آپ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، اور آپ کی تعریف کرتے ہیں، اور آپ کی ناشکری نہیں کرتے، اور ہم الگ ہوتے ہیں، اور چھوڑتے ہیں اُس شخص کو جو آپ کی نافرمانی کرتا ہے، اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی کے لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، اور آپ ہی کے لیے سعی اور جلدی کرتے ہیں، اور آپ کے سخت عذاب سے ڈرتے ہیں، اور آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں، بے شک آپ کا عذاب کافروں کو ضرور پہنچنے والا ہے (سنن البیہقی) ۱۔

بعض روایات میں مذکورہ دعا کے متعلق کچھ تھوڑے بہت الفاظ کا فرق بھی آیا ہے۔ اس لیے کچھ فرق کے ساتھ پڑھنے کی بھی گنجائش ہے۔

وهذا عندی آخر الکلام فی هذا المقام

نقذ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۳۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۲ھ 04/ مئی/ 2011ء، بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی

۱۔ حدیث نمبر ۳۲۶۸، کتاب الصلاة، باب دعاء القنوت۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

قلت: وهذا قنوت النازل لیسحب ان یقرأ به الامام فی صلاة الفجر اذا نزلت بالمسلمین نازلة، والعیاذ باللہ تعالیٰ (اعلاء السنن ج ۶ ص ۱۲۸، باب لا وتران فی لیلة واحدة، فائدة)

باسمہ تعالیٰ

جمعۃ المبارک کے فضائل و احکام

جمعۃ المبارک کی رات اور دن اور جمعۃ المبارک کی نماز کے فضائل و احکام
جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا اہم کام انجام دیئے
گئے؟ اور اس دن آئندہ کیا کیا اہم کام انجام دیئے جائیں گے؟
جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز و خطبہ کے متعلق قرآن و سنت
اور فقہ میں بیان شدہ مفصل فضائل و احکام و منکرات۔
خواتین اور مرد حضرات کے لیے جمعہ کے دن و رات
کے مسنون و مستحب اعمال، اور منکرات کا تحقیقی جائزہ
خواتین و حضرات کے لئے یکساں مفید

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

مرد و عورت کی نماز میں فرق کا ثبوت

کیا مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں؟ اور دونوں کی نماز کا طریقہ ایک جیسا ہے؟ اس سلسلہ میں احادیث و روایات، صحابہ و تابعین کے آثار کیا کہتے ہیں؟ اور محدثین و فقہائے کرام نیز اہل السنۃ والجماعۃ اس سلسلہ میں کیا ارشاد فرماتے اور کیا موقف رکھتے ہیں؟ اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث و روایات کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ کیا مرد اور عورت کی نماز کے ایک جیسا ہونے اور دونوں کی نماز میں کوئی فرق نہ ہونے کی کوئی دلیل موجود ہے؟ اگر خواتین و حضرات ان سب باتوں کے مفصل و مدلل جوابات معلوم کرنا چاہتے ہیں، تو خالی الذہن ہو کر نیک نیتی اور یکسوئی کے ساتھ مصیفانہ اور مخلصانہ طریقہ پر اس مکمل رسالہ کا مطالعہ فرمائیں۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان